نظام آباد (دکن)

از

غلام احمد وکیل

وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ۝

اور ہم تم سے آگے بڑھنے والوں کو خوب جانتے ہیں۔ اور ہم پیچھے رہنے والوں کو بھی خوب جانتے ہیں

نظام آباد دکن

ماضی و حال

کے

تاریخی حالات

۳۲۳ فصلی م ۹۱۵ عیسوی — تاریخی حالات — ۱۳۴۷ فصلی م ۱۹۳۸ عیسوی

مصنفہ

غلام احمد نائطی وکیل

مطبوعہ مکتبہ ابراہیمیہ حیدرآباد دکن

طبع اول ۵۰۰

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

003 www.taemeernews.com

قیمت

خاص قیمت

(۱) صاحبان تذکرہ معزز طبقہ امراء۔ جاگیرداران اور افسران اعلیٰ سررشتۂ ملک سرکارِ عالی سے (عـــہ)

(۲) صاحبان تذکرہ ... عہدہ داران و دفاتر سرکارِ عالی سے (دعہ)

(۳) صاحبان تذکرہ ... سے (ــــے)

عام قیمت

عوام سے (عــــہ) علاوہ محصول ڈاک

تصدیق قیمت خاص

اس کتاب کی خاص قیمت مبلغ ( ) الفاظ میں ( ) روپیہ

عالیجناب

سے

دفتر

شکریہ کے ساتھ وصول ہوئی فقط المرقوم ۱۳ ف

مصنف

جس کتاب پر مصنف کی دستخط نہ ہو وہ مسروقہ متصور ہو گی۔

مصنف

004 www.taemeernews.com

انتساب

اس کتاب کو محترم مرزا محمد بیگ صاحب
کے نام سے معنون کرتا ہوں نہ صرف اسلئے
کہ مرزا صاحب نے مجھکو تاریخ نظام آباد لکھنے
کیلئے توجہ دلائی۔ بلکہ نظام آباد کی نشاتِ ثانیہ
آپ کی انتہائی کاوشوں کی مرہون منت ہے فقط

المرقوم امرداد سنہ ۱۳۴۸ف

خاکسار

غلام احمد

صحت نامہ۔ ناظرین سے انتہائی شرمندگی کے ساتھ درخواست کیجاتی ہے کہ اولاً کتاب کی غلطیوں کو درست فرمالیا جائے تاکہ میرے لئے باعث تشکر ہو جائے۔

صفحہ / سطر	غلط	صحیح	صفحہ / سطر	غلط	صحیح
۳/۱۸	پانگڑہ	پانگرہ	۲۶/۳	مسر سواجی راؤ	مسٹر سواجی راؤ
۴/۶	کہ نامتدرم	کونامندرم	۲۷/۱	خرچ	خارج
۵/۹	مواسرہ	موسرہ	۲۹/۱۵	اس سے	اس لئے
۹ نقشہ خانہ	ملازمین نرخ	ملازمین فوج	۵۴/۲	تعلقہ کاماریڈی کے ضمانت	تعلقہ بلارڈی کے مواضعات
۹ خانہ ۲	وکلاء و ڈاکٹری	وکلاء و اطباء وغیرہ	۵۵/۱۴ و ۱۶	کورٹ گیر	کوٹ گیر
۱۰/۱	۵۲۔	۵۲،	۵۸/۱۱	تعلقداری	ضلعداری
۱۲/۱۶	سنہ ۱۳۲۵ ن	سنہ ۱۳۳۵ ف	۶۱/۷	۴۰۶۶۴۴۵	۲۰۶۶۴۴۵
۱۴/۱	در ملمی	در کمی	۶۵/۱۹	۹۲ لغایۃ سنہ ۱۳۱۵ ف	۹۲ لغایۃ سنہ ۱۳۰۵ ف
۱۸/۱	منہ	سنہ	۸۱ حاشیہ ۳	صدے کی	صدا سے کی
۲۰ حاشیہ ۲	مانک واڑی	نائک واڑی	۸۱/۱۰	عدالت ضلع کی مغربی	عدالت ضلع کی مشرقی سر
۲۱/۱۵	قلعہ ور عمارت	قلعہ و عمارت	۸۵/۱۹	تخم نیشکر نمبر (۲۹۰)	تخم نیشکر (۲۹۰)
۲۳/۱	وحید منور خاں	محمد منور خاں	۸۶/۵	مزرعہ کو امپیریل ریسرچ	مزرعہ کو آزمائش نیشکر کیلئے امپیریل ریسرچ
۱۱/۵	در کار ہیں	در کار ہے	۸۶/۱۸	ناظم بندوبست	ناظم زراعت
۲۶/۲	دیکھتے ہیں اس بیان	دیکھتے ہیں کہ اس بیان	۸۸/۴	مزرعہ امداد۔	مزرعہ امدادی
۳۶/۴	اندرا پورا کہا۔	اندرا پور کہا	۱۱۳/۴	۶۰۰ فرلانگ	۶ فرلانگ
۴۰/۵	تحقیق میں نہیں آتی	تحقیق میں نظر نہیں آتی			

صفحہ / سطر	غلط	صحیح
۱۱۴ / ۱۷	کارگذار ہے	کارگذار رہے
۱۱۶ / ۱۴	سنہ ۱۳۲۸ف	سنہ ۱۳۲۱ف
۱۱۸ / ۸	احمد بن شبر	حامد بن شبیر
۱۲۷ / ۱	کنجیاں	پکھیاں
۱۲۷ / حاشیہ ۵	حلہ	جلسہ
۱۲۹ / ۵	ہر وقت	بر وقت
۱۳۳ / ۳	آدمی	آدی
۱۴۸ / ۱۲	سنہ ۱۹۳۹ء	سنہ ۱۹۶۷ء
۱۶۰ / ۷	بند بانی	بید بانی
۱۶۲ / ۱۰	یہ ایک عالم طور پر	یہ بات عام طور پر
۱۶۲ / ۱۱	اپنے تنزلی و اختتام	اپنے ترقی و اختتام
۱۶۳ / ۱۶	مدار المہام ریاست	مدار المہام سلطنت
۱۶۶ / ۱	سنہ ۱۳۸۰ف	سنہ ۱۲۸۰ف
۱۶۸ / ۲۰	یکساں جاری ہی	یکساں جاری رہے
۱۷۳ / ۱۱	(۱۵) نکٹ چند	(۱۵) بنکٹ چند
۱۷۳ / حاشیہ	انجارج مجلس	انجارج محبس
۱۸۲ / ۳	باب ۵	باب ۱۵
۱۸۷ / ۵	مفادر	مصادر

صفحہ / سطر	غلط	صحیح
۱۹۷ / ۶	مذہب	مذاہب
۱۹۸ / ۴	یاؤسیلان	یاؤ سیلان
۲۰۰ / ۹	ناگاری	ناگا جاری
۲۰۳ / ۶	کتب ختہ	کتب خانہ
۲۱۶ / ۱۷	سالاری کا قزعہ	سالاری کا قرعہ
۲۲۵ / ۲	صنعی	صنعتی
۲۲۵ / ۱۰	مدرگار	مددگار
۲۲۶ / ۲	سنہ ۲۹ف	سنہ ۴۵ف
۲۲۷ / ۱۷	دریا ہال	دربار ہال
۲۲۷ / ۵	لا ہوا۔	ملا ہوا
۲۲۹ / ۱۳	ترمیم	ترسیم
۲۳۳ / ۹	مشرقی	مغربی
۲۳۳ / ۱۰	مغربی	مشرقی
۲۳۶ / ۱۸	آعاز	آغاز
۲۳۷ / حاشیہ ۳	مجھے	مجھسے
۲۳۸ / ۶	محفوط	محفوظ
۲۳۹ / ۱۱	پرنس	پرنسس
۲۴۱ / ۱۷	یا پنا	بلی۔ یا۔ پیا
۲۴۵ / ۶	عہددان	عہدہ داران

www.taemeernews.com

فہرست ابواب

حصہ	ابواب	مضمون	صفحہ
حصہ اول مراتب ابتدائی	باب ۱	وجہہ تصنیف	17
		حالات جغرافی	26
	باب ۲	تاریخ قدیم	35
	باب ۳	تقسیم ضلعبندی	68
حصہ دوم انتظام مال	باب ۴	مالگزاری اراضی	82
		حالات تعلقداران ضلع	91
	باب ۵	زراعت	109
	باب ۶	آبپاشی و تعمیرات	114
		نظام سائر	120
	باب ۷	جنگلات	133
	باب ۸	کروڑگیری	139
حصہ سوم انتظام مملکت	باب ۹	عدالت	142
	باب ۱۰	پولیس	147
حصہ چہارم امور عامہ	باب ۱۱	تعلیمات	156
		کتب خانہ	167

008 www.taemeernews.com

فہرست ابواب

حصہ	ابواب	مضمون	صفحہ
حصہ چہارم امور عامہ	باب ۱۲	صنعت وحرفت	171
		کارخانہ شکرسازی	178
		مدرسہ صنعت وحرفت	182
	باب ۱۳	تجارت	187
	باب ۱۴	طبابت وحفظان صحت	194
		دارالمجذومین	200
	باب ۱۵	ٹپہ خانہ	209
حصہ پنجم متفرق	باب ۱۶	معابد ومقابر	212
	باب ۱۷	شعور عامہ یعنی بیداری	228
	باب ۱۸	عمارات عامہ	261
	باب ۱۹	تفریح گاہیں	262
	باب ۲۰	مشاہیر	274
		تصاویر	293

www.taemeernews.com

پیش لفظ

از

جناب معظم عبدالمجید صاحب صدیقی

پروفیسر تاریخ جامعہ عثمانیہ

دکن ایک تاریخی سرزمین ہے ۔ قدیم زمانے میں دکش یا دکشنا پٹھ کی اصطلاح میں وہ تمام ملک شامل تھا جو ہندھیاچل سے راس کماری تک پھیلا ہوا ہے یعنی جنوب کاویری کے علاقے جنکو ہم تامل اور کیرلا کہتے ہیں اس سے علحدہ نہ تھے ۔ لیکن قرون وسطی میں جب مسلمان فاتحوں نے یہاں اپنا علم نصب کیا دکشن کے معنی بہت بدل گئے اور اب دکن صرف اس سرزمین کو کہتے ہیں جو شمال میں بالاگھاٹ سے شروع ہوکر دریائے تنگبھدرا یا زیادہ سے زیادہ دریائے کاویری پر ختم ہوجاتی ہے گویا دکن اس سطح مرتفع کا نام ہے جو اپنی مختلف بلندیوں کے ساتھ بالاگھاٹ سے تنگبھدرا اور مشرقی اور مغربی گھاٹوں کے درمیان پھیلی ہوئی ہے اور یہ وہی سرزمین ہے جس پر آج سلطنت آصفیہ کا مقدس پرچم لہراتا ہے ۔ اگرچہ دیکھنے کو اس کا دائرہ محدود معلوم ہوتا ہے لیکن اس کی تاریخی وسعت بہت ہے اس میں صدیوں کی تاریخ چھپی ہوئی ہے

www.taemeernews.com

جوں جوں قدیم آثار اور تاریخی شواہد آنکھوں کے سامنے آرہے ہیں معلوم ہوتا ہے قبل تاریخی زمانے سے عہد حاضر تک اس ملک نے تاریخ و تمدن کی بڑی خدمت کی اور ہر زمانے میں اپنے گہرے نقوش چھوڑے بعض نشانیوں سے ایسے زمانے کا بھی پتہ چلتا ہے جو ہم سے ہزاروں سال پیچھے تھا اور اس میں ایسی قوم بستی تھی جن کے انسانی اور سماجی خد و خال ابھی علمی گرفت سے باہر ہیں۔ لیکن اس تاریکی کے باوجود یہ ماننا پڑتا ہے کہ قبل تاریخی زمانے میں بھی یہاں ایک یا کئی قومیں ایسی بستی تھیں جو اس ملک کی عمرانی خدمت کرتی تھیں۔

لیکن اس ملک کی تاریخ اس وقت سے شروع ہوتی ہے جبکہ دراوڑی قوموں نے یہاں تمدن کے دیئے روشن کئے دکن اصل میں دراوڑی قوموں کا گہوارہ ہے یہاں قدیم زمانے سے ہی قومیں آباد تھیں اور بعض آریوں کی وجہ سے شمال کو خیرباد کہہ کے یہاں آکر بس گئیں قبل مسیح زمانہ جبکہ دراوڑی قوموں کا ایک نیا سیلاب شمال سے دکن آیا ہے بہت تلاطم خیز تھا کیونکہ اس وقت ان قوموں کی بقا کا سوال تھا ابھی ماضی میں ان لوگوں نے آریوں کے مقابلہ میں اپنے کو زندہ رکھنے کی کوشش کی چھوٹی اور بڑی راجدھانیاں قائم کیں جو ان کے بچاؤ کے لئے ضروری تھیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے جس قوم نے سب سے پہلے دکن کی سیاسی و تمدنی رہنمائی کی وہ کنڑی قوم ہے۔ یہی قوم سب سے پہلے کرناٹک سے اُٹھی اور تمام دکن کے منتشر اجزا کو یکجا کر کے بڑی سلطنتیں قائم کیں۔ اس سے

نہ صرف ان قوموں کی حفاظت ہوئی بلکہ ملک کی تمدنی خدمت ہوئی ۔ چنانچہ قبل مسیح دور میں آندھرا خاندان اور چھٹی صدی عیسوی سے چالوکیہ اور راشٹرکٹ خاندانوں نے اپنا علم نصب کیا اور ان کے زوال کے بعد ان کے کئی پسماندگاں اور صوبہ داروں نے ان کی خوشہ چینی کی ۔ یہ تمدنی مرکز سطح مرتفع دکن کے ہر گوشہ میں پائے جاتے ہیں ۔

جب تیرہویں صدی کے آخری عشرہ میں مسلمان حملہ آور اور فاتح یہاں آئے تو ان کے ساتھ ایک نیا ذہنی اور سیاسی انقلاب آیا جس نے چودھویں صدی میں اس ملک کی کایا پلٹ کردی ۔ اس کو دکن کا عہد آفریں زمانہ کہنا چاہئے جبکہ مسلمانوں نے یہاں اپنے جدید اصول معاشرت و سیاست کے ساتھ اپنی سلطنتیں بنائیں اور ان کے ذریعے دکن کی غیر معمولی علمی و تمدنی خدمت کی ۔ گہری نظر سے معلوم ہوتا ہے کہ اس نئے تمدن کی زمیں دوز نہریں نہایت سرعت کے ساتھ دکن کے طول و عرض میں پھیل گئیں اور دو ایک صدی کے اندر اس کی سیاست اور معاشرت کو ایسا متاثر کیا کہ اس کا صحیح اندازہ لگانا مشکل ہے ۔ پہلے بہمنی سلطنت قائم ہوئی جو تمام دکن پر چھا گئی اور اس نے دکن کے تمام جغرافیوں اور قومیتوں کو متاثر کیا اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ جب سلطنت بہمنی کا شیرازہ بکھرا تو اس کے مختلف اجزا چھوٹی سلطنتوں

کی صورت میں دکن کے مختلف صوبوں میں رہ گئے اور اپنی مربی سلطنت کے نقش قدم پر چلنے لگے چنانچہ ان کے مرکز جہاں تمدن کی صدہا فشانیاں پائی جاتی ہیں۔ برار۔ مہاراشٹر۔ کرناٹک اور تلنگھانے میں موجود ہیں۔ اور پچھلا زمانہ یاد دلاتے ہیں۔

سترھویں صدی سے دکن میں پھر ایک نیا سیلاب آیا جس کے پیچھے پیچھے مغل شہنشاہ تھے۔ اگرچہ ان فاتحوں کا دیرینہ منصوبہ یہ تھا کہ دکن کو بھی شمالی شہنشاہیت میں ضم کریں لیکن یہ ایسا پورا نہیں ہوا جیسا وہ چاہتے تھے اکبر و شاہجہاں صرف شمالی دکن کو مسخر کرسکے اور مغل عملداری قائم کی اور شہنشاہ اورنگ زیب نے جس کا فاتحانہ جذبہ اس کے پیشروؤں سے کہیں زیادہ تھا جنوبی دکن کو بھی مسخر کرلیا لیکن یہ عالمگیری فتوحات زیادہ دیرپا ثابت نہیں ہوئیں۔ شہنشاہ کے انتقال کے بعد ہی ان فتوحات کا شیرازہ بکھرنے لگا۔ لیکن ہم اس بات کو فراموش نہیں کرسکتے کہ مغل سیلاب کے ساتھ سیاست و معاشرت کی جو جدید تحریکیں آئی تھیں وہ دکھنی تمدن میں بہت کچھ جذب ہوگئیں ان تحریکوں کے بھی جدید مرکز پیدا ہوگئے جہاں مغل شہنشاہوں اور ان کے

سپہ سالاروں نے اپنا پڑاؤ ڈالا تھا وہ بھی آج تمدن کے بڑے مخزن ہیں اور شمال سے لیکر جنوب تک ہر جگہ پائے جاتے ہیں اور اس کا اثر دور دور تک محسوس ہوتا ہے ارباب سیاست کے علاوہ علما، شعرا اور صوفیہ کا ایک جگھٹا تھا جو قدیم اور جدید مسلمان فاتحوں کے ساتھ آیا اور دکن کے ہر حصہ میں پھیل گیا۔ ان کے بوسیدہ در و دیوار اور مقبرے تمدن کے بڑے مرکز ہیں مغل یورشوں کا ایک بڑا نتیجہ موجودہ سلطنت آصفیہ بھی ہے جو اس وقت پرانی اور نئی آب و تاب کے ساتھ قائم ہے اور قدیم اور جدید دونوں تمدنوں کا سنگم ہے۔ اس سلطنت ابد مدت نے ایک طرف قدیم تمدن کی حفاظت کی تو دوسری طرف جدید تمدن کے لئے دروازہ کھول دیا اور اس کی بدولت آج دکن میں کئی تمدنی مرکز قائم ہو گئے اور ہو رہے ہیں۔

تاریخ دکن کے اس سرسری مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کا ہر زمانہ تاریخی تھا اور ہر دور میں تاریخ و تمدن کے بڑے بڑے مرکز پیدا ہو گئے جن سے آس پاس کی زمینیں اور آبادیاں سیراب ہوئیں اور یہ تمام سطح مرتفع دکن پر پھیلے ہوئے ہیں۔ یہ کچھ قبل اسلامی زمانے کے ہیں اور کچھ مسلمانوں کے پیدا کئے

ہوئے ہیں۔ اور ان کے آثار جن میں قلعے محل مساجد و منادر مقبرے سب ہی طرح کی چیزیں ہیں اپنے زمانہ کی یاد تازہ کرتی ہیں۔ یہ کہنا مبالغے سے خالی نہیں ہے کہ سلطنت آصفیہ کے طول و عرض میں اسوقت جو تاریخی مقامات پائے جاتے ہیں۔ شاید ہندوستان کے کسی ایک خطے میں استنے نہ ملیں ان میں اکثر مقامات ایسے ہیں جو ایک زمانے میں خود راجدھانیاں تھیں بعض مقامات ایسے ہیں جو صوبہ داروں اور مقامی عہدہ داروں کے مستقر تھے اور بعض علماء و فضلا اور صوفیہ کے مسکن و مامن تھے جن کے حلقوں میں صدہا طلبہ اور عقیدتمند جمع ہوتے اور علمی و روحانی فیض پاتے تھے ان کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کر سکتی۔ یہ اہل تاریخ کا فرض ہے کہ ایسے تمام مقامات کو جہاں تاریخ کے خزانے چھپے ہوئے ہیں روشنی میں لائیں اور آنکھوں سے اوجھل نہ ہونے دیں۔

ملک کے بعض ہمدردوں نے جن کو تاریخ کا صحیح ذوق تھا ایسے تاریخی مقامات کو روشنی میں لانے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ قاضی قطب اللہ صاحب نے تاریخ بیڑ اور عبدالرزاق صاحب نے تذکرہ نرمل۔ منشی امیر حمزہ صاحب نے تاریخ کولاس اور تاریخ قندھار۔ مولوی عبدالوہاب

صاحب عندلیب نے حالات بیدر۔ اور نواب فرامرز جنگ بہادر نے تاریخ اودگیر لکھی اور نواب صاحب موصوف کے ایما سے مولوی عبدالرحیم خاں صاحب نے مرقع کرناٹک ترتیب دیا جس میں تمام کرناٹک کے حالات ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ ان تاریخوں سے بہتر آثار تاریخی مواد جمع ہو گیا اور ہمیں ان مورخوں کا ممنون ہونا چاہئے۔ لیکن ابھی بہت کام باقی ہے ابھی بیسیوں مقامات ضلعے اور تعلقے ایسے ہیں جن کی تاریخ روشنی میں آنی چاہئے تاکہ دکن کی گزشتہ عظمت آنکھوں کے سامنے آئے اور اس کی روشنی میں مستقبل کا صحیح اندازہ ہو سکے بڑی خوشی کی بات ہے کہ مولوی غلام احمد صاحب ناطقی وکیل نے نظام آباد دکن کے نام سے ضلع نظام آباد کا ایک اچھا تاریخی مرقع ترتیب دیا ہے جو ہر طرح قابل قدر ہے۔ یہ ایک اچھے مورخانہ انداز میں ترتیب دیا گیا ہے جو ایک گیڈ اور گزیٹیر سے بہت زیادہ ہے اس میں نظام آباد سے متعلق جغرافی اور تاریخی مواد کے علاوہ سیاسی۔ معاشی۔ معاشرتی علمی اور تعمیری غرض ہر قسم کے معلومات جمع ہیں اور میری دانست میں اس سے پہلے کسی مقام کا ایسا جامع مرقع شائع نہیں ہوا۔ اس مرقع سے پہلے کسی کو خیال نہ تھا کہ نظام آباد میں اس قدر تاریخ چھپی ہوئی ہے اور یہ اپنے

لایق باشندوں اور بیدار مغز عہدہ داروں کی رہنمائی کی بدولت اس قدر ترقی پذیر ہے اور یہ اندازہ ہوتا ہے کہ پچھلے دس بیس سال کے دوران میں اس ضلع نے بہت ترقی کر لی اور اس کی خوش آیند ترقیاں اس بات کی شاہد ہیں کہ نظام آباد آگے چلکر ایک بڑا شہر ہو جائے گا..... غلام احمد صاحب کی جستجو اور تلاش قابل داد ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ مولوی صاحب ایک اچھے مورخ ہیں۔ مجھے امید ہے کہ..... صاحب موصوف سے دوسروں کی رہنمائی ہوگی۔

عبد الحق

حمایت نگر روڈ۔ حیدر آباد دکن

۱۵ مئی سنہ ۱۹۴۰ء

۷ ربیع الثانی سنہ ۱۳۵۹ھ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وجہ تصنیف

قابل تعریف تو وہی ایک ذات تعالیٰ (سبحانہ) ہے جس کا میزان عدل اعمال کا صحیح توازن کرتا ہے اور جس نے تاریخ امم کو عالم کی فلاح وبہبود کیلئے آخری پیغام لانیوالے کے ذریعہ ہم تک پہونچایا تاکہ اہل بصیرت اُسکے نتائج پر غور وفکر کرکے راہ مستقیم پر چلیں ایسے پیغام لانے والے پر کائنات عالم کا درود اور سلام ـــــــ

دعا خیر وبرکت۔ اقبال وقوت اور جاہ وحشم خسرو دکن میر عثمان علیخان خلد اللہ ملکہ وسلطنتہ آصف سابع کے لئے جس کی بیدار مغزی ورعایا پروری سیاست وکیاست تاریخ عالم میں اپنی آپ نظیر ہے۔ امابعد ـ

ضلع نظام آباد کو سلطنت آصفیہ کے پندرہ اضلاع پر جو امتیاز نظام ساگر و کارخانہ شکر سازی کی وجہہ سے حاصل ہے اوس سے یہاں کا حال و مستقبل نہایت شاندار نظر آرہا ہے یہی وجہہ ہے کہ ہر شخص یا تو بغرض حصول معلومات فنی یا بغرض سیر وتفریح حدود ارضی نظام آباد میں داخل ہونے کا متمنی ہے۔

یہاں جب کوئی سیاح آتا ہے تو ماضی کے حالات و واقعات سے وہ قطعاً بے خبر رہتا ہے۔ جس سے نہ تو اسکی سیاحت کا مقصد پورا ہوتا ہے اور نہ ضمنی معلومات میں کوئی مدد ملسکتی ہے اسیطرح جب کوئی عہدہ دار یا ملازم سرکار اپنی خدمت کا جائزہ لیتا ہے تو وہ یہ نہیں جانتا کہ ماضی کس رنگ میں گزرا۔

مستقبل کی ہر جہتی ترقیوں کے لئے ماضی کا پیش نظر رہنا بھی ضروری ہے تاکہ موجودہ اور آئندہ نسلیں اپنے اسلاف کے کارناموں کو دیکھیں و نیز ہر عہدہ دار اپنے پیش رو کے حالات پر نظر ڈالکر غور کرے کہ ملک و مالک کی سچی خدمت گذاری کے لئے وہ کس ہمت کو عملاً اختیار کریگا۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ ہمارے **جلالت الملک خسرو دکن میر عثمان علیخان** خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ نے اس ضلع کے لئے خزانہ شاہی کے دروازے کھولدئے ہیں اور تقریباً چھ کروڑ روپیہ یہاں کی خوشحالی کی ضمانت میں خرچ ہو چکا ہے تو کیا ہر عہدہ دار پر یہ فرض عاید نہیں ہوتا کہ وہ اپنے پیش رو کے زمانہ کا۔ فرمائی سے بہتر زمانہ اپنے لئے مہیا کرے؟ یہاں تک کہ تبادلہ کے بعد اسکے اچھے کارنامے اس کو زبان زد خلایق بنا رکھیں جو اسکی عین کامیابی کی دلیل ہے۔ علاوہ ازیں باشندگان نظام آباد پر بھی ایک فرض عائد ہوتا ہے کہ وہ آگے بڑھیں اور جو کچھ انکی فلاح و بہبود کی خاطر عالم وجود میں آیا ہے اس سے خود استفادہ کرتے ہوئے دوسروں کو بھی

مستفید کریں۔ تاکہ وہ اپنے مالک حقیقی و مالک مجازی کے عملاً متشکور نظر آئیں۔ ان مقاصد کو پایۂ تکمیل تک پہونچانے کیلئے ضرورت ہے کہ کوئی معیار ترقی سامنے ہو کیونکہ ہر فریق یہی سمجھتا ہے "ہم آگے بڑھ رہے ہیں"۔

حالانکہ بسا اوقات ایسا نہیں ہوتا۔ اس حقیقت کی کسوٹی یہی ہے کہ ماضی کا مقام معلوم کرلیا جائے۔ اور حال نظروں کے سامنے رہے۔ میں نے آجتک ہر فرد بشر کو یہی کہتے سنا کہ وہی تنہا مالک کا سچا بہی خواہ اور ملک کی ترقی کا واحد علمبردار ہے۔ لیکن جب کبھی گہری نظر سے دیکھا تو مدعی کا ذرہ برابر حصہ ملک کی ترقی میں نظر نہ آیا۔ لہذا ضروری ہے کہ ہر ایسے مدعی کے روبرو شکستہ درو دیوار اُجڑے ہوئے کھنڈر زمین سے نکلے ہوئے ڈھیر اور مدفون خزانے رکھدیئے جائیں تاکہ وہ اس پر نظر ڈالکر اپنے ضمیر سے خود ہی سوال کرے کہ اسکا دعویٰ ترقی کس حد تک حق بجانب ہے اور زمانہ ماضی جسے وہ اپنے زعم باطل میں ناتراشیدہ بنجر دماغوں کی پیداوار سمجھہ رہا ہے اس برقی روشنی کے زمانے سے بدتر تھا یا بہتر۔ اگر اسکو فی الحقیقت ماضی کے مقابل حال درخشاں اور امید افزا معلوم ہو تو بلاشبہ اسکے تمام دعاوی نہ صرف قابل تسلیم بلکہ وہ خود لائق ستائش ہے۔ اگر یہہ صورت حال نہیں تو اس کو ایک مرتبہ اپنی نئی روشنی کی ڈگریوں پر جو

بظاہر خیرہ کن اور یہ باطن قاطع بصارت، نیز دماغ کو معطل کرکے فلاح کی سد راہ ہیں) ماتم کرتے ہوئے ٹھنڈی صحت بخش اور منفعت رساں روشنی پیدا کرنے کی جستجو میں اپنی اعلیٰ التعلیم۔ و ذاتی قابلیت سے ہر جہتی ترقیوں کا ثبوت دینا چاہیئے۔ تاکہ دنیا دیکھ لے کہ ماضی کے مقابل حال بہتر ہے اور مستقبل بہترین رہیگا۔

جب کبھی کسی قوم نے منزل ترقی کی جانب رُخ کیا تو وہ تاریخ ماضی کی عینک لگا کر ہی آگے بڑھی۔ اور جب تک منزل مقصود پر نہ پہونچی دم نہ لی کیونکہ ماضی اسکے پیش نظر تھا۔ وہ یہ محسوس کر رہی تھی کہ حال کو بہترین بنانے کیلئے آگے بڑھ کر ہی بلند ترین مقام حاصل کرنا ہوگا۔ ۱۳۱۲ف میں میرے والد حضرت محمد دستگیر نابیطی (اللّٰهمّ اغفر وارحم) سررشتہ داری عدالت ضلع نظام آباد پر آئے تو اسی سلسلہ میں نہ صرف تیس ۳۰ سال سے یہیں سرزمین نظام آباد پر سکونت پذیر ہوں۔ بلکہ آثار قرائین بتلاتے ہیں کہ جسطرح اپنے چھوٹوں اور بڑوں کو اسی خاک کے سپرد کرچکا ہوں شاید خود بھی اس زمین کا پیوند ہو کر رہوں۔ ایسی حالت میں جبکہ میرا دماغ گوشت پوست سب کچھ نظام آباد کی آب و ہوا اور غذا کے پرورش یافتہ ہیں تو مجھ پر یہ فرض عاید ہوتا

تھا کہ میں حتی المقدور اپنے وطن کی کچھ نہ کچھ خدمت کروں
مجھکو اس فرض کا احساس اور زیادہ ہوگیا۔ جبکہ محترم
مرزا احمد بیگ صاحب نے ۱۳۴۰ف میں مجھسے فرمایا!
"آپ کو نظام آباد کی تاریخ لکھنی چاہیئے" بس اُسی تاریخ
سے میں نے اس تاریخ کے لئے تاریخ ماضی کی ورق گردانی
شروع کردی اور یہہ سمجھ کر قلم کو متحرک کیا کہ تھوڑے
ہی عرصہ میں منزل مقصود حاصل کرلوں گا۔ لیکن معلوم ہوا
کہ خود غلط بود انچہ ما پنداشتیم
نواں سال ختم ہورہا ہے مگر نظام آباد کی تاریخ ہنوز
تاریخ ہلالی کا غرہ بنی ہوئی ہے۔ اور مرا دس دوڑ کے
بعد جس کو میں اپنی انتہائی منزل سمجھکر ذرا دم لیتا ہوں
اور غور کرتا ہوں تو اپنی محنت کو ابتدائی تاریخ کی
منزل اول پر ہی پاتا ہوں۔ جس کے بعد اپنی بے مائیگی
کا اعتراف کرکے تاریخ کا نام لیتے ہوئے شرماتا ہوں
اس نتیجہ کے بعد میں نے قطعی ارادہ کرلیا تھا۔ کہ اب کبھی
تاریخ کا نام نہ لونگا۔ لیکن مورخ کہلانے کا شوق جو دامنگیر
ہوچکا تھا۔ اس لئے نفس امارہ نے نہ مانا اور مجھے اس کتاب
کی اشاعت پر مجبور کردیا۔ چونکہ میرا نفس شروع ہی
سے دماغی کاوشوں کے ذریعہ ناموری کا متمنی بنا ہوا ہے
اسلئے مجھکو اس نے کہا کہ جو کچھہ مواد محنت شاقہ سے تونے

جمع کیا ہے اس کو شائع کردے تاکہ آئندہ مورخ کیلئے ایک نقش راہ ہوجائے۔ جس طرح کہ تیرے عزیز مرحوم محمد عبدالسلام نے "حالات نظام آباد" ۱۹۴۳ء میں شائع کیا تھا۔ جس سے تونے رہنمائی حاصل کی۔ یا تاریخ فرشتہ گلزار آصفی۔ تاریخ نزل دکولاس۔ رپورٹ ہائے محکمہ آثار قدیمہ وغیرہ سے تونے مدد لی اسی طرح ممکن ہے کہ آئندہ مورخ تیری ناچیز دماغی کاوشوں سے کچھ نہ کچھ حاصل کرہی لیگا۔ اور مزید معلومات کی فراہمی کا موقع اسکے ہاتھ آجائیگا۔" پس نفس کی اس آواز نے موجودہ مواد ایک مختصر سی کتاب کی صورت میں شائع کرنیکی جرأت مجھکو دلائی — (خدا میری غلطیوں اور گناہوں کو معاف کرے)

یہ حقیقت ہے کہ تاریخ کا لکھنا فرد واحد کا کام نہیں جبتک کہ ہر طرف سے دستگیری نہ ہو۔ پس سینکڑوں دماغوں کی چھینوں سے چھن کر وہ مکمل کہلاسکتی ہے اسلئے میری ہمت نہیں ہوئی کہ اس کتاب کو "تاریخ" کے زرین نام سے موسوم کروں۔ لہذا اس کتاب کو "نظام آباد" کے نام سے موسوم کرتے ہوئے آنیوالے مورخ کے لئے تاریخ کے نام کو چھوڑ دیتا ہوں۔

مجھکو اس بات کا اعتراف ہے کہ ان اوراق میں بہت کچھ غلطیاں اور بہت کچھ بھول چوک میری فطرت بشری

کے سبب ضرور نظر آئیگی جس کی اصلاح کرانا ہر اُس انسان کا فرض ہے جو اوس کو معلوم کرے۔ تاکہ نظام آباد کی تاریخ صحیح معنے میں مکمل ہو جائے۔ پس ہر نقاد سے میری التجا ہے کہ جو کچھ اوسکو معلوم ہے۔ اوس سے بحوالہ اسناد اس ناچیز کو مطلع کر دے۔ یا کتب خانہ عثمانیہ نظام آباد میں معلومات کا ایک نوٹ بطور ضمیمہ اس کتاب میں شریک کرا دے۔ تاکہ آئندہ طبع ثانی یا آئندہ مورخ اون قیمتی معلومات سے مستفید ہو کر نظام آباد کی تاریخ کو صحیح معنے میں مکمل کریں۔

آخر میں اس امر کو واضح کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں نے ان اوراق میں حق و صداقت کو اُجاگر کرنیکی کوشش کی ہے اگر وہ کسی کو کڑوی لگے تو یہ میرا قصور نہ ہوگا۔ بلکہ اُسکو الحق مُرٌّ کی کسوٹی سمجھی جائے۔ بحیثیت ایک مورخ کے جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ بلاشبہ عوام کے خیالات کا عکس ہے۔ اگر کسی شخصیت کو چند افراد نے بُرا کہا اور عوام الناس نے اچھا تو میں نے عوام الناس کی آواز کو جگہ دی! اسی طرح اسکے برعکس۔

یہ حسن اتفاق ہے کہ میں تقریباً بیس سال سے ملی و قومی خدمت گذاری کا مدعی ہوں اور میں ہی نظام آباد کے تاریخی حالات کو محفوظ کر رہا ہوں۔ اس سلسلے میں بعض ایسے واقعات کا تذکرہ بھی کرنا پڑا جسمیں میری ذاتی کاوشوں کو دخل تھا

جنکو میں بحیثیت نمائندہ رعایا مفاد عامہ کے لئے ازبس ضروری سمجھتا رہا۔ کیا عجب کہ اسکو پڑھ کر ناظرین مجھکو خودستائی کا ملزم قرار دیں۔ بلاشبہ فی الوقت تو یہہ الزام صحیح ہوگا لیکن نہ صرف آنیوالے مورخ کے لئے یہہ جنیاد ممد و معاون ثابت ہوگی بلکہ آنیوالی نسل کے سامنے میں اپنے فرایض منصبی سے کچھہ نہ کچھہ بری الذمہ ہوجاؤں گا۔

اس دیباچہ کو بغیر اظہار تشکر ختم کردوں تو انتہائی احسان [illegible] ہوگی۔ پس میں اون تمام حضرات کا مشکور ہوں جنہوں نے ان اوراق کے لئے مجھکو مواد عطا فرمایا جنمیں سب سے زیادہ قاضی فصیح الدین احمد صاحب و سید ولایت [illegible] صاحب اگزیکٹو انجنیر اور غلام افضل صاحب مہتمم پولیس [illegible] صاحب جنگلات ناظم صاحب کروڑگیری و معتمد صاحب [illegible] س عالیہ عدالت و ناظم صاحب ٹپہ۔ مددگار ناظم زراعت وغیرہ ہیں جنکی مہربانیوں سے مجھکو زمانہ گذشتہ و موجودہ کا مواد مل گیا اور میرے عزیز بھائی حاجی محمد عبدالحفیظ صاحب کا بھی بیحد مرہون منت ہوں جنکی حسن توجہ و محنت شاقہ میری ہر اشاعت میں ممد و معاون رہتی ہے و نیز قاضی زین العابدین صاحب اول تعلقدار وقت کا بھی بیحد مشکور ہوں۔ جنکے زمانہ میں گوشہ عافیت نے مجھ کو اتنی فرصت دی کہ تصنیف میں کوئی رکاوٹ ہی پیدا

نہ ہو سکی۔ اگر وہ امداد اور یہ واقعات شریک حال نہ ہوتے۔ تو شاید ہی میں اس کتاب کی اشاعت کے قابل ہوتا۔

مجھ کو توقع ہے کہ عطیہ مواد کے نتائج کو دیکھنے کے بعد طبع ثانی یا آنے والے مورخ کے لئے ہر سررشتہ اس سے زیادہ مواد بہم پہنچانے کی سعی کرے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ؕ

تاریخ امرداد ۱۳۴۰ ف

نظام آباد

کاشانہ

خاکسار
غلام احمد نائطی
وکیل

بنام جہاندار جان آفریں

نظام آباد (دکن)

حصّہ اول

مراتب ابتدائی

باب ۱

جغرافی حالات

نام — اس مقام کا نام اندر دلبھا اندر سوم (جو راشٹر کوٹ کے خاندان کا راجہ تھا) کی مناسبت سے اندر پور تھا۔ کثرت استعمال سے اندور ہوگیا۔ ۱۳۱۴ف میں جبکہ ریلوے اسٹیشن قائم ہوا تو اندور اسٹیٹ ریلوے اسٹیشن کے ہم نام ہونے کی وجہ سے حسب تحریک مسٹر بزوجی تعلقدار وقت بانی سلطنت دکن کے نام سے اسکو نظام آباد سے موسوم کیا گیا۔ ایک اور مقام شمالی ہند میں اسی نام کا ہے (جو گوجرانوالہ وزیرآباد کے قریب ہے) ضلع ربینگر تعلقہ مہسا میں بھی ایک موضع اسی نام کا ہے

محل وقوع۔ عرض البلد ۱۸۔ ۵ و ۳۰ طول البلد ۷۸۔ ۴۰ و ۹۷۔ ایک قطع ہندوستان کے جنوب میں کثیرالاضلاع پایۂ تخت بلدۂ فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن کے شمال مغرب (۱۰۴) میل فاصلہ پر (۱۸۲۷) مربع میل کے پھیلاؤ میں حدود اربعہ ذیل کے ساتھ قائم ہے۔

شمال دریائے گوداوری و اضلاع ناندیڑ۔ آصف آباد۔ مشرق میں ضلع کریم نگر جنوب ضلع میدک مغرب اضلاع ناندیڑ میدک دریائے مانجرا۔ اور مغرب و جنوب کے گوشہ میں نظام ساگر واقع ہوئے ہیں۔

سطح سمندر۔ نظام آباد کی اوسط بلندی سطح سمندر سے (۱۲۵۰) فیٹ ہے۔

زمینی کیفیات یہاں پر کالی رگڑی زمین یعنی سیاہ رنگ کی مٹی مثل مرہٹواری کے جس کو سیاہ پتھر کی بوسیدگی و تحلیل کا نتیجہ سمجھا جاتا ہے۔ اور چلکہ سرخ رنگ کی چونہ دریت ملی ہوئی مثل تلنگانہ کے پائی جاتی ہے۔ دریائے گوداوری کے قریب علاقہ مرہٹواری سے ملے ہوئے تعلقات بودھن۔ بانسواڑہ و نظام آباد میں اول الذکر زمین کا حصہ زاید ہے۔ اور آرمور کاماریڈی میں تلنگانہ کے مماثل زمین کی کثرت ہے۔ تلنگانہ و مرہٹواری کے مشترک خصایص نہ صرف تقسیم اراضی میں ہیں۔ بلکہ تمدن معاشرت اور زبان میں بھی بہت کچھ میل ہے۔

آب و ہوا۔ آب و ہوا خوشگوار اور معتدل ہے گرمی کا اوسط (۱۰۴) ہے۔ تو سردی میں (۴۰) تک پارہ اترتا ہے۔ بارش کا اوسط (۳۴) انچ ہے۔ نہر نظام ساگر کی وجہ مچھروں کی زیادتی ملیریا کی شدت کا باعث ہوتی ہوئی نظر آرہی ہے۔

دریا۔ گوداوری جو اہل ہنود کا ایک مقدس دریا ہے جسکی حیثیت دکن میں درجہ دوم کی ہے جو مغربی گھاٹ ناسک کے قریب موضع چندور سے نکلکر مستقر ضلع

ناندیڑ سے گذرتے ہوئے جنوبی سمت کو بہتے بہتے موضع سنگم تعلقہ بانسواڑہ سے اپنا رخ شمال کی طرف پھیر لیتا ہے۔ اور اسی مقام پر دریا رمانجرا کا سنگم ہوتا ہے۔ یہاں سے (۸۰) میل طول یہ دریا اس ضلع میں بہتا ہے۔

دریائے مانجرا:۔ یہ بھی اہل ہنود کا ایک مقدس دریا ہے جو ضلع بیڑ تعلقہ پاٹوڈہ سے نکلکر اضلاع بیڑ و ناندیڑ و بیدر و میدک سے (۳۸۷) میل کی مسافت طے کرکے دریائے گوداوری میں بمقام موضع سنگم گرتا ہے۔ جس کا رخ شمال شرق سے جنوب شرق کی طرف ہے اسی دریا کو منبع سے (۳۰۴) میل کے فاصلہ پر روک کر نظام ساگر کا عظیم الشان بند بنایا گیا ہے۔

جھیل:۔ پچیس سال قبل مورخ کے قلم سے یہ جملہ نکلا تھا کہ "ملک سرکار عالی میں کوئی مقام ایسا نہیں ہے جسکو جھیل کے نام سے موسوم کیا جائے"۔ لیکن عہد عثمانی کے زرین کارناموں میں نظام ساگر کا ذکر اس عنوان کے تحت مورخ کے قلم سے نکل رہا ہے۔ کیا شاندار ہے۔ عہد عثمانی اور کیسا مبارک ہے مفاد رعایا کا یہ کام کیسے ہوشمند ہیں نواب علی نواز جنگ بہادر چیف انجینیر دکن اور کسقدر خوش نصیب ہے مورخ کا قلم۔ جو سب سے پہلے اس کا ذکر تاریخ میں کر رہا ہے نظام ساگر جس کی سطح آب کا پھیلاؤ تقریباً (۵۰) مربع میل ہے اور اسکی گہرائی (۱۰۹) فیٹ ہے جسکی نہریں یکہزار یکصد و نوے "۱۱۹۰" اٹھانوے میل طولانی ہیں اور جس کا منبع دریا رمانجرا ہے اس عنوان کے تحت درج کرنے میں کوئی تامل ہو سکتا ہے؟

ندیاں:۔ پانگرہ کی ندی جو تعلقہ نظام آباد آرمور میں رواں ہے یڈلا کٹ داگو تعلقہ کاماریڈی میں بہتی ہے یہ چھوٹی چھوٹی ندیاں اور بڑے نالوں کی صورتیں ہیں۔

پہاڑ:۔ اس ضلع میں کوئی پہاڑ قابل ذکر نہیں۔ چھوٹے چھوٹے پہاڑ نظام آباد۔

آرمور اور بانسواڑہ میں موجود ہیں جنکا زنجیرہ ان تعلقات میں پھیلا ہوا ہے۔

معدنیات۔ گرانیٹ و بسالٹ کا پتھر کثرت سے ہوتا ہے۔ جو عمارتوں کے کام آتا ہے۔ لوہے کا پتھر ارمور علاقہ بھیگل میں ہوتا ہے۔ فولاد خالص کو نا سمندرم و اندوائی میں بکثرت معلوم ہوتا ہے۔ جس کے متعلق مسٹر کلا ڈیل نے گلمز آف دکن میں لکھا ہے کہ

کونا سمندرم (تعلقہ ارمور کا ایک موضع ہے) میں نہایت عمدہ لوہے ہے جو وہاں نکلتا ہے فولاد تیار ہوتا ہے۔ یہہ لوہا نہایت پائیدار ہے جو نہ صرف انگلینڈ کے لوہے سے بلکہ سوئیڈن کے لوہے سے بھی بہتر و فائق ہوتا ہے۔ ایرانی کاریگر اسکو لات خریدتے ہیں (مزید معلومات کیلئے ملاحظہ ہو باب صنعت و حرفت)

حال کی علمی تحقیقات کے لحاظ سے لوہے کے ساتھ کوئلہ بھی ضروری ہوگا۔ ایک مرتبہ ایک باولی کی کھدائی کے موقع پر مثل سونے کے ذرات درخشاں مجھ کو نظر آئے۔ میں نے اور میرے دوست محمد اسحاق مرحوم نے اسکو سونے کا معدن خیال کرکے مختلف حضرات کو بتایا لیکن اسکی ماہیت کو کوئی نہیں پہونچ سکا کہ یہ کس قسم کی دھات ہے۔ زیر بحث مقام گنج سے جانب شمال محمد اسحاق مرحوم کے اراضی کی باؤلی میں ہے (جسکو کسی ساہوکار نے خرید لیا ہے اب یہ اراضی اوسی کے قبضہ میں ہے۔

عبور و مرور۔ حیدرآباد تا ناگپور کے متعلق ۱۸۱۶ء عیسوی میں مورخ نے اسکی خراب و خستہ حالی پر ریمارک کیا ہے۔ لیکن بفضل خدا عہد عثمانی میں یہ عظیم الشان سڑک نہ صرف میل کی پختہ ہوچکی ہے۔ بلکہ دریائے گوداوری پر ایک بیش قیمت پل بھی تعمیر ہوچکا ہے (تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو باب تعمیرات)

اس طرح حدود ضلع میں (۳۴۲) میل طولانی پختہ سڑکیں موجود ہیں جس کا

الحاق حیدرآباد۔ عادل آباد۔ ناگپور۔ کریمنگر ناندیڑ سے ہوتا ہے اور اندرون ضلع مستقر تعلقہ و ڈیویژن و بند نظام ساگر کے لئے پختہ سڑکیں ہیں۔ جس پر ریلوے ٹرین دوڑتی ہے۔ ماسوا اسکے ہر قصبہ میں موزوں کی پختہ سڑکیں مرشتہ تعلقہ و کلفنڈ کی بنیادیں اور تقریباً یک ثلث مواضعات میں راستہ ہائے دیہی نظر آتے ہیں جس پر سے موٹر کار بہ سہولت گذر سکتی ہے۔ ان سڑکوں کا طول تقریباً دو سو میل ہے۔

مسافر بنگلہ۔ کل ضلع میں ۳۰ مقامات پر مسافر بنگلہ تمام ضروریات بود و باش و آرام کے حامل موجود ہیں۔ جن کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ایکسٹن بنگلہ علاقہ تعمیرات۔ نظام آباد۔ ڈچپلی۔ منچپہ۔ جینپلی۔ جنسلور۔ پرکر۔ دووگاؤں۔ دھرمورہ۔ بشرآباد۔ موسیرہ۔ بیرکور۔ رودرور۔ بھینسہ۔ بولی۔ بانسواڑہ۔ بورلم۔ گنگل۔ احمد پیٹھ۔ جاکھورہ۔ ستاپور۔ ناگاریڈی۔ پیٹلم۔ کاماریڈی۔ لنگم پیٹھ۔ ماچاریڈی۔ کلورال۔ آرمور۔ علی ساگر۔ نظام ساگر۔ بروٹی پور۔

مسافر بنگلہ بو کلفنڈ۔ علاقہ بو کلفنڈ کے بنگلہ نظام آباد۔ آرمور۔ بودھن۔ رودرور۔ بانسواڑہ۔ کاماریڈی۔ ایلوائی۔ نوی پیٹھ۔ بھکنور۔ رماریڈی نظام ساگر میں واقع ہیں۔

ہوٹل۔ نظام آباد میں کئی ہوٹل سلیقہ کے ہیں جہاں رہائش کا بھی انتظام ہے مسلم ہوٹل جوبلی رسٹورنٹ۔ جو قدیم ہے۔ اور جدید دلکشا ہوٹل عبدالرحمن ہوٹل اس کے علاوہ مختلف چھوٹے چھوٹے ہوٹل بھی ہیں۔ اسی طرح اہل ہنود کے ہوٹل متھرا بھون۔ کرشنا ولاس۔ بمبئی گجراتی وغیرہ بھی ہیں۔

چاوڑیات۔ ہر موضع میں چاوڑیات بھی ہیں جہاں مسافروں کو رہائش کا آرام مل جاتا ہے۔

رسل و رسائل۔ (۱۸۷) ٹپہ خانہ جات سرکار عالی ضلع نظام آباد کے

ناظر یہ کے ماتحت ہیں۔ کوئی انگریزی ٹپہ خانہ نہیں ہے۔ لیکن بلحاظ معاہدہ سرکارین سرکار عالی کے ٹپہ خانہ بیرون ملک سرکار عالی کے رسل و رسائل کے ذمہ دار ہیں۔ تفصیل ٹپہ خانہ باب ٹپہ خانہ میں ملاحظہ ہو۔

تار برقی ہر ریلوے اسٹیشن سے برقی پیغام رسانی کا کام لیا جا سکتا ہے۔

ریلوے

سنہ ۱۳۰۹ف میں یہاں پر ریلوے اسٹیشن کا افتتاح ہوا۔ حدود ضلع میں این۔ ایس۔ آر۔ یعنی نظام اسٹیٹ ریلوے کے (۱۵) اسٹیشن واقع ہیں۔ جسکا طول اس ضلع میں (۵۹ + ۱۷) میل ہے۔ اسٹیشنوں کے نام حسب ذیل ہیں بھکنور۔ تل مڈلہ۔ کاماریڈی۔ اپلوائی۔ سرناپلی۔ اندلوائی۔ ڈچپلی۔ نظام آباد جانکم پیٹھ۔ نوی پیٹھ۔ فخر آباد۔ علی ساگر۔ ایڈپلی۔ کارخانہ شکر سازی۔ بودھن۔ اسکے علاوہ ہر تعلقہ وڈویژن کو ریلوے موٹر بس دوڑا کرتی ہے۔

زبان۔ تلنگی فیصد (۸۰) مرہٹی فی ہزار (۱) اردو فی صد (۲۰) بولی جاتی ہے۔ اسکے علاوہ کنہڑی گونڈی۔ لمباڑی زبانیں بھی مستعمل ہیں۔

تختہ ذیل سے زبانوں کا تناسب بحساب فی دس ہزار ظاہر ہوگا

اعداد	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	کیفیت
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	تعلقہ بودھن۔ بانسواڑہ نظام آباد میں مرہٹی زیادہ بولی جاتی ہے۔

رقبہ - سنہ ۱۲۸۱ فصلی میں ضلع کا رقبہ (۶۶۴۱) مربع میل تھا لیکن ضلعبندی کے بعد کمی ہوگئی اسوقت سنہ ۱۳۴۲ ف میں کل رقبہ (۱۱۶۴۹۵۲) بگہہ یعنی (۱۸۵۲) مربع میل قرار پایا ہے ۔

مردم شماری

سنہ ۱۳۰۰ ف مطابق سنہ ۱۸۹۱ ء میں ضلع کی مردم شماری (۶۲۴۹۵۹) نفوس پر مشتمل تھی اور خانہ شماری (۱۲۸۴۲۶) سنہ ۱۳۴۲ ف میں مردم شماری (۵۲۸۴۷۲) نفوس کی قرار دیگئی ہے اور خانہ شماری (۱۳۶۱۰۲)[1]

تختہ خانہ شماری و مردم شماری سنہ ۱۳۴۲ ف

نام تعلقہ	خانہ شماری	مردم شماری
نظام آباد	۳۲۵۳۶	۱۳۱۸۱۱
آرمور	۴۷۴۶۰	۱۷۰۵۸۶
کاماریڈی	۳۱۵۷۴	۱۳۱۳۴۸
بودھن	۱۲۷۲۹	۴۷۸۳۲
بانسواڑہ	۱۱۸۰۵	۴۶۸۹۵
میزان	۱۳۶۱۰۲	۵۲۸۴۷۲

[1] رپورٹ مردم شماری سنہ ۱۳۴۰ ف کے لحاظ سے (۶۲۳۲۲۵) تعداد نفوس ظاہر ہونگے لیکن یہ اعداد اسلئے قابل لحاظ نہیں کہ سنہ ۱۳۴۳ ف تعلقہ یلاریڈی ضلع نظام آباد سے خارج کرکے ضلع میدک میں شامل کردیا ہے اسلئے صحیح اعداد سنہ ۱۳۴۲ ف کے بتلائے گئے ہیں ۔

نقشہ ذیل سے مستقر ضلع و تعلقات کی مردم شماری معلوم ہوسکتی ہے

نام مستقر	مردم شماری
نظام آباد	۲۲۰۲۹
آرمور	۷۲۷۴
کاماریڈی	۳۷۷۹
بودھن	۶۴۰۹
بانسواڑہ	۴۴۷۰

اقوام۔ قوم تو ایک ہی دکنی آباد ہے لیکن بلحاظ مذاہب۔ ہندو۔ مسلمان آریہ۔ عیسائی۔ یہاں پر رہتے ہیں۔ جنکا تناسب نقشہ ذیل سے معلوم ہوسکتا ہے

نقشہ تناسب مذاہب

سنہ مردم شماری	جملہ تعداد نفوس مستقر کی	تناسب اہل ہنود کا فی دس ہزار	تناسب اہل اسلام بحساب فی دس ہزار	تناسب عیسائی بحساب فی دس ہزار	قدیم اقوام	جین
سنہ ۱۳۰۰ ف	۴۱۲۶۶۹	۹۱۹۵	۷۸۵	۱	۰	۰
سنہ ۱۳۲۰ ف	۵۶۸۰۰۲	۹۲۱۱	۷۳۷	۱۳	۰	۰
سنہ ۱۳۳۰ ف	۴۹۷۶۵	۹۰۳۴	۷۳۷	۴۴	۰	۰
سنہ ۱۳۴۰ ف	۴۲۳۲۲۵	۸۷۱۳	۷۸۲	۲۲۲	۲۷۵	۱

معیشت۔ نقشہ ذیل سے پیشہ ور کام کرنے والوں کی تعداد معلوم ہو سکتی ہے

بذات خود کام کرنے والے	۲۱۶۸۰۴
کام کرنے والے تابعین	۱۰۵۲۸۷
زیر پرورش	۳۰۰۹۰۹
ذیلی تفصیلات: زراعت پیشہ و دھنگر	۳۵۷۴۰۴
ذیلی تفصیلات: صنعتی کام کرنیوالے	۷۳۵۱۴
ذیلی تفصیلات: مزدوری یا حمالی	۲۲۶۲۸
ذیلی تفصیلات: تجارت کرنے والے	۹۷۸۱۱
ذیلی تفصیلات: ملازمین فوج	۳۱۱۵
ذیلی تفصیلات: ملازمین سرکاری	۹۳۴۵
ذیلی تفصیلات: وکلاء و ڈاکٹری	۳۱۱۵
ذیلی تفصیلات: خانگی ملازمین	۴۳۶۱۰
ذیلی تفصیلات: متفرق پیشہ	۶۸۵۲
ذیلی تفصیلات: بیکار و معذور	۵۶۰۷

معذور و مجبور نقشہ ذیل کے دیکھنے سے معذورین کے اعداد ظاہر ہونگے

نابینا	مجنون	بہرے گونگے	جذامی
۱۰۳۲	۲۸۴	۲۸۴	۶۶۲ ف۱

تقسیم ۱۲۸۱ف میں یہ ضلع صوبہ شمالی (یعنی بیدر) کے تحت تھا۔ اسوقت (۹) تعلقات اور (۱۳۵۰) مواضعات اس کے تحت تھے بحالت موجودہ

ف۱ دار المجذومین ڈچپلی کی وجہ اسقدر تعداد ظاہر ہو رہی ہے ملاحظہ ہو باب طبابت

صوبہ گلشن آباد میدک کے تحت (۵) تعلقات اور (۷۵۲) مواضعات پر ضلع ہذا مشتمل ہے [1]

گنجائش - بلحاظ مردم شماری سنہ ۳۰ف ضلع ہذا میں فی مربع میل (۱۰۴) اشخاص آباد تھے۔ لیکن نظام آباد کی ترقیوں نے (۱۰۱) کا اضافہ کردیا ہے۔

باب ۲

تاریخ قدیم

ابتدائی تاریخ - علمائے تاریخ کو اعتراف ہے کہ ہندوستان کی ابتدائی تاریخ اسوقت تک صحیح طور پر معلوم نہ ہوسکی۔ اگر انہوں نے کچھہ پتہ لگایا تو محض رگ وید کے منتروں یا ان کے بعض مضامین سے جس میں دو ہزار سال قبل مسیح کے حالات کو قیاسی واقعات کی بنا پر مستند قرار دیا گیا اسی سلسلے میں مہابھارت سے بھی مدد لیگئی ہے جس میں بمقابلہ وید کے ذرا تفصیل سے تاریخی حالات پر روشنی پڑتی ہے۔ مہابھارت سے تقسیم ہندوستان کا اس طرح پتہ چلتا ہے کہ دریائے نربدا کے جانب جنوب ڈنڈک بن تھا جسکا حال صرف رشیوں کو معلوم تھا۔ کیونکہ وہ اس سمت کے باشندوں کو طریقہ زندگی

---

[1] - تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو باب سوم

کی اعلیٰ تعلیم دینے کے لئے اپنی خدمات صرف کر رہے تھے ۔ موجودہ نقشہ ہندوستان میں اگر دریائے نربدا کے دہانہ سے (جو بحرۂ عرب میں گرتا ہے) کلکتہ تک ایک خط مستقیم کھینچا جائے تو اس کا نچلا حصہ ڈنڈک بن ہوگا ۔ اس لحاظ سے سرزمین نظام آباد ڈنڈک بن میں واقع ہے ۔ ڈنڈک بن کے حصص لنکا، آندھرا، پانڈ، و نیز چولا کی سلطنتوں میں منقسم تھا جن میں بڑی سلطنت مہاراجہ اشوک کی تھی ۔

مہاتما بدھ کی پیدائش کے بعد (جو ۵۵۰ برس قبل مسیح ہوئی تھی) راجہ بمب سار نے جو بدھ مذہب کا پیرو تھا سلطنت مگدھ کی بنیاد ڈالی ۔ سکندر اعظم نے جب نندا راجہ کے زمانہ میں ہندوستان پر حملہ کیا تو اس وقت غالباً دکن پر اس حملہ کے اثرات نہیں پڑے ۔

سنہ ۲۰ قبل مسیح میں آندھرا سلطنت آزاد ہو چکی تھی جس کے بعد گپت خاندان کے بادشاہ چندر گپت و سمدر گپت حکمراں رہے ۔

سنہ ۶۰۹ء سے ۶۵۵ء تک چالوکیہ خاندان کی حکومت رہی اور اسی سلسلہ کے راجہ ہرش نے جنوب میں حملہ کر کے دکن کو اپنی سلطنت میں لے لیا ۔ سنہ ۶۲۰ء میں سلطنت پلی کشن کے نام سے دکن کا حصہ موسوم رہا ۔

سنہ ۶۵۰ء سے ۹۵۰ء تک دکن کے حالات کا پتہ نہیں چلتا ۔ یہ علمائے تاریخ کا متفقہ خیال ہے لیکن تاریخی خوش قسمتی ہے کہ بعض کتبات کے دستیاب ہونے کی وجہ سے ہم اس زمانے کے کچھ نہ کچھ حالات پر روشنی ڈالنے کے قابل ہو گئے ہیں ۔ سنہ ۷۵۳ء میں سلطنت راشٹر کوٹ کا پائے تخت مل کھیڑ (گلبرگہ) تھا ۔ یہ عہد

گوینده سوم کا ہے۔ اس کی تصدیق متعدد اسناد سے ہوتی ہے جو سانگلی اور دت کا کا دام کی عطا کہرڑا سے ظاہر ہے۔

سنہ ۹۱۵ء سے ۹۱۶ء تک اندر ولبھا یا نیتیا ورشا اندر سوم کا عہدِ حکومت رہا جس کا پایۂ تخت بودھن (موجودہ تعلقہ ضلع نظام آباد) تھا۔ یہہ راجہ راشٹرکوٹ کے خاندان سے تھا۔ بودھن میں ایک دیول (جو بحالت موجودہ دیول مسجد کے نام سے موسوم ہے) اس راجہ نے تعمیر کرائی تھی۔ دیول سے متعلق ایک پتھر کا ستون برآمد ہوا ہے جس کی وجہ اسکی تاریخ کا پتہ چلتا ہے۔ چنانچہ بودھن کی قدیم تاریخ کو ہم یہاں پران کتبات اور رپورٹ آثار قدیمہ سے واضح کرنا بہت ہی ضروری سمجھتے ہیں۔ امید ہے کہ واقعات ذیل شائقین تاریخ کے لئے خاص دلچسپی کا باعث ہونگے۔

سنہ ۱۳۳۴ف میں سٹہ محمد یزدانی ناظم آثار قدیمہ کی متجسس نظریں جب ایک قبر کے چبوترے پر پڑیں جہاں ایک کندہ پتھر تھا۔ جو صحن دیول مسجد واقع تعلقہ بودھن کے قبرستان میں لگا ہوا تھا۔ اس پتھر کو فوراً حاصل کرلیا گیا اور صاف کرکے اس کا چربہ راؤ بہادر نرسیموان چاریہ یم۔ اے وظیفہ یاب معتمد آثار قدیمہ ہند کے پاس بھیجدیا گیا جسکی تفصیل مندرجہ ذیل ترجمہ سے ظاہر ہوسکتی ہے۔ (ملاحظہ ہو رزولیوشن نشان ۲۱ بابتہ سنہ ۱۹۲۷ء تمم سنہ ۱۳۳۵ف محکمہ معتمدی امور عامہ سرکار عالی۔ شاخ آثار قدیمہ)

اس ترجمہ سے بودھن کی تاریخی حالت بے نقاب ہوتی ہے۔ اور اندر سوم کے (جو سنہ ۹۱۵ء سے سنہ ۹۱۶ء تک حکمراں رہا) راج کا پتہ چلتا ہے جس کے خاندان کا سلسلہ راشٹرکوٹ سے ملتا ہے اور مقام بودھن اسکا پایہ تخت

تصور کیا جاسکتا ہے۔

ترجمہ رزولیوشن

بودھن ۔ یک موضع ہے۔ یہ ضلع نظام آباد ملک سرکار عالی کا ایک تعلقہ ہے جو ایک چھوٹی سی آبادی پر مشتمل ہے۔ یہ قصبہ نظام آباد سے (۱۴) میل مغرب میں واقع ہے جس کے درمیان ایک پختہ سڑک ہے۔ یہ مقام بہت سے قدیم برہمنی اور جینی موریوں سے بھرا ہوا ہے۔ اس کی آبادی کے مشرق و شمال و جنوب میں تین بڑے تالاب ہیں اور شہر مٹی کی فصیل (جسکو کوٹ کہتے ہیں) سے محصور ہے جو مورچہ بند ہے۔ ہمعصر تواریخ میں بودھن کا کہیں ذکر نہیں ہے اور نہ محمد تغلق کے فتوحات سے قبل اس مقام کا کہیں پتہ چلتا تھا۔ لیکن آثار قدیمہ کی جدوجہد سے جو کتبات اہل ہنود و اسلام دریافت ہوئے اس سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ یہ مقام کسی زمانہ میں ایک نہ بدست مذہبی و جنگی اہمیت رکھتا تھا۔ ان پراگندہ موریوں پر غور کرنے سے (جو اس قصبہ کے عرض و طول میں پھیلے ہوئے ہیں) پتہ چلتا ہے۔ کہ یہ مقام کسی زمانہ میں دیوستان کا معتبر مقام ہوگا۔ اسلامی کتبات جو حال میں دریافت ہوئے ہیں۔ ان سے پتہ چلتا ہے کہ تیرھویں صدی عیسوی میں بعض معابد قدیم کو مسلم فاتحوں نے معابد جدید سے بدل دیا اور خفیف سی تبدیلی کے بعد ان قدیم کاریگروں کی یادگار کو بحالت موجودہ قائم رکھا اسی طرح دیول مسجد میں (جہاں کتبہ کنہری زیر بحث پایا گیا)[۱] سلطان محمد تغلق کی فتح کی یادگار کا سنگ تراشیدہ عربی کتبہ موجود تھے۔ اور دوسری مسجد جانب مشرق

---

[۱] ۔ سلطان محمد تغلق نے ۱۳۲۳ء میں ورنگل پر حملہ کیا۔ اس سلسلہ میں ملک فخرالدین قندہار و اندور سے گزرا تھا

عالمگیر کے نام سے موسوم ہے جس کے کتبہ سے پتہ چلتا ہے کہ یہ بھی ایک ویران معابد تھا جسکو سنہ ۱۰۶۵ھ میں اورنگ زیب نے مسجد بنا دیا۔ غالباً یہ زمانہ عالمگیر کے شہزادگی و گورنری دکن کا ہوگا[1]۔ جو کتبہ مسٹر یزدانی نے سنہ ۱۹۲۱ء میں دریافت کیا وہ ایک مقبرے کی سیڑھیوں کا کام دے رہا تھا۔ اسکو انہوں نے حاصل کیا جسکی تفصیل حسب ذیل ہے۔

اس ستون کے چاروں حصوں پر کوئی مورتی نہیں ہے۔ پہلا حصہ ۱ تا ۲۸ سطر دوسرا ۲۹ تا ۶۰ سطر تیسرا حصہ ۶۱ تا ۹۴ سطر اور چوتھا ۹۵ تا ۱۱۷ سطر۔ پتھر کا ستون پانچ فٹ چھ انچ اور ہر جانب کی چوڑائی ایک فٹ چھ انچ ہے۔ حروف اچھی طرح نمایاں ہیں۔ صرف تیسرے حصے کے حروف گھس گئے ہیں جو غالباً نتیجہ ہے سیڑھی کے طور پر اسکے استعمال کرنے کا۔

عبارت کندہ شدہ سوائے سطر نمبر (۱ و ۲) کے بقیہ تمام کنہڑی زبان میں ہے اور یہ کچھ نثر اور کچھ نظم میں ہے۔ نظم کی قافیہ بندی سراک دھرا جلد (۳) اور سراک دھرا جلد (۴) رودھیا دگری و تیا جلد (۵) سے مطابقت کرتی ہے۔ نشان خط بہت قدیم زمانہ کا پتہ دیتی ہے۔

کتبہ کا مفہوم ترلوکیا مالودوا (سومیشر اول) کے عہد حکومت کے حالات انکشاف کرنے کے علاوہ یہ ہے کہ پایہ تخت بودھن میں اندر وبھیا شاہ راشٹر کوٹ نے جو دیول تعمیر کرائی تھی وہ منہدم ہونے کی وجہ سے پرگیڈی جوگیا لازم اہو مالودیو نے ساکہ سال ۱۷۸ میں اس مقام پر دیوتا وشنو کا مندر تعمیر کروا کر ایک گروڈ استمبھ (ستون) قائم کیا۔

ح۱۔ غالباً نہیں بلکہ یقیناً شاہزادگی کا زمانہ تھا۔ کیونکہ انکی ہی اسناد سنہ ۱۰۵۶ھ انعامداروں کے پاس موجود ہیں۔

اس سلسلے میں چند عطیات پھول باغ تیل گرنی ۔ بحصول نمک کے علاوہ موضع پاتایا کلاں سوڈگی اور کریا خورد موڈی پونتا سیوتی کے لئے عطا کئے گئے تھے ۔

اسی سلسلہ میں تین مصرعہ جوگپا کے قیام مندر اور ترقی شہر کی تعریف میں لکھے ہیں اور اس تحریر کا اختتام اس کے کندہ کرنے والے ناگ دیو کے نام پر ہوتا ہے ۔ پس اس کتبہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ بودھن خاندان راشٹرکوٹ کے شہنشاہ اندر ولبھیا یا نتیا ورشا اندر سوم کا پایہ تخت تھا ۔ جو ۱۹۱۵ء تا ۱۹۱۷ء حکومت کیا اس نے سابق میں اس مندر کو اندر نارائین کے نام وقف کرنے تعمیر کروایا تھا ۔ اور ممکن ہے کہ اس نے اس مندر کو اپنے نام سے موسوم کیا ہو ۔ اسی پر سے قیاس غالب ہوتا ہے کہ نظام آباد کا نام جو اندور تھا دراصل اندر پور ہے (کیونکہ اندور بودھن کے نام کا ایک دوسرے سے اب تک بھی تعلق رہا ہے کہ اندور کو کوئی شخص اس وقت تک نہیں سمجھتا تھا جب تک کہ اندور بودھن نہ کہا جائے مؤلف) عہد گوبندہ سوم تقریباً ۸۰۰ء میں راشٹرکوٹ کا پائے تخت ملکھیڑ تھا ۔ اس کی تصدیق متعدد اسناد سے ہوتی ہے جو سانگلی اور دت کا کادم کی عطا کھر ڑلسے ظاہر ہے ۔ لہذا اندر سوم کا پایہ تخت ہونا تعجب خیز نہیں ۔ کیونکہ اس بادشاہ کے عطائے نوساری سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے اپنے پایہ تخت ملکھیڑ ترک کرکے کردند کا بنالیا ۔

تیسری جانب جس دیول کی تعریف کی گئی ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ جوگپا کی دیول بہت وسیع اور خوبصورت عمارت ہوگی ۔ بحالت موجودہ پتہ چلتا ہے کہ مندر کو جوگپا نے ترمیم کرکے وشنو کا مندر بنا کر گروڈ استھم اس کے روبرو قائم کیا ہوگا ۔

کتبات کی تاریخ سیاکہا ۹۷۸ دربکی جیٹھ سدھ ۱۳ پنجشنبہ ہے جو مطابق ۹۲۰ ہجری سال ۱۵۰۵ء ہے۔ اس کتبہ میں حسب ذیل مقامات کا اندراج ہے۔ بودھنا (حال بودھن)*، پرپکادلا موندک۔ (حال ماوندی کلاں۔ یہ مقام بودھن کے شمال مغرب میں تین میل پر واقع ہے) بوتنا سوہنی۔ کریا موڈی۔ اب مونڈی خرد کہلاتا ہے۔ جو ماندے کلاں کے قریب ہے۔ ماوندی کلاں علاقہ راجہ شیوراج بہادر کی جاگیر میں بعنوان شرط دیول اب تک بحال ہے۔ اور ماوندی خرد لچھمن راؤ ولد وینکٹ راؤ کے تفویض بطور انعام بشرط اخراجات دسہرہ بحال ہے۔

ترجمہ انکرا سے پتہ چلتا ہے (بحالت موجودہ) کہ یہ کچھ دنوں جین مذہب کا دیول بھی رہا ہوگا ——— "

دیگر کتبات بودھن

ایک پتھر جو جوشی سانبیا کے گھر کی سیڑھی میں لگا ہوا تھا شکستہ حالت میں ملا ہے اور دوسرا بودھن کے بلال تالاب سنگٹہ پر دستیاب ہوا ہے مگر بدقسمتی سے یہ دونوں پتھر ایسے ہیں کہ بالکل خراب ہو چکے ہیں۔ کچھ حصہ جو پڑھنے کے قابل ہے اس سے پتہ چلتا ہے کہ کسی زمانہ میں بودھن زبردست مذہبی اہمیت رکھتا تھا۔ ان دونوں کتبات کے منجملہ اول الذکر میں بادشاہ چالوکیہ تریبھونا۔ مالوا۔ وکرما دیتیا چہارم (۱۰۷۶ء اور ۱۱۲۶ء) کے حالات ہیں۔ اور

---

* بودھنا کو بہت ممکن ہے کہ مہاتما بدھ کے نام سے موسوم کیا گیا ہو۔ خصوصاً جبکہ ایسی مورتیں بکثرت پائی جاتی ہیں تو یہ قیاس غالب ہوتا ہے۔ (مصنف)

اور جین مندر کے عطا کا اندراج ہے۔ کتبات متصل مکان سابنیا میں
چالوکیا وکرما دسوام ۱۰۸۵ء درج ہے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ونڈ نایکا
تانی ایک شاہی ملازم نے راجہ پرومیت میسورا کو سیوا[۲] مندر کیلئے کچھ عطا کیا
تھا۔ اس پتھر کے سرے پر ایک لنگ معہ چاند[۱] اور سورج درج ہے۔ اور اس
کے مقابل ایک گائے اور بچھڑا کندہ ہے جو مجموعی طور پر ایک انسان کی
شکل نظر آتی ہے۔ دوسرا کتبہ جو بلال تالاب پر ہے اس میں کوئی تاریخ
درج نہیں ہے۔ یہ ۴۷ سطر کا بہت بڑا کتبہ ہے۔ اس میں اس امر کا
ذکر ہے کہ چند زمینات اور رقم متی چندرا سدھانی دیوتا کو سابیسارتی
یا چنداریوں کے بوایا اور بودھن کے تجار نے عطا کی ہے۔ بوایا کی تعریف
و توصیف کیگئی ہے۔ یہ پتہ چلتا ہے کہ تری بھی بھونا مالا عہدہ ہے اس کتبہ میں
بودھنا دود دھن ہا کا نام ہے۔

دیگر کتبات

تعلقہ کاماریڈی میں بھی بعض کتبات ہیں لیکن ان کی صورتیں مسخ ہوچکی
ہیں کوئی پتہ ان سے نہیں ملسکتا۔ حروف کی شان کنڑی و تلنگی ہے مولف
حالات نظام آباد نے ایک کتبہ موضع کمیانی کے متعلق لکھا ہے کہ اس کتبہ کو
ایک جنگم سے بمشکل پڑھایا گیا جس سے صرف یہ پتہ چلا کہ اس میں سمت
بکرماجیت کا حال لکھا ہوا ہے جو قبل مسیح ۵۷ سال اجین میں تخت نشین تھا
بڑھاپے میں اس کو راجہ شالواہن نے مارڈالا۔ اور راجہ شالیواہن نے

---

[۱] چندر سدھانتی چاند کا حساب شمار کرنے والے۔ [۲] سورج سدھانتی سورج کا حساب شمار کرنے والے

دکن کے اکثر ممالک فتح کیے جسکی وجہ بکرماجیت کے بجائے شالواہن سنہ جاری ہوا۔
ایک کتبہ سنہ ۹۹ھ کا ایک تانبے کے پتر پر موضع ہکنوز میں ایک جنگم کے پاس
ہے جسکو ابراہیم شاہ بیجاپور نے بصورت سند رام گرسوامی کو انعام عطا کیا ہے
ان کے علاوہ میں پیچھے پر دو قبریں عیسائیوں کی ہیں جن پر سنہ ۱۶۷۰ء و
سنہ ۱۶۸۰ء کے کتبات ہیں۔

سنہ ۱۰۳۰ء میں دکن چالوکیہ سلطنت کے زیر اثر رہا۔

سنہ ۱۲۳۵ء میں چالوکیہ سلطنت گوداوری اور کرشنا کے قریب نئی سلطنت
تلنگانہ میں تبدیل ہو گئی جس کا پایہ تخت ورنگل تھا۔ اور جب پرگنبتی راجہ
اور دوسرے راجہ خودمختار حکمراں تھے۔ غالباً اسکے بعد یہ علاقہ تلنگانہ
کے راجہ لدر دیو کے زیر اثر رہا۔ کیونکہ سنہ ۱۳۰۰ء میں سلطان علاؤالدین خلجی نے
ملک کافور کے ذریعہ ورنگل کو فتح کرلیا تو تلنگانہ اسکے زیر اثر آگیا۔ اس مرتبہ
ملک کافور اندور کو تاخت و تاراج کرتے ہوئے گذرا لیکن اس امر کا پتہ نہیں چلتا
کہ اس زمانہ میں کون راجہ یہاں حکمراں تھا کہا جاسکتا ہے کہ پہلی مرتبہ ضلع
نظام آباد پر مسلمانوں نے اس زمانے میں قدم رکھا اور تقریباً سات سو سال
سے وہ یہاں آباد ہیں ۷۲۲ھ ۱۳۲۲ء میں سلطان محمد تغلق نے ملک فخرالدین کی قیادت
میں علاقہ تلنگ کو فتح کرنے ایک مہم روانہ کی تھی۔ اسی زمانہ میں اندور و قندھار کو
فتح کرتے ہوئے فوج آگے بڑھی جسکی یادگار میں بودھن کی دیول مسجد کا کتبہ
آج بھی موجود ہے جس کا ذکر رزولیوشن کے ترجمہ میں گزر چکا ہے۔

سنہ ۱۳۴۷ء میں سلطنت بہمنی کے زیر اثر تمام دکن آگیا اس وقت کے
انقلاب عظیم میں جب اس سلطنت کے پانچ ٹکڑے ہوئے تو اندور کی سرزمین

تحت صوبہ بیدر آگئی (دیکھو تاریخ نرل)۔
سنہ ۱۵۲۶ء میں قطب شاہیہ کے زیر اثر یہ حصہ رہا۔ سنہ ۱۵۵۵ء میں اندور کی سرزمین - اکبر اعظم کے زیر اثر تھی کیونکہ صوبہ برار سلطان مراد فرزند اکبر بادشاہ کے قبضہ میں تھا۔ جسمیں پرگنہ نرل بالکنڈہ اور بھنگل اندور بودھن بھی شامل ہے۔[ف]
سنہ ۱۶۲۸ تا ۱۷۰۷ء میں عالمگیر کے زیر اثر یہ سرزمین رہی۔ کیونکہ گولکنڈہ کو اس نے مسخر کر لیا تھا۔ اور اندور کو سلطنت دہلی میں شریک کر کے اُس پر محمد کاظم فوجدار مقرر کیا تھا۔ چنانچہ فرمان کے الفاظ یہ ہیں۔ ''اخلاص کیش امین حربہ بیدر - بخدمت امانت و فوجداری پرگنہ اندور از تغیر محمد کاظم مقرر شد''
سنہ ۱۷۲۴ء م سنہ ۱۰۳۲ سے اندور سلطنت آصفیہ کے قبضہ و اقتدار میں آگیا۔ کیونکہ مختار خان نے دکن پر کامل فتح حاصل کر کے سلطنت آصفی کی

ف۱ مملکت تلنگ جسمیں بیدر، قندہار، اندور، کولاس شریک تھے۔ اعظم ہمایون کے تقسیم نامہ میں درج تھے جو سلطان علاؤالدین خلجی نے علالت کے وقت لڑکوں میں وصیتاً تقسیم کیا تھا۔ (تاریخ فرشتہ) علاوہ ازیں سرزمین نظام آباد شاہ اکبر و شاہ عالمگیر کے زیر اثر ہونے کا ثبوت اس وقت بھی بعض اسنادات انعامی سے ملتا ہے۔ چنانچہ شاہ قادر درویش بودھن کے نام ایک سند شہنشاہ اکبر کی آج بھی اس خاندان میں موجود ہے جس پر سنہ ۲۴ جلوس مطابق سنہ ۹۸۹ھ سنہ ۱۵۸۱ عیسوی صحیح ہے۔ اس سند کے پیش ہونے پر حضرت غفران مکان نواب میر محبوب علیخان آصف سادس نے اس کا فوٹو داخل خزانہ شاہی کیا۔ اور اس سند کے اعزاز میں قوانین مصدرہ کو نظر انداز فرما کر بموجب سند ایک سو بیگہ زمین اس خاندان کو عطا فرمائی۔ حالانکہ صرف ایک بیگہ زمین

خود مختاری کا اعلان کر دیا تھا۔ سنہ ۱۱۰۱ھ میں نظام آباد رگھوپت چنا ریڈی بداعلیٰ زمیندار سرناملی) کو اجارہ پر دیا گیا کیونکہ یہ علاقہ اس وقت صرف خاص میں تھا۔ سنہ ۱۱۶۸ھ میں شاہ نواز خان کے زیر اثر تھا۔ سنہ ۱۷۹۵ء م سنہ ۱۲۰۳ھ میں اعلیحضرت غفران مآب نظام علیخان بہادر کے زمانہ میں نظام آباد کرار نواز خان کے سپرد کیا گیا تھا۔ سنہ ۱۸۰۰ء م سنہ ۱۲۰۸ھ میں محمد علیخان لوہانی کے تحت نرل معہ اندور وغیرہ دیا گیا۔ سنہ ۱۸۶۷ء م سنہ ۱۲۸۴ھ میں ضلعبندی کے تحت یہ ضلع قائم ہوا۔ (تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو باب سوم)

نظام آباد کا تاریخی تعلق بالکنڈہ سے

شیخ نظام منور (قصبہ زینا آباد مضافات بیجاپور کے متوطن[۱] فن سپہگری میں یگانہ بحالت یتیمی طلب معیشت میں سرگرداں تھے۔ ایک ساہوکار کی لڑکی پر ایک کولی پہلوان عاشق تھا جسکی وجہ سے تمام گھر پریشان ہوتا تھا۔ شیخ نظام کو بمعاوضہ نقد و جائداد اُس کی سرکوبی کے لئے ساہو نے مقرر کیا۔ شیخ نے اس کو قتل کر دیا۔ جس کے بعد سے سلطنت بیجاپور میں شیخ کا نام

اس خاندان کے قبضہ میں تھی۔ جسکا منتخب سنہ ۱۵ ابابتہ سنہ ۱۰۳۳ف ہے اسی طرح شاہ عالمگیر کی ایک سند موسومہ معین الدین مانک واڑی اس خاندان کے قائم مقام معین الدین صاحب مانک واڑی کے پاس موجود ہے۔ جسمیں موضع ماشتولی وغیرہ تعلقہ نظام آباد کی اراضی عطا کئے جانے کا ذکر ہے اس سند کا سنہ ۱۱ جلوس ہے مطابق سنہ ۱۰۷۹ھ سند مدارالمہامی میں ملزمت خان دیوان اور واقعہ نویس و سر نوبت کاشی رام کی قلمی دستخط بھی ہے۔

[۱] مورخ بالکنڈہ نے آپکا وطن یہ ہی لکھا ہے مورخ تاریخ نرل نے گھرلی لکھا ہے ہم نے اول الذکر کو ترجیح دی

مشہور ہوگیا۔ اور عادل شاہ کے دربار میں قرب حاصل ہوا۔ اور مقرب خان کے خطاب سے سرفراز ہوا اور بعض مہمات دکن کے سر کرنے کے صلہ میں خان زماں خان بہادر فتح جنگ کا خطاب بھی ملا۔ اور بالکنڈہ کا پرگنہ عطا کیا گیا۔ پرگنہ بسمت بھی دیا گیا۔ شیخ کا انتقال ۱۱۰۷ھ میں ہوا۔ شیخ کے فرزند مقرب خان کو جاگیر التمغا کے عنوان سے بالکنڈہ عطا ہوا۔ شاہزادہ محمد اعظم شاہ کی ہمراہی میں شیخ کے تمام فرزندوں نے شاہ عالم کے ساتھ مقابلہ کیا۔ جسمیں بجز امین خان کے سب فرزند کام آئے۔ امین خان معمر ۱۷ سالہ کی بہادری کو دیکھکر شاہ عالم نے اس کو طلب کیا۔ موروثی جاگیرات عطا فرمائے جس کے بعد وہ صوبہ اجین پر بھیجا گیا۔ بعد میں صوبہ ناندیڑ بھی تفویض کیا گیا۔ ۱۱۲۳ھ میں نزل تحت بالکنڈہ امین خان کو عطا ہوا۔

بالکنڈہ۔ دکن کا باب الداخلہ کہا جا سکتا ہے۔ یہ ناگپور کی سڑک پر واقع ہے۔ سب سے پہلے مسلمانوں نے دکن کو اپنا وطن بنایا تو بالکنڈہ ہی سے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی لفظ دکنی کا استعمال متوطن بالکنڈہ پر ہوتا ہے۔ یہاں کے بلتہ بڑے جری اور بہادر تھے۔ اور اپنی آن بان میں خاص امتیاز رکھتے تھے۔ گو زمانہ کے ہاتھوں بالکنڈہ ایک کورہ دہ ہو چکا ہے۔ لیکن وہاں کا قلعہ و عمارت کے ڈھیر۔ دیوار ہائے شکستہ اپنی زبان حال سے موجودہ نسل کے بزرگوں کی روایات عظمت و جلال کا اظہار کرتے ہیں۔[1] (یہ مقام ناگپور کی سڑک پر واقع ہے اور نظام آباد و جھپلی سے موٹر لس نزل کو اسی راستہ سے روزانہ جاتی ہے)

---

[1] محمد فیض الدین صاحب دکنی نے ایک مفصل تاریخ قدیم دستاویزات کے حوالوں سے لکھی ہے کاش وہ طبع ہو جائے اور موجودہ صاحبان جاگیر اپنے اسلاف کے نام کو روشن کرنے کیلئے

امین خان نے کشتی نیکسنا ملمی ساکن نزل سے ۳۰۰۰۰ تیس ہزار روپیہ سفر ہند کیلئے قرض لیا۔ لیکن وہ ادا نہ ہونیکی وجہ سے نزل کو تا ادائی قرضہ ایلمی وار کے حوالہ کر دیا گیا۔ پس اس طرح ہمیشہ کیلئے نزل علاقہ بالکنڈہ سے خارج ہو گیا اور اسی طرح اس خاندان سے ہر ایک علاقہ نکلتے نکلتے اب صرف ایک قصبہ بالکنڈہ جاگیر باقی رہگیا ہے۔ جس کے آخری قابض وحید منور خان المخاطب بہ بتہور الملک مرحوم تھے۔ نواب نے سرکار آصفیہ میں صوبہ داری و صدر محاسبی کے ذمہ دار اعلیٰ خدمات کو سرانجام دیا۔ آخر میں معتمدی صرفخاص مبارک کی خدمت سرفراز ہوئی جسپر آخر تک اپنے مالک کی خدمت گذاری کرتے ہوئے ۱۳۲۲ف میں داعی اجل کو لبیک کہا

آپکے فرزند اکبر علی حسن خان تھے جو کچھ دماغی خلل کے باعث قابل کار نہ تھے انکا بھی انتقال ہو گیا۔ اب بلحاظ کلا نیت حسن منور خان ہیں باہمی تنازعات کی وجہ جاگیر زیر نگرانی کورٹ آف وارڈز ہے نواب صاحب مرحوم کے دو فرزند یورپ کی تعلیم حاصل کر چکے ہیں۔ بہر حال یہ عظیم المرتبت خاندان آج صاحبان بصیرت کے لئے آئینہ عبرت ہے

اس خاندان سے خاندان کولاس کے بھی خاص روابط تھے جسکا ذکر ہندو مسلم انتہائی رواداری کے ثبوت میں پیش کرنا ضروری خیال کیا جاتا ہے

مورخ کی مدد کرکے اسکو شائع کرنیکی جانب متوجہ ہو جائیں اس تاریخ کو ہم نے دیکھا ہے۔ بلحاظ رشتائی تعلق خاندان مورخ و خاندان والی بالکنڈہ اس کے دستاویزات بہت ہی اہمیت رکھتے ہیں۔

[illegible]

پدرم شدہ وجہ منور خان میں ایسا بھائی چارہ تھا کہ باہمی خاندان کے ربط کو بڑھانے نے اپنے فرزند حسن منور خان کی والی سمستان کو لاس کی لڑکی سے شادی کر دی گئی۔ یہ واقعہ ۱۲۰۱ھ کا ہے۔ (قلمی تاریخ بالکنڈہ مصنفہ فیض الدین خان) دولہن گھر آنے کے بعد دکنی بہو بیگم کا خطاب دیا گیا۔ کیا اس سے بڑھکر کوئی ثبوت ہندو مسلم برادرانہ تعلقات کے مخالفین کے لئے درکار ہیں؟

نرمل

نرمل کو ایک کولی مسمی لمبا نایڑ نے جو متمول اور سپاہی تھا آباد کیا تھا جسکے متعلق مؤلف تاریخ نرمل کا خیال ہے کہ یہ ۱۳۱۶ھ میں آباد ہوا ہے یہ قصبہ رفتہ رفتہ ایک پرگنہ بن گیا۔ اسکے بعد چند روز تک اس پر ایلموں کی حکومت رہی۔ ابتداً دیہات پرگنہ نرمل کو پلی مڑگ دفاتر سرکاری میں تحریر کرتے تھے اور حکام کا مستقر موضع پہ منڈل پر تھا۔ غالباً اسی وجہ سے پلی مڑگ کاغذات میں لکھا جاتا ہے۔

۱۱۴۳ھ میں یہ پرگنہ پھر امین خان کے تصرف میں آگیا۔ لیکن آصفجاہ اول نے امین خان پر بدگمانی کی۔ اس لئے جنگٹ راؤ برادر زادہ گنٹی بالیا کو نرمل مشروط بہ نوکری فوج سرفراز ہوا۔ راؤ مذکور نے نہایت سلیقے سے اس کو آباد کیا اور ایک بہترین مقام بنا دیا۔ آج بھی اسکی یادگار میں بعض قدیم عمارات موجود ہیں۔ اور ایک ندی ابار او پیٹھو کی روک کر ۲۰ تالابوں کے سیرابی کا انتظام کیا۔ اس کھتوہ کا نام ینکٹ راؤ کھتوہ اپنے بھائی کے نام سے رکھا۔ اس کے بعد ایا منڈ راؤ کے قبضہ میں یہ شہر آیا جس کو زہر دیکر

زنار داروں نے ہلاک کیا۔ اس کے بعد سرباراؤ نے اس پر قبضہ جمایا۔ سرباراؤ کے زمانہ میں بڑے جنگ وجدال ہوئے۔ آخرکار ۱۱۷۵ھ میں سرباراؤ فوت ہوا۔ پھر گنگاراؤ قابض ہوا۔ من بعد یہ علاقہ ابراہیم علی بیگ دھونسی کے تفویض ہوا۔ یہ زمانہ غالباً ۱۱۸۴ھ کا تھا۔ اس نے گیارہ سال چھ ماہ حکومت کی اسکے عہد حکومت میں نرمل بہترین فوجی مقام بن گیا۔ جہاں کئی سو توپیں دس ہزار سوار ایک لاکھ اڑسٹھ ہزار پیدل فوج کے علاوہ دس ہزار کی جمعیت عرب حبشی سندھی روہیلے ہر وقت تیار رہتے۔ ۱۱۹۵ھ میں ابراہیم علی بیگ کے بعد اسکا لڑکا فرخ مرزا حاکم ہوا۔ جو سات ماہ بعد میں سازش سے قتل کیا گیا۔ اس کے بعد اس کا کمسن بھائی مرزا خان بہادر حاکم بنایا گیا۔ ۱۱۹۶ھ میں جبکہ کولاس کے سفر پر مرزا خان بہادر احتشام جنگ کو ملازمت کیلئے طلب کیا گیا تو وہ حاضر نہ ہوا۔ سردار الدولہ عرف گھانسی میاں کو سرکوبی کا حکم دیا گیا۔ چونکہ بودھن اسی پرگنہ کے زیر اثر تھا۔ اس لئے ۱۱۹۷ھ میں افواج آصفی نے جنگ کر کے اس کو اپنے قبضہ میں کر لیا۔ اس کے بعد نرمل کی فوج آگے بڑھی جو ایک فرانسیسی افسر ولادر جنگ نامی (جو احتشام جنگ کی فوج کا سپہ سالار تھا) کے تحت تھی۔ لیکن وہ شکست کھا کر بھاگ گیا۔ پھر احتشام جنگ کو معافی دی گئی اور قلعہ نرمل کی حکومت امام علیخان برہان الدولہ بہادر کے حوالہ کی گئی۔ یہاں یہ امر خالی از دلچسپی نہیں کہ احتشام جنگ نے جو محل نرمل میں اپنے لئے بنایا تھا۔ اوسکی گستاخی کے سبب محل کو مسمار کر کے اس کا بہترین حصہ حیدرآباد منگوا کر چینی محل اور روشن محل میں لگایا گیا تھا۔

اس کے بعد حکومت راجہ شنکر ناتھ ولد گوبند ناتھ کے تفویض رہی۔

جو آرمور کا رہنے والا تاجر تھا۔ مبارز الملک کے زمانہ میں اس نے نرل میں دوکان قائم کی (یہ بعد میں اپنے حسن انتظام سے خوطہ دار بھی ہو گیا تھا) آصفجاہؒ نے اس کی دیانت و ہشیاری کے لحاظ سے نرل اس کے تفویض کیا۔ جو راجہ بچونت بہادر سے مخاطب ہوا۔ اس کے بعد نرل کی حکومت عبدالرحیم خان روہیلہ ساکن قندہار کو ملی اور اسکے بعد محمد علیخان لوہانی کے زیر اثر آئی ۔ یہ زمانہ ۱۲۱۸ھ کا تھا۔

۱۲۲۰ھ میں محمد علیخان لوہانی کو معزول کیا گیا جسکے بعد اس خاندان نے نظام آباد میں سکونت اختیار کی جس نے اپنی زندگی بڑے ہی تزک و احتشام سے بسر کی۔ نظام آباد کے چند مقبروں کے متعلق روایت ہے کہ یہ خاندان نولکھا سوداگروں کے نشان ہیں۔ کیا عجب کہ یہ اس خاندان سے تعلق رکھتے ہوں۔ افسوس ہے کہ کوئی کتبہ کا پتہ نہ چلا، بعد معزولی لوہانی یہ علاقہ اشرف الدولہ کے حوالہ کیا گیا۔ جو رکن الدولہ کی اولاد سے تھے اور اسکے بعد مرزا ابراہیم بیگ مبارز الملک ظفر الدولہ دھونسہ کے زیر اثر رہا۔ اس کے بعد ضلعبندی میں اس کو شریک خالصہ کرکے ضلع اندور کے تحت کر دیا گیا۔ اور مکرر ضلعبندی میں جو ۱۳۱۴ف میں ہوئی ضلع عادل آباد کے تحت کر دیا گیا۔ اور آج بھی اُس کا یہ ایک تعلقہ ہے۔ چونکہ اس وقت ضلع نظام آباد سے اُس کا تعلق نہیں رہا اس لئے ہم اُس پر مزید روشنی ڈالنا غیر ضروری سمجھتے ہوئے ان واقعات کو ختم کرتے ہیں۔ نوٹ: تاریخ نرل ۱۳۳۲ھ میں بزبان فارسی عبدالرزاق بن عبدالغنی نے لکھی تھی۔ اُس کا ترجمہ محمد امام الدین نے کیا۔ جو تذکرۂ نرل کے نام سے ۱۳۲۷ف میں شائع ہوئی ہے۔ اُس میں

تفصیلی واقعات درج ہیں۔ جس سے ہم کو بیحد مدد ملی۔ ہم صاحب تالیف کیلئے دعا مغفرت کرتے ہیں۔

کولاس

بالکنڈہ اور نرمل کے تاریخی مقامات کا مختصر حال سپرد قلم کرنے کے بعد ہم ایک اور تاریخی مقام کولاس کی جانب متوجہ ہوتے ہیں۔ کولاس ایک پہاڑ کا نام ہے جو جانب جنوب نظام آباد (۳۶) میل پر واقع ہے۔ یہ پہاڑ سلسلہ بالاگھاٹ کی ایک کڑی ہے۔

جب محمد تغلق نے ورنگل کی آخری فتح ۷۳۳ھ میں حاصل کی تو ورنگل کے راجہ رودرا دیو نے سرزمین کولاس میں سکونت اختیار کی اور کوہ کولاس پر آبادی قائم کی٭ قلعہ کولاس کی آبادی کے بعد جب رودرادیو کو سلطان علاؤالدین نے ورنگل کی حکومت سپرد کر دی۔ تو کولاس ملک سیف الدولہ کے سپرد کیا گیا۔ کولاس کا تعلق حکومت بریدیہ اور سلطنت قطب شاہیہ سے رہا۔ کیونکہ ہر دو سلطنتوں میں اس مقام کے لئے عظیم الشان

٭ قصبہ رودرور تعلقہ بودھن کے متعلق مرا نتیجہ فکر یہ ہے کہ اس کو رودرادیو کے نام سے ہی موسوم کیا گیا تھا۔ قصبہ رودرور ۱۲۰۲ف میں پرگنہ کی حیثیت سے موہن لو پنگلہ کو فوجی تنخواہ کے معاوضہ میں دیا گیا تھا۔ اور معاہدہ کی تکمیل نہ ہونے کی وجہ قلعدار ان اودگیر و قندہار کو سرکوبی کا حکم دیا گیا۔ جس کے بعد یہ شریک خالصہ کر لیا گیا۔ اس واقعہ کا پتہ تاریخ قندہار سے چلتا ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ قصبہ جو اسوقت بھی تاریخی اہمیت رکھتا ہے میرے خیال کے موافق راجہ کے نام پر ہی آباد ہوا ہو۔

معرکہ آرائیاں ہوئی ہیں۔ موجودہ قلعہ کولاس کا استحکام جمشید قطب شاہ
نے جگ دیو راؤ نائک واڑی کے مشورہ سے کیا۔ کیونکہ یہ مقام فوجی نقطہ نظر
سے بیدر پر حملہ کیلئے بہترین تھا۔ یہ تعمیر ۹۵۱ھ میں آغاز ہو کر ۹۵۲ھ میں ختم
ہوئی ۱۰۶۶ھ میں اس قلعہ کا تعلق قطب الملک والی گولکنڈہ و فرمان روائے
دکن سے رہا۔ عہد حکومت تانا شاہ (۱۰۸۳ھ) میں کولاس سید محمد طاہر کے
تحت رہا۔ تاریخ سوانح دکن مولفہ مقیم خان ہمدانی سے پتہ چلتا ہے کہ سرکار
کولاس کو سالانہ (۶۵۵۰۰۰) روپیہ کا محصل تھا۔ اور پرگنہ حویلی کولاس پرگنہ
رڈلور پرگنہ ساتولی پرگنہ گندھاری اور پرگنہ نارائن کھیڑ اس کے تحت تھے۔
عالمگیر کی تاخت و تاراج و فتح و نصرت دکن کے بعد کولاس کا زوال شروع ہوا
اس لئے کہ فوج کی چھاونیاں یہاں سے برخاست ہوگئیں۔ یہ زمانہ ۱۱۰۰ھ
کا ہے۔ اس کے بعد سے قلعہ کے دامن میں شمالی جانب ملکاپور کی آبادی
منقلب ہو کر کولاس سے موسوم ہو گئی۔

۱۱۳۷ھ سے قلعہ کولاس سلطنت آصفیہ کے زیر اثر ہوا اور ۱۱۵۷ھ
میں نواب بسالت جنگ کے زیر تسلط رہا۔ جو نواب آصفجاہ اول کے
پانچویں فرزند تھے۔ اور یہ دیوان بھی مقرر ہوئے تھے۔ اس کے بعد ۱۱۷۶ھ
میں راجہ پدم سنگھ کو اون کی اور اُن کے باپ اجی چند کے جانثاری کے
صلہ میں قلعہ داری کولاس عطا ہوئی۔ (یہ خاندان بہاڑ سنگھ سے ہیں۔ جو
اندر کھی علاقہ آلہ آباد کے مشہور زمیندار اور اورنگ زیب کی فوج میں اعلیٰ
خدمات انجام دے چکے ہیں۔)
آصف جاہ ثانی کی ہم رکابی میں راجہ پدم سنگھ ہمیشہ رہ گئے آصفجاہ ثانی

دو مرتبہ کولاس کے خوشنما منظر سے لطف اندوز ہوکر شکار کیلئے قلعہ کولاس میں فروکش ہوئے۔ آخری مرتبہ ۱۱۹۶ھ کا تھا۔ راجہ موصوف فوج آصف جاہی کے بہادر افسر تھے۔ جن پر بادشاہ کامل بھروسہ رکھتے تھے۔ ان کی جلوس میں (۶۱) ہاتھی اور (۶۰) اونٹ رہتے تھے۔ انکو قصاص کے لینے کا اختیار تھا اس طرح اپنی ساری عمر اطاعت گذاری میں بسر کرکے ۱۲۳۹ھ میں عمر طبعی حاصل کرنے کے بعد انتقال کیا۔ ان کے بعد راجہ نرندر سنگھ المخاطب راجہ پدم سنگھ (فرزند) جانشین ہوئے۔ جو اپنے باپ کے قدم بقدم تھے۔ انکے زمانہ میں ایسٹ انڈیا کمپنی کے معاہدہ کی وجہ سے فوج کی ضرورت باقی نہ رہی اس لئے محض انتظام ملک کی حد تک فوج رہی۔ راجہ پدم سنگھ کا انتقال ۱۲۵۴ھ میں ہوا۔ اون کے جانشین اون کے فرزند راجہ لچھمن سنگھ ہوئے

ان کے انتقال کے بعد راجہ نین سنگھ برادر خورد قابض ہوئے۔

ان کے زمانے میں بھی قندہار اور بیرکور کی لڑائیاں ہوئیں جن میں یہ فتح مند رہے ۱۲۶۳ھ میں اون کا انتقال ہوا۔ ان کے فرزند دیپ سنگھ کو ذریعہ سند علاقہ کولاس کی سرفرازی ہوئی۔ ان کا انتقال ۱۲۸۵ھ میں ہوا۔ اور ان کے فرزند راجہ درجن سنگھ مسند نشین ہوئے۔ یہ زمانہ نواب افضل الدولہ بہادر کا تھا۔ جن کے بعد نواب میر محبوب علیخان بہادر سریرارائے حکومت ہوئے ۱۲۸۶ھ میں راجہ درجن سنگھ صرف (۱۶) ماہ کولاس پر حکومت کرکے انتقال کرگئے۔ اولاد نہ تھی۔ دو نوجوان رانیاں تھیں باہمی مناقشہ کے باعث کولاس زیر نگرانی سرکار آیا۔ لیکن ۱۲۹۱ھ میں رانی سون کنور بائی کے حق میں واگذاشت ہوا۔ رانی صاحبہ نے ایک لڑکا متبنیٰ کیا جو اجمیر سے لایا گیا تھا۔

ہنوز اوس کی منظوری کی کارروائی ہو رہی تھی کہ ۱۳۲۲ھ میں مالی کا انتقال ہو گیا۔ جس کے بعد کولاس زیر نگرانی سرکار آ گیا اور بعد کارروائی تحت قانون پیشگاہ خسروی نواب میر عثمان علیخان شاہ دکن ۱۳۳۴ھ میں ہمستان کولاس شریک خالصہ کر لیا جا کر پسماندوں کو ماہوار مقرر کر دیگئی ہے* اور جو کچھ روپیہ اور پیداوار راست بزمانہ ضبطی خزانہ کولاس سے وصول ہوا تھا۔ وہ بھی ورثہ کو تقسیم کیا جا کر ضبطی کے زمانہ کا محاصل بھی ادا کرنے کا حکم شرف صدور لایا جو خسرو دکن کی فیاضی کی ادنیٰ مثال ہے۔

انگریزی تاریخ میں نظام آباد کا ذکر

۱۶۵۳ء میں لیس۔ جے۔ بی ٹیورنر فرانسیسی تاجر نظام آباد پر سے گذرا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک چھوٹی سی ندی ہے جو شاہان مغلیہ اور بادشاہ گولکنڈہ کے درمیان حد فاصل ہے۔ غالباً اوس کا مقصد گوداوری سے ہے ۱۶۶۷ء میں موسیو تھیونو فرانسیسی سیاح یہاں سے گذرا اُس کا بیان ہم ذرا تفصیل کے ساتھ لکھنا ضروری سمجھتے ہیں وہ لکھتا ہے کہ "ہم اندور پہنچے تو معلوم ہوا کہ یہ ایک راجہ کے قبضہ میں ہے۔ جو نہ تو مغلیہ بادشاہت کا مطیع ہے اور نہ گولکنڈہ کے زیر اثر۔ بلکہ لڑائی کا رنگ جدہر کامیاب دیکھتا ہے اُدہر کی گاتا ہے۔ یہاں کا راجہ ہم سے فی گاڑی دو روپیہ ٹکس طلب کیا لیکن ہم ایک روپیہ ادا کر کے یہاں سے چلدیے۔ یہاں سے بسنت پوری پہنچے ایک دیول قلعہ پر واقع ہے اُسے دیکھتے ہوئے آگے بڑھتے اس کے بعد

---

* بعض مواضع و قصبہ کولاس ضلع ناندیر میں شامل ہو گئے۔ اور بعض مواضعات ضلع ہذا میں ہیں۔

ہم اندوائی سے چار گھنٹے سفر کے بعد ایک خوشنما پہاڑی پر پہنچے جو تمام روئے زمین پر بہترین اور شاداب نظر آتی تھی۔" (سیاح غالباً سرنابلی کے جنگل کا ذکر کر رہا ہے مصنف)

ڈیچپلی یا سیتا نگر،

"ہم جب سیتا نگر پہنچے تو وہاں ایک مستطیل شکل کا مندر دیکھائی دیا۔ جو (۴۵) قدم لمبا (۲۸) قدم چوڑا۔ تیس قدم اونچا۔ یہ عمارت ایسی ہے جیسے تھسر کی عمارتیں۔ اس کی کرسی (۵) فٹ چاروں طرف اونچی ہے موسیو تھنو سیتا نگر کے مفصل حالات اس طرح لکھا ہے کہ "اس پیکوڈ کو سیتا نگر کہتے ہیں۔ وہ ایک مستطیل شکل کا مندر ہے (۴۵) قدم لمبا ۲۸ قدم چوڑا۔ تین قدم اونچا یہ اسی قسم کا پتھر ہے جسکی تھسر (THESEP) کی عمارتیں ہیں۔ اس کی کرسی پانچ فٹ چاروں طرف اونچی ہے۔ اور خمدار سیڑھی اور ہار ریا پتیوں سے اس میں اضافہ ہے۔ گلاب کے پھول اور پھندنا سے اوسے خوبصورت کیا گیا ہے۔ اور اس عمدگی سے تراشا گیا ہے کہ گویا یورپ کے معماروں نے بنایا ہے اس کا اگوڑ د غالباً بیرونی ور انڈہ) نہایت دلکش ہے۔ اس کے ستونوں، کنگروں، دروازے اور محرابوں پر عجب طرح کا نقش و نگار ہے۔ اُس کے اندر کی ساخت ایلورا مندر کی سی ہے۔ ایک اصل مندر ہے اور دوسرا بازو کا مندر ہے۔ تیسرا نہایت پر ایک چوٹی پر عبادت گاہ ہے۔ مجھے اصل مندر اور بازو کے مندر میں کچھ معلوم نہوا صرف اتنا ہی دیکھا کہ اس چار دیواری میں پتھروں کی جھلک نہایت

خوشنما معلوم ہوتی ہے! ور درمیان میں ایک گلاب کا پھول نہایت عمدہ تراشا ہوا ہے۔

اس مقام پر اور پیگوڈوں کی طرح دروازہ ہی سے روشنی آتی ہے البتہ بازد کے مندر کی دیواروں میں روشن دان ہیں۔ جن کا جھکاو بندرگاہوں کے ادن سوراخوں کا سا ہے جن میں رکھکر توپیں سر کی جاتی ہیں۔ سوراخ کے اندر لوہے کا ایک پیچ لگا ہوا ہے جو ایک ٹانگ کے برابر ہے مجھے کہا گیا کہ یہ لوہا اُن لوگوں کیلئے استعمال کیا جاتا ہے۔ جو عبادت گاہ میں زیادہ دنوں کا روزہ رکھکر اس سے لپیٹ دئے جاتے تھے۔ کنارہ کی عبادت گاہ میں انھیں دیواروں کے پتھروں کے بیچ میں ایک قربان گاہ بنی ہوئی ہے چٹان کو تراش کر اسکی کئی منزلیں بنائی ہیں۔ اور خوبصورتی کیلئے اس میں گہرا گلاب کا پھول اور زیبائشی نقش ونگار سے آراستہ کیا گیا ہے نیچے ہر طرف تین تین ہاتھیوں کے سر ہیں اسی پتھر کو جو قربان گاہ میں لگا ہوا ہے ایک کرسی مندر کے دیوتا کی نشست کیلئے بنی ہوئی ہے مگر معلوم ہوتا ہے کہ یہ عمارت تکمیل کو نہ پہونچی۔ جب میں نیچے آگیا تو مجھے پہاڑی کے دامن میں مشرق کیطرف اور ایک عمارت دکھائی دی جس کا مجھسے کسی نے ذکر نہیں کیا تھا۔ میں اپنے ملازمین کو لیکر ادس طرف گیا۔ وہاں جاکر اس قدر دیکھا کہ ایک عمارت کی تعمیر شروع کیگئی ہے جس کی دیواریں اُسی پتھر کی ہیں۔ جس کا یہ پیگوڈ بنا ہے۔ اس کی دہلیز تک بھی پتھر کی بنی ہوئی ہے۔ جو

عہ یہ اس وقت بھی موجود ہے۔

ڈیڑھ قد آدم لمبا ہے۔ اس عمارت میں بڑے بڑے جگا دھری پتھر لگے ہوئے ہیں۔ میں نے ایک پتھر کو ناپا تو وہ چار قدم لمبا تھا۔ اس عمارت کے پاس ایک تالاب اتنا چوڑا ہے جیسا کہ دریائے سین پیرس کے نیچے بہتا ہے۔ اور اسقدر طویل ہے کہ میں نے ایک بلند مقام پر جاکر دیکھا تو دوسرا کنارہ نظر نہیں آیا۔ اس تالاب کے وسط میں ایک اور تالاب ہے اوسکے چاروں طرف دیواریں بنی ہوئی ہیں اور سات آٹھ قدم مربع ہے چونکہ یہ پانی اس مکان کے نیچے بہتا ہے اس لئے وہاں سے اس میں اترنے کیلئے سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں۔ جب کوئی ڈیڑھ سو قدم اس مکان کے سلسلہ میں سامنے کیطرف تالاب میں جائیں تو وہاں ایک مربع دالان آٹھ دس قدم چوڑا ہے۔ اس کا چبوترہ پانی سے ایک فیٹ اونچا ہے یہ دالان اور اسکی چھت بھی اس پتھر کی بنی ہوئی ہے جس کا وہ مکان بنا ہوا ہے اس کے سولہ ستون ہیں ڈیڑھ ڈیڑھ قدم کے بلند اور ہر جانب چار چار ستون ہیں یہ عمارت، قدیم یونانی عمارتوں سے ملتی جلتی ہے اس مندر اور محل کو سیتا نگر سے موسوم کیا گیا ہے۔ کیونکہ پیگوڈ سیتا رام کی بیوی سے منسوب ہے۔

میں نے سُنا ہے کہ ان ہر دو عمارات کی تعمیر راجپوت امیر نے شروع کی تھی مگر اوسکے مرجانے کے باعث ناتمام رہ گئی تھی عہ اس عبارت کو پڑھنے کے بعد جب ڈچپلی کے دیول پر کھڑے ہوکر غور کریں سیاح مذکور کے اُن بیانات کی تصدیق ہو جاتی ہے۔ کیونکہ تمام علامات طول وعرض میں کوئی فرق نہیں ہے۔ یہ مقام اسٹیشن ڈچپلی سے ۲ میل اور نظام آباد

عہ دیکھو جلد دوم تاریخ سلسلہ آصفیہ۔

سے ۱۱ میل ہے جہاں موٹر سہولت سے پہنچ سکتی ہے اس دیول کو آثار قدیمہ کے محکمہ نے اپنی تحویل میں لے لیا ہے۔

۱۹۴۳ء میں ایک کنبی کے مکان کی کھدوائی کے موقع پر ایک تراشیدہ پتھر کی کمان برآمد ہوئی جس سے سیاح مذکور کے خیال کی تائید ہوتی ہے کہ "عمارت تیار ہوتے ہوتے رہ گئی"۔

اسی عمارت کے جانب مشرق شمال تقریباً دو فرلانگ پر جھاڑوں کے جھنڈ میں قدیم آبادی کے آثار موجود ہیں۔ سیتا نگر ایک راجپوت کی جانب منسوب کیا جاتا ہے یہ خیال بھی غلط نہیں معلوم ہوتا کیونکہ کولاس پر راجپوتوں کی حکومت رہی ہے۔ پرگنہ گندھاری کولاس کے تحت تھا جو دیول سے قریب ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ مقام پرگنہ گندھاری کے تحت رہا ہوگا۔ اس عمارت کو چودہویں صدی کی قرار دینے میں تامل ہوتا ہے کیونکہ دکن کے کسی دیول سے اس کا نقشہ نہیں ملتا۔

اس موقع پر ہم قلعہ نظام آباد کو بھی پیش کرینگے کہ اس کی تعمیر بھی پندرہ سولہ صدی عیسوی سے بڑھکر نہیں معلوم ہوتی۔ کیونکہ اس عمارت کا صدر ہال جہاں مورتی پوجا ہوتی تھی ؏ یا یہ کہ وہ راجہ کا دربار ہال تھا۔ بالکل مسلمانوں کی ذہنیت تعمیر کا نقش ہے کہ اس قدر روشن ہوادار عمارت کا تخیل پہلے نہ تھا۔ اور نہ ہندو ماہر فن اس قسم کی تعمیر کے عادی تھے۔

؏ کہا جاتا ہے کہ رگھوناتھ جی نے اس عمارت کو دیول کیلئے تعمیر کروایا تھا چنانچہ اس عمارت کے دامن میں جو تالاب ہے وہ رگھوناتھ تالاب کے نام سے موسوم ہے جسمیں ایک سادہ بھی ہے افسوس کہ اس عمارت کی تعمیر کی تاریخ نہ ملسکی

پس قلعہ نظام آباد کی تعمیر کو پندرہ سولہ صدی عیسوی سے آگے نہیں بڑھایا جا سکتا بحالت موجودہ اس عمارت سے جیل خانہ کا کام لیا جارہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی اصلی حالت پر قائم ہے۔ اور اس کی صورت مسخ نہیں ہوئی بلکہ کچھ اور خوبصورتی ہی پیدا ہو گئی ہے۔ (مزید معلومات کے لئے ملاحظہ ہو باب عمارات تمام)

اس قلعہ کے متعلق مورخ حالات نظام آباد نے لکھا ہے "آیہ رگھوناتھ داس نے رام لکشمن اور شیو کے نام وقف کیا تھا۔ جس کے بعد قلعہ بنا" لیکن یہ پتہ نہ چلا کہ داس موصوف کون تھے

مستقر نظام آباد کی قدیم آبادی کو اگر نگاہ متجسس تلاش کرے۔ تو وہ کوٹ (ف) کا مقام ہوگا۔ یا قدیم ترین عمارت "شمبو گڑھی" کا مندر جو نئی مارکٹ برکت پورہ کے قریب واقع ہے اور جس کا حصار نرسا گوڑ صاحب نے ۱۳۴۰ ف میں تعمیر کروایا۔

موجودہ نتیجہ تحقیق

مستقر نظام آباد کو کسی طرح بڑا راج نہیں کہا جا سکتا۔ بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ جب بہاپو کیہ خاندان کی سلطنت تلنگانہ میں آئی جس کے راجہ گنتی دیا دیبنی خود مختار تھے۔ اس وقت ممکن ہے نظام آباد ایک چھوٹی سی راجدھانی ہو۔ لیکن اس کے حدود اراضی کو بہت ہی مختصر کہنا پڑے گا۔

(ف) کوٹ۔ نظام آباد کا ایک محلہ جو قدیم آبادی کے جنوب مشرق میں ہے۔

کیونکہ قریب ہی میں بودھن ایک پایہ تخت تھا۔ اس کے علاوہ ہم دیکھتے ہیں ایک طرف سرکار کولاس اور دوسری طرف سرکار ناندیڑ اور تیسری طرف سرکار نرمل رہا۔ کسی وقت بھی اندور کو بجز پرگنہ کے سرکار کا لقب نہ مل سکا۔ ان تمام امور کے علاوہ بجز سنہ ۱۳۰۶ء میں ایک معمولی واقعہ کے کہ ملک کافور نے اندور کے راجہ سے لڑکر فتح پائی۔ جس کا داخلہ تاریخ فرشتہ سے ملتا ہے اور کوئی واقعات نہ مل سکے۔ اور نہ یہاں کی کسی مہم کا پتہ تواریخ سے چلتا ہے حالانکہ بودھن و نرمل و بالکنڈہ اور کولاس کے واقعات تواریخ میں درج ہیں یہاں تک کہ موضع گنڈیرہ (جو مستقر نظام آباد سے (۳) کوس کے فاصلے پر ہے) بمقابلہ زمیندار سرناپلی جنگ کا مقام رہا ہے۔ اس زمانہ میں نظام آباد کے قلعہ دیول کی مورتیاں سرناپلی میں منتقل کی گئیں۔ اور وہاں سے اندلوائی کے دیول میں۔ جہاں ابتک موجود ہیں عہ

ان تمام امور کے مدنظر اندور کے متعلق ہماری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ پانسو سال سے زائد یہ کوئی تاریخی مقام نہیں رہا۔ البتہ اس کے بعض ملحقہ مواضعات کی تاریخ سے اس پر کافی روشنی پڑ سکتی ہے جس کا ذکر اوپر کر دیا گیا ہے۔ اگر کوئی مقام قدیم تاریخی کا اس ضلع میں نظر آتا ہے۔ تو وہ شہر بودھن ہے۔ اس کے بعد بالکنڈہ و کولاس اور اس کے بعد ساتونی اور بھیکل تحقیقاً [illegible] قدیمہ کے تحت سلطنت راشٹر کوٹ کا پایہ تخت اندور (نظام آباد) کو قرار دینے میں ہم کو تامل ہوتا ہے۔ کیونکہ بودھن سے پایہ تخت اٹھانے کے بعد اگر اندور کو پایہ تخت بنایا جاتا تو بلا شبہ

عہ بیانات دریافت انعام سرناپلی مشمولہ مثل انعام

ایک ہزار سال قبل کی عمارتیں اس کی شہادت میں یہاں موجود ہوتیں۔
لیکن ہم دیکھتے ہیں) اس بیان کا کوئی مادی ثبوت ہمکو نہیں مل رہا ہے البتہ
بودھن کو ہم اندر سوم کا پایہ تخت قرار دیں اور اندور کو اسی راجہ کے زمانہ
کی آبادی تصور کرکے اسکا نام اندر سوم کے نام پہ اندرا پور کہا ہوا سمجھیں
تو حق بجانب ہوگا۔ جس کی تصدیق کتبات متذکرہ سے ہوسکتی ہے ورنہ
کوئی معنے نہیں کہ بودھن کی ترقی کا ذکر تو کتبات میں ہو اور اندور کا نام نہ
آئے اس قدر تحقیق کے بعد اب ہم آئندہ محققین کیلئے نتیجہ کو حالت
منتظرہ میں چھوڑ دیتے ہیں (اس حد تک مسودہ اُس وقت کا ہے۔ جبکہ
بودھن کو ضلع نظام آباد کا ایک بدترین تعلقہ قرار دیا گیا تھا۔ اور کہا جاتا
تھا کہ بودھن جائے بودن نیست" لیکن عہد عثمانی کے زرین کارناموں
میں ہم کو بحیثیت مورخ یہ لکھتے ہوئے مسرت ہوتی ہے کہ
بودھن کی قسمت نے پھر پلٹا کھایا۔ اور وہ اپنی قدیم تاریخ کی جانب
پھر ایک مرتبہ لوٹایا جارہا ہے یہاں پر کارخانہ شکر سازی کا قیام اور ریل
کی آمد اس کو معراج ترقی پر پہنچانے کا پیش خیمہ ہے مستقبل قریب میں
سابقہ ضرب المثل میں لفظ "نیست" کی جگہ "ہست" لے لیگا۔ کہ اللہ تعالی ہر چیز پر
قادر ہے کیونکہ وہی زندہ بستیوں کو مردہ اور مردہ شہروں کو زندہ کرتا ہے۔"

آرمور

آرمور کی آبادی سنہ ۱۱۰۰ھ سے پہلے کی نہیں معلوم ہوتی سنہ ۱۲۰۰ھ
میں راؤ شنکر نائک قصبہ آرمور کا ایک متوطن متمول تاجر تھا جس کی متعدد

دکانات حیدر آباد۔ اورنگ آباد وغیرہ میں تعین وصولت نے اس کو خدمت خزانہ داری نزل عطار کی تھی ۔ ۱۲۰۳ھ میں جب اس کا انتقال ہوا تو اس کا لڑکا راجہ شنکر نائک ثانی نے اپنی آبائی خدمت کا جائزہ لیا۔ جو آرمور ہی میں سکونت پذیر تھا۔ اور وہیں سے فرائض خدمت انجام دیتا تھا۔

غالباً سنہ ۱۲ھ میں آرمور کے پہاڑ پر قلعہ کی تعمیر ہوئی اور ڈیول بنائی گئی گوبند پیٹھ کی گڑھی شنکر نائک ہی نے اپنے باپ کے نام سے موضع کو آباد کر کے بنوائی تھی جس کا نام پہلے موضع امراد تھا۔ نزل سے اندر فت کے موقع پر یہ اس مقام پر قیام کرتا تھا۔ اور اسی طرح پیر کڑ کو آباد کر کے سوموار پیٹھ اپنی والدہ کے نام سے موسوم کیا۔

یہاں پر کھتری قوم آباد ہے۔ یہ لوگ سفید فام خوبصورت ہوتے ہیں ۱۳۲۳ف میں مولف نے ان کے حسن وجمال کو اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ مرد عموماً دن بھر کپڑوں کے ماگھ پر رہتے ہیں اور شام کو بکثرت نشہ کے عادی ہیں۔ اسی طرح عورتیں بھی۔ اس نشہ بازی کا نتیجہ ہمیشہ زناکاری ہی ہوتا ہے اسی لئے یہاں پر بکثرت عورتوں کی بے عصمتی کا شہرہ ہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بیس پچیس سال کے عرصہ ہی میں نسل مخلوط ہو گئی۔ اور ہوتی جا رہی ہے۔ رنگ اور اعضاء میں تغیرات پیدا ہو چکے ہیں تیزی سے صورتیں مسخ ہو رہی ہیں۔

یہ لوگ سب کے سب ریشمی کپڑوں کی صنعت اور تجارت کرتے ہیں ان میں سے اکثر متمول و سرمایہ دار ہیں۔ زبان کھتری بولتے ہیں کھتری زبان گجراتی زبان سے نکلی ہے۔ اس لحاظ سے اس قوم کو گجراتی قوم کی

شاخ قرار دیا جاسکتا ہے۔ ان کے عادات و اطوار صورت شکل رنگ و قوائے جسمانی۔ اور زبان اُن کے گجراتی ہونے کا ثبوت ہیں۔

اس مقام پر اس نسل کی آمد غالباً راجہ شنکر نائک کے زمانہ میں ہوئی ہے جبکہ وہ اپنی تجارتی منڈیاں حیدرآباد، ورنگل یا دوسرے مرکزی مقامات پر رکھتے تھے تو تجارت ریشمی پارچہ کے لئے اس قوم کو یہاں لانا قرین قیاس ہے۔ اور یہ زمانہ سنہ ۱۱۰۰ ؁ھ کا ہوگا۔ اس کے بعد اس قوم نے یہاں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ اور اپنے پیشہ کو جاری رکھا۔ مستقر ارمور پر ان کی آبادی تقریباً تین ہزار ہے۔ سنہ ۱۲۰۳ ؁ھ میں زمیندار لی پرگنہ اندور انتمانے بغاوت کی اور کماشدار کا سر کاٹ کر اس کے ساتھیوں کو مار ڈالا۔ راجہ شنکر نائک نے ...... اس بغاوت کو فرو کرنے کے لئے ارمور سے کوچ کرکے موضع رام ڈگ کا محاصرہ کیا۔ اسوقت نائک کے ہمراہ (۵) ہزار فوج تھی۔ گڑھی رام ڈگ کو نیست و نابود کر دیا۔ اور یہاں سے نکلکر سرناپلی پہونچا جہاں زمیندار لی رہتی تھی، اور ایک ماہ کے محاصرہ کے بعد اُس کو فتح کرکے ارمور واپس ہوا۔ چونکہ زمیندار روپوش ہو چکی تھی۔ اس لئے اس کو گرفتار نہ کرسکا[۱]

اسی زمانہ میں نظام آباد کے قلعہ کی مورتیاں سرناپلی میں منتقل ہوئیں اور وہاں سے اندلوائی کی دیول میں قائم کی گئیں۔

مستقر ارمور کی جدید آبادی و ہفتہ وار بازار آغا شیخ علی رضا صاحب زرم تعلقدار کی کوششوں کا نتیجہ ہے۔ جسکا سنگ بنیاد مرزا محمد بیگ صاحب کے زمانہ میں رکھا گیا۔ تعلقہ ارمور میں آشنہ پور کی جدید آبادی بیگم سر اکبر حیدری

---

[۱] - تاریخ زمل

کے نام سے آذر سنہ ۱۳۲۲ف میں موسوم ہوئی۔ یہ ایک بے چراغ موضع سیتارام پیٹھ سے موسوم تھا جس کو نمونہ کا موضع بنایا گیا جو آغا صاحب کی حسن کارگذاری کا بہترین ثبوت ہے۔

کاماریڈی

اس تعلقہ کا نام اڈلور تھا۔ دفاتر متصل حدود موضع کاماریڈی میں واقع ہوئے تھے۔ اور ریلوے اسٹیشن بھی اسی حدود میں قائم ہونے والا تھا اس لئے مسٹر ڈنلاپ نے بحیثیت ناظم بندوبست تحریک کی کہ کاماریڈی کو مستقر تعلقہ قرار دیا جائے جو سنہ ۱۳۰۵ف میں منظور ہوئی۔ محمد فصیح الدین احمد المخاطب فصیح جنگ مرحوم سنہ ۱۳۰۵ف سے سنہ ۱۳۱۲ف تک اس ضلع میں بحیثیت ڈویژنل افسر بانسواڑہ و نظام آباد و کاماریڈی کارگذار رہے۔ آپ ہی کے زمانہ میں کاماریڈی کی جدید آبادی قائم ہوئی۔ نواب سعادت جنگ مرحوم بھی سنہ ۱۳۱۱ف میں اس ڈویژن پر رہے۔ اور سنہ ۱۳۲۲ف میں نواب عقیل جنگ بہادر نائب صدر اعظم باب حکومت یہاں پر دوم تعلقدار رہ چکے ہیں۔

مولوی علی الدین احمد صاحب ناظم امور مذہبی کا بھی ابتدائی تقرر اسی ڈویژن پر ہوا تھا۔ سنہ ۱۳۲۴ف میں مستقر ڈویژن برخاست ہو کر مستقر نظام آباد قرار پایا۔ آغا شیخ علی رضا صاحب دوم تعلقدار کے زمانہ میں مستقر کاماریڈی کی جدید ترقی کا خاکہ ڈالا گیا جس کی تکمیل انتہائی خوش اسلوبی سے محمد فرحت اللہ صاحب دوم تعلقدار نے اپنی جدید اسکیموں کے ساتھ کی۔ و نیز ثانی الذکر نے قصبات خصوصاً بھیکنور کی اصلاح کیجانب خاص توجہ کی۔ فی زمانہ یہاں کی آبادی تیزی سے بڑھ رہی ہے مرسل سڑک کی وجہ سے ایک تجارتی مقام ہو رہا ہے۔ اس لئے یہاں پر انے

گنج کی بنیاد بھی محمد عزت اللہ صاحب نے ۱۳۲۵ف میں ڈالی تھی۔
مقامی اعتبار سے یہ کوئی تاریخی مقام نہیں ہے البتہ یہاں کی آب و ہوا
بمقابلہ دیگر تعلقات بہتر سمجھی جاتی ہے۔

بانسواڑہ

اس کی کوئی تاریخی اہمیت اس وقت تک تو میری تحقیق میں نہیں آئی
جبکہ ۱۲۰۵ھ میں دوم کندہ کا سمستان قائم ہوا۔ اس وقت تک بانسواڑہ
کی کوئی اہمیت معلوم نہیں ہوتی۔ سرکار کولاس کے تحت پرگنہ ڈرکی تھا۔
اسی کی عرفیت بانسواڑہ تھی۔ دریافت انعام میں دعویدار کے وکیل نے
بیان کیا ہے کہ ۱۳۱۶ف میں تعلقہ بانسواڑہ اس علاقہ کے تفویض تھا
۱۲۷۹ھ کے ایک قولنامہ کی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ راجہ
راگھویندراؤ و راجہ امانپت راؤ نے درخواست کی ہے کہ طرف ڈرکی
عرف بانسواڑہ بانجسال تعہد کے لئے انکو دیا جائے۔ اسی بنا پر وہ
اُن کے تفویض کیا گیا۔ غالباً اسی زمانہ میں اس خاندان نے اس کو آباد
کیا اور ڈرکی و بانسواڑہ دو علحدہ مقام ہوگئے۔

۱۲۸۳ھ تک بانسواڑہ بعنوان تعلقہ بانسواڑہ بطریق سربستہ
سومیشر راؤ فرزند امانپت راؤ کے قبضہ میں رہا۔ اور ۱۲۸۴ھ کے اوائل
میں شریک خالصہ کر لیا گیا۔ (ملاحظہ ہو مراسلہ ۱۲۵ مورخہ ربیع الاول ۱۲۸۴ھ)
موجودہ بانسواڑہ ۱۳۱۴ف تک اپنی تعلقہ کی نوعیت پر قائم رہا۔ اس
کے بعد تحصیل و ڈیویژن کا دفتر برخاست کر دیا گیا۔ ۱۳۲۳ف میں پھر

اس کو تعلقہ قرار دیا گیا ہے ۔

بانسواڑہ ضلع نظام آباد میں اپنے شر و فساد کی بنا پر مشہور تھا۔ جبکہ یہاں کا راستہ انتہائی دشوار گذار تھا۔ نہر نظام ساگر کی وجہ اب پرسکون فضا ہو گئی ہے۔ بانسواڑہ کے مشاہیر محمد عرب۔ نارک ہنمانڈلو مانک جیٹی و نارائن ریڈی وبھیل ریڈی ہیں۔ یہ سب ساہو کاری و تجارت و زراعت کرتے ہیں مسٹر نارلہ ہنمانڈلو دس سال سے بانسواڑہ کے مخیر ساہوکاروں میں شمار کئے جاتے ہیں اور فی زمانہ عہدہ داران سرکار ان کو اچھی نظر سے دیکھتے ہیں

بورلم

یہ کوئی تاریخی مقام نہیں ہے ۱۳۳۵ ف میں نہر نظام ساگر کے سلسلہ تعمیر کی وجہ اس کو دفتر نہر کا مستقر قرار دیا گیا تھا۔ اور عارضی مکانات بنا دئے گئے۔ جب بانسواڑہ تحصیل کا قیام عمل میں آیا تو عارضی طور پر انہیں مکانات میں دفاتر کو و نیز عہدہ داران و عملہ کو جگہ ملی ہے چونکہ منظر دلفزا تھا اور پہاڑ پر اکزکٹو انجنیر کیلئے ایک بنگلہ بنا دیا گیا تھا۔ اسی کو انیکشن بنگلہ قرار دیا گیا ۔

بورلم انتہائی نشیب میں واقع ہے جس کی وجہ اس موضع کی آبادی سخت پریشان تھی۔ احمد محی الدین صاحب رضوی دوم تعلقدار نے انتہائی کوشش سے اس کی اصلاح کی۔ و نیز رضوی صاحب موصوف نے تعلقہ بانسواڑہ و بودہن میں اپنی انتہائی دلچسپیوں۔ اور عملی کار گذاریوں سے رعایا میں ہر دلعزیزی حاصل کرلی تھی جس کی یاد آجتک دلوں کی گہرائی

میں موجود ہے۔ ۱۳۴۷ف میں ڈیویژن کا مستقر بوبرلم سے برخاست ہوکر
بودہن قرار دیا گیا۔

شجرہ فرمانروایان سلطنت آصفیہ

(۱) نواب نظام الملک آصفجاہ اول سنہ ۱۷۲۴ء تا سنہ ۱۷۴۸ء
(۲) نواب ناصر جنگ بہادر سنہ ۱۷۴۸ء تا سنہ ۱۷۵۱ء
(۳) نواب مظفر جنگ بہادر سنہ ۱۷۵۱ء
(۴) نواب صلابت جنگ بہادر سنہ ۱۷۵۱ء تا سنہ ۱۷۶۱ء
(۵) نواب میر نظام علیخان بہادر آصفجاہ ثانی سنہ ۱۷۶۱ء تا سنہ ۱۸۰۳ء
(۶) نواب سکندر جاہ بہادر آصفجاہ ثالث سنہ ۱۸۰۳ء تا سنہ ۱۸۲۹ء
(۷) نواب ناصر الدولہ بہادر آصفجاہ رابع سنہ ۱۸۲۹ء تا سنہ ۱۸۵۷ء
(۸) نواب افضل الدولہ بہادر آصف خامس سنہ ۱۸۵۷ء تا سنہ ۱۸۶۹ء
(۹) نواب میر محبوب علیخان بہادر آصف سادس سنہ ۱۸۶۹ء تا سنہ ۱۹۱۱ء
(۱۰) اعلیٰحضرت ہز میجسٹی جلالت الملک میر عثمان علیخان بہادر آصف سابع خلد اللہ ملکہ و سلطنتہ، سریر آرائے سلطنت آصفی، فرخندہ بنیاد حیدرآباد دکن

باب (۳)

بندوبست۔ تقسیم۔ ضلعبندی

قدیم بندوبست دکن میں ملک عنبر نے سنہ ۱۰۲۱ھ میں راجہ تو ڈرمل کے اصول انتظام مالگزاری کو پسندیدہ نظر سے دیکھکر رواج دیا۔ اس طرح کہ اراضی کو رسی یا چھڑی سے ناپ لیتے اور حصہ سرکار بلحاظ پیداوار غلہ یا نقدی کی صورت میں وصول کیا جاتا تھا جو عموماً دو خمس (یعنی ⅖) کی قیمت کل قیمت پیداوار سے کاشتکاروں کو داخل سرکار کرنی پڑتی تھی اور کاشتکاروں کی ملکیت اراضی تقسیم کیا گرا ان تو اس کے انتقال کا حق سمجھا گیا تھا۔ چنانچہ اورنگ آباد میں بعض معابد کے کتبات پر اراضی کی مقدار گز بیگہ وغیرہ سے اس کا پتہ ملتا ہے۔ لیکن بعض مورخین کا خیال ہے کہ دکن میں تشخیص جمع مالگزاری مرشد قلی خاں کے زمانہ میں ہوئی۔ یعنی سنہ ۱۰۶۲ھ میں چنانچہ مسٹر گرنٹ ڈف نے لکھا ہے کہ سنہ فصلی کا حساب سنہ ۱۵۵۶ عیسوی سے دکن میں رائج ہوا جس زمانہ میں بیگہ۔ اور بسوا کے الفاظ یہاں ملتے ہیں۔ بہرحال فردوس آشیانی یعنی شاہجہاں کے زمانہ میں اراضی کی پیمائش و تشخیص ہو کر ہر موضع کی جمع کامل قرار پائی تھی۔ لیکن عموماً نقد رقم کے وصول کا طریقہ مسدود ہو چکا تھا۔ بجز اس کے دیہہ و دیسپانڈیہ سے ایک سربستہ رقم وصول کر لی جایا کرتی تھی۔ ف

ف۔ رپورٹ ناظم بندوبست علاقہ سرکار عالی مرتبہ سنہ ۱۳۲۳ف تعلقہ پٹن ضلع اورنگ آباد مرتبہ سید مہدی علی صاحب مرحوم و مراۃ العواضین بابتہ سنہ ۱۳۰۲ف

تقسیم یا ضلعبندی ایک سو یا کم و بیش مواضع کے ایک حلقہ کو پرگنہ کہا جاتا اور دس پرگنے ایک "سرکار" کے تحت رہا کرتے تھے۔ جس کے لئے دیسکھ دیسپانڈیہ مقرر ہوتے زرمالگزاری داخل سرکار کرنے کی ذمہ داری دیسکھ و دیسپانڈیہ کی ذات پر رہتی۔ اور اس خدمت کے صلہ میں رقم وصول شدہ پر فیصدی پانچ روپیہ دیسکھ کو۔ اور دیسپانڈیہ کو دو روپیہ آٹھ آنہ حق الخدمت ایصال ہوا کرتا تھا۔ بعض اوقات سرکار ایک سربستہ رقم مقرر کر دیتی۔

۱۰۴۴ف میں پرگنہ اندور (جو پہلے علاقہ قصر فخاص کا تھا۔) سرکار نے دیسکھ رگھوپت جینا ریڈی (جد اعلیٰ زمیندار سرنا پلی) کو اجارہ پر دیا۔ اور حق خدمت کے لئے (۲۹) مواضعات سے انکو انعام بھی مقرر کیا*۔ اس کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ پرگنہ کو شریک خالصہ کر لیا گیا۔ چنانچہ ۱۱۶۸ھ کے ایک قولنامہ عطیہ شاہ نواز خان سے پتہ چلتا ہے کہ چند مواضعات کو بطور بالمقطعہ بعوض ۲۲۵۰۰ سالانہ جنکی جمع کامل ۵۶۲۲۶ للوسالانہ تھی پیلم راجنا ولد چیلم لنگا ریڈی کو مستقل طور پر کے دیدیئے گئے جو آج تک اس خاندان میں بحال ہیں*۔ بالعموم ۱۲۷۵ف تک سا ہو کار سے بجائے نقدی کے اجارہ دار یعنی دیسکھ وغیرہ غلہ لیا کرتے اور سرکار بھی بعض اوقات غلہ وصول کرتی البتہ نقد محاصل غیر آباد مواضع سے بصورت پن مقررہ داخل سرکار کرا لیا جاتا۔ یا امانی کا تعہد دیدیا جاتا۔ جس کا منتظم امانی دار۔ یا تعلقدار کہلاتا تھا۔ اس کا فرض یہ ہوتا کہ جس قدر رقم وصول ہو اُس کو تعلقدار کے پاس جمع کرا دے۔ تنخواہ امانی دار و عملہ تعلقدار کے پاس سے ملا کرتی تھی۔ یا سرکار سے جب تعلقدار ماہوار دیتا تو

---

* ملاحظہ ہو سند مورخہ ۶ محرم ۱۰۴۷ھ دریافت انعام معاش سرنا پلی۔

ووآنہ حق خدمت سرکار سے تعلقدار کو دیا جاتا - اور جب سرکار ہموار دیتی تو تعلقدار کو حق الخدمت تین پائی ملتے ایک اور طریقہ "تعہد سربستہ" کا تھا- جس میں ایک میعاد معین کے لئے چند مواضع یا پرگنات رقم مقرر کرکے دیدئے جاتے اور رقم سربستہ دار سے وصول کرلی جاتی - اسکے علاوہ ایک اور بھی طریقہ تعہد بالمقطعہ کا تھا، جو بڑی بڑی زمینداریاں یا چھوٹی چھوٹی راج دھانیاں قیام سلطنت کے پہلے سے قائم تھیں۔ جن سے حکومت خراج لیا کرتی تھی۔ اُن کو اُن کا علاقہ ایک مقررہ رقم پیشکش کے معاوضہ بحال رکھا جاتا۔ جس کو مستان سے موسوم کرتے تھے - (جو آجتک بھی رائج ہے) اسی اصول کے تحت ۱۲۸۳ھ م ۱۲۷۳ف تک یہ ضلع سرکار ناندیڑ صوبہ بیدر کے تحت رہا-

ضلع بندی اوّل

نواب مختار الملک اوّل وزیر اعظم سلطنت آصفیہ کو جب تنظیم مملکت کا خیال پیدا ہوا تو سب سے پہلے ضلعبندی کی ضرورت محسوس کیگئی۔ ۱۲۷۵ف میں جب ملک دکن کو پانچ صوبوں[ف] میں تقسیم کیا گیا یعنی پانچ سمت (صوبہ) قرار دئے گئے تو اندور ضلع مقرر کیا جاکر جب سابق صوبہ بیدر کے تحت رکھا گیا۔ اور حسب ذیل تعلقات قائم کئے گئے۔

اندور (نظام آباد) آرمور- نرمل- ادلہ (نرساپور) بانسواڑہ- اڈلور(کاماریڈی) بچکندہ (بودہن) بلوتی- یلاریڈی- ایدلآباد (عادل آباد) سرپور تانڈور (سرپور تانڈور وایدلآباد ۱۲۸۰ف میں عملداری کے تفویض کئے گئے) اِن تعلقات

ف اسوقت ایک صوبہ برار بھی تھا-

میں قدیم طریقہ وصول اجناس کو قطعاً موقوف کیا جا کر زر نقد میں محاصل مالگزاری کے وصولی کا عمل جاری ہوا۔ سنہ ۱۲۸۰ف میں یہ ضلع (۹) تعلقات پر مشتمل تھا۔ اور جدید طریقہ وصول مالگزاری کے تحت اقساط مقررہ پر پہلی مرتبہ تمام ضلع کی رقم مالگزاری سنہ ۱۲۸۱ف میں بہ زمانہ مسٹر سوامی راؤ تعلقدار وصول ہوئی (ملاحظہ ہو رپورٹ سنہ ۱۲۸۱ف)

سنہ ۱۳۰۱ف میں اس ضلع کے تحت دس تعلقہ بشمول مدھول تھے۔ اور تین علاقہ پائیگاہ جاگیرات شامل تھے۔

سنہ ۱۳۱۰ف میں تعلقہ بوبلی کے بجائے تعلقہ مدھول شریک ضلع رہا اس طرح دس تعلقات کا یہ ضلع تھا۔ جس میں (۱۳۰۷) مواضعات تھے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے

نام تعلقات	اندور	نرمل	بانسواڑہ	نرساپور	مدھول	کاماریڈی	
تعداد مواضعات تحت تعلقہ	۱۱۲	۱۷۷	۱۶۶	۱۵۶	۱۲۷	۱۰۰	
نام تعلقات	آرمور	یلاریڈی	بودھن	پٹی بمگل	یلغرب جاگیر شامل	کوشگیر جاگیر شامل	گندھاری جاگیر شامل
تعداد مواضعات تحت تعلقہ	۶۹	۸۹	۸۳	۷۹	۵۰	۴۵	۲۴

ضلع بندی دوم

ضلع بندی اول کے بعد دوسرا دور سنہ ۱۳۱۴ف میں شروع ہوتا ہے جسمیں بجائے (۹) تعلقات کے صرف (۵) تعلقہ۔ نظام آباد۔ آرمور۔ بودھن۔ یلاریڈی

وغیرہ۔ یلغرب۔ کوشگیر۔ گندھاری۔

کا مارنڈی بحال رکھے جاکر باقی خارج کر دے گئے و نیز صوبہ بیدر سے اس ضلع کا
تعلق منقطع کر کے صوبہ گلشن آباد (میدک) میں اس کو شامل کیا گیا۔ ۱۳۳۱ف
میں بوجہ تخفیف صوبہ داریاں اس ضلع کا تعلق راست معتمدی مالگزاری سے
بحد سررشتہ مال رکھا گیا اور باقی عام سررشتوں کا تعلق سمت میدک سے رہا
۱۳۳۴ف میں بوجہ قیام دو اسمات اس ضلع کو سمت تلنگانہ میں شریک
کر دیا گیا۔ جس کا مستقر ورنگل تھا۔ ۱۳۳۷ف میں حسب سابق پھر چار صوبہ داریاں
قائم ہوئیں۔ لیکن ضلع نظام آباد صوبہ ورنگل کے تحت ہی رہا۔ اور یہ تعلق صرف
سررشتہ مال کی حد تک تھا) ۱۳۴۰ف میں نظام ساگر کی تعمیر کے بعد اُسکے
تحتی زمینات کا انتظام کرنے اور اُن خاص مراعات کو عطا کرنے جو اس
مخزن آب سے استفادہ کیلئے مقرر ہوئے تھے ایک مخصوص ضلع نظام ساگر کے نام سے موسوم
کیا گیا۔ اور مرزا احمد بیگ صاحب کا تقرر بہ عطائے اختیارات تعلقداری
اُسپر کیا گیا کیونکہ صاحب موصوف بحیثیت اسپشل آفسر معاوضہ اور نہایت خوبی سے
قواعد نظام ساگر کام انجام دے رہے تھے۔ اس لئے نظام ساگر کو کامیاب
بنانے کے لئے صاحب موصوف کو ہی موزوں سمجھا گیا ضلع نظام ساگر کے تحت
ایک تعلقہ بودھن تفویض کیا جاکر ایک جدید ڈیویژن بورلم کی منظوری دیگئی

ف۱ - بوقت ضلع بندی اول شمول و خروج دیہات کے ساتھ بچکندہ کے بجائے
بودھن اور اڈلور کے بجائے کاماریڈی کو مستقر تعلقہ قرار دیا گیا ہے۔

ف۲ - صوبہ داریوں کے تخفیف کے بعد جب کام نہ چل سکا تو دو اسمات مقرر کئے
گئے ایک ورنگل جس کو سمت تلنگانہ اور دوسرا مرہٹواڑی جس کا مستقر اورنگ آباد
قرار دیا گیا۔ اس پر نظامامال کار گذار تھے۔

یکسالہ زندگی کے بعد یہ ضلع شکست کردیا گیا اور یکم آذر ۱۳۲۱ف سے ضلع نظام آباد میں شامل ہوگیا۔ ۱۳۴۴ف نہر نظام ساگر کی وجہ از دیاد کار کے باعث جدید تقسیم کی ضرورت داعی ہوئی۔ اس لئے تعلقہ یلاریڈی کو بعد شمول و خروج دیہات ضلع میدک میں شریک کردیا گیا۔ اور تعلقہ یلاریڈی کے بعض مواضعات و بودھن کے بعض مواضعات سے ایک جدید تعلقہ بانسواڑہ قائم ہوا۔ تاکہ حسب سابق (۵) تعلقات اس ضلع میں رہیں چنانچہ یہ انتظام اس وقت تک باقی ہے۔

بندوبست

پہلا بندوبست ضلع ہذا میں سب سے پہلے بودھن و بانسواڑہ کا بندوبست ۱۲۹۵ف میں ختم ہوا۔ اور پندرہ سالہ میعاد کا اعلان کیا گیا۔ کاماریڈی کے پیمائش کا آغاز ۱۲۹۶ف میں اور ختم ۱۲۹۸ف۔ یلاریڈی ۱۲۹۲ف آغاز ختم ۱۲۹۹ف میعاد پندرہ سالہ کا اعلان ۱۳۰۲ف میں ہوا۔

نظام آباد کا بندوبست ۱۲۹۵ف میں اور اختتام ۱۳۰۱ف میں آرمور کا بندوبست ۹۵ف اور اختتام ۱۲۹۹ف میں بھیگل کا بندوبست ۹۷ف اور اختتام ۹۷ف میں تشخوای بندوبست ہر سہ تعلقات ۱۳۰۹ف میں ہوئی۔ جس کی میعاد سات سالہ مقرر کی گئی۔

دوسرا بندوبست۔ ڈیویژن کا کام سب سے پہلے آرمور میں ۱۳۲۷ف اور بودھن و کاماریڈی ۱۳۲۲ف نظام آباد ۱۳۲۹ف میں شروع ہوا۔

نقشہ مابعد سے بندوبست اولی کے نتائج ظاہر ہونگے

نام تعلقہ	سنہ آغاز پیمایش	سنہ اختتام پیمایش	مہتمم صاحب	تاریخ اعلان
نظام آباد	۱۲۹۵ ف	۱۳۰۱ ف	پرزوجی صاحب	۱۳۰۶ ف
آرمور	۱۲۹۵ ف	۱۲۹۹ ف	"	۱۳۰۶ ف
بودہن	۱۲۹۲ ف	۱۲۹۵ ف	×	۱۳۰۱ ف
یلاریڈی	۱۲۹۴ ف	۱۲۹۹ ف	نوزروجی صاحب	۱۳۰۳ ف
کاماریڈی	۱۲۹۶ ف	۱۲۹۰ ف	وسدیوراؤ	۱۳۰۳ ف
بانسواڑہ	۱۲۹۲ ف	۱۲۹۵ ف	×	۱۳۰۱ ف
بھیگل	۱۲۹۷ ف	۱۲۹۷ ف	پرزوجی صاحب	۱۳۰۶ ف

نتائج بندوبست ثانی نقشہ ذیل سے واضح ہوسکتے ہیں

نام تعلقہ	سنہ پیمایش	سنہ اعلان	نام مہتمم بر پیمایش	میگزیم دھارہ
نظام آباد	۱۳۲۶ ف	۱۳۲۷ ف	سید جعفر علی خان صاحب	آبی عہ دو فصلہ سہ - خشکی اول عاں دوم عاں
کاماریڈی	۱۳۲۸ ف	۱۳۳۲ ف		آبی عہ دو فصلہ سہ خشکی اول سے دوم عاں
بودہن	۱۳۲۸ ف	۱۳۳۲ ف	مسٹر گوپال راؤ صاحب	آبی عہ دو فصلہ سہ خشکی اول عاں دوم عہ سوم عہ
آرمور	۱۳۲۷ ف	۱۳۳۲ ف	"	آبی سہ دو فصلہ اللہ خشکی اول اسعاں دوم عاں
بانسواڑہ	چونکہ یہ تعلقہ جدید ہے اس لئے مواضعات بودہن و یلاریڈی سے اس کا تعلق ہے -			

بندوبست ثانی کے بعد خشکی دھارہ جات سے رعایا چیخ اٹھی یہ ایک تفصیل طلب

حقیقت ہے جسکے لئے میری تالیف تلنگانہ کافی موجود ہے یہاں تفصیل کی گنجائش ہے اور نہ ضرورت۔

ڈویژن و تعلقے

سنہ ۱۲۷۵ف نظام آباد میں مالگزاری کے تحت حسب ذیل ڈویژن تھے بانسواڑہ نرمل۔ نظام آباد۔ اس کے بعد کے تغیرات نقشہ ذیل سے ظاہر ہوسکتے ہیں۔

	نام ڈویژن بصراحت تعلقات				
سنہ	ڈویژن کاماریڈی	ڈویژن نظام آباد	ڈویژن آرمور	ڈویژن بورگم	ڈویژن بودھن
سنہ ۱۳۱۴ف	تعلقہ کاماریڈی و تعلقہ یلاریڈی	تعلقہ نظام آباد ” بودھن ” آرمور	•	•	•
سنہ ۱۳۲۲ف	تعلقہ کاماریڈی ” یلاریڈی	تعلقہ نظام آباد ” آرمور	•	تعلقہ بانسواڑہ	•
سنہ ۱۳۲۴ف	ڈویژن کاماریڈی برخاست اور مقام آرمور قرار دیا گیا	تعلقہ نظام آباد و ” کاماریڈی	صرف تعلقہ آرمور	تعلقہ بودھن ” بانسواڑہ	•
سنہ ۱۳۴۷ف	•	تعلقہ نظام آباد و کاماریڈی	تعلقہ آرمور	برخاست	تعلقہ بودھن ” بانسواڑہ

مواضعات

سنہ ۱۲۸۱ف میں ضلع (۱۳۵۰) مواضعات پر مشتمل تھا۔ سنہ ۱۳۰۱ف میں (۱۳۰۷) مواضعات تھے سنہ ۱۳۴۷ف (۵۲۲) مواضعات ہیں۔ نقشہ مابعد سے ہر تعلقہ کے مواضعات کی تفصیل ظاہر ہوسکتی ہے۔

نام تعلقہ	تعداد مواضعات: بر داخلہ گذشتہ ۱۳۳۸ف	تعداد مواضعات: بر داخلہ سنہ ۱۳۴۰ف	تعداد مواضعات: بر داخلہ سنہ ۱۳۴۱ف	تفصیل بلحاظ نوعیت بر داخلہ ۱۳۴۱ف: اہالی	پیشکش	حق مالکان	درن بقطعہ	معافی جاگیرات	اجارہ	اگرہار	دیہات ویران	جملہ	آبادی تعلقہ بلحاظ مردم شماری
۱	۲	۳	۴	۵	۶	۷	۸	۹	۱۰	۱۱	۱۲	۱۳	۱۴
نظام آباد	۲۰۹	۱۶۸	۱۳۹	۸۸	۰	۲	۲۶	۳۱	۰	۰	۰	۱۳۹	۱۲۰۲۸۱۱
آرمور	۱۴۰	۲۰۴	۲۰۳	۱۳۸	۰	۱۳	۱۲	۳۲	۱	۵	۲	۲۰۳	۱۱۷۰۵۸۶
کاماریڈی	۱۰۸	۱۴۴	۱۷۵	۱۱۱	۱۱	۱۰	۳	۴۰	۰	۰	۰	۱۷۵	۱۳۱۳۳۳
یلاریڈی	۱۱۲	۱۹۷	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰	۰
بودھن	۷۷	۱۴۳	۱۱۳	۸۷	۰	۱۱	۱۴	۱۱	۰	۰	۰	۱۲۳	۹۷۰۲۰۴
بانسواڑہ	۸۱	+	۱۲۲	۹۶	۳	۱۷	۱	۵	۰	۰	۰	*۱۲۲	۱۲۲۸۹۵
جملہ	۸۴۷	۸۲۶	۷۵۲	۵۲۰	۱۴	۵۵	۵۶	۱۰۹	۱	۵	۲۰	۷۶۲	۱۲۰۸۵۵۴

* تعلقہ بانسواڑہ میں کون کون مواضعات کس کس تعلقہ سے شریک کیے گئے اُسکی تفصیل کیلیے ملاحظہ ہو نقشہ مابعد

فہرست مواضعات خالصہ حلقہ واری جو تعلقہ بانسواڑہ میں شریک کئے گئے

تعلقہ بودھن کے مواضعات جو بانسواڑہ میں لیے گئے				تعلقہ کاماریڈی کے مواضعات جو بانسواڑہ میں لیے گئے	
حلقہ بانسواڑہ	حلقہ ابراہیم پیٹھ	حلقہ بیرکور	حلقہ جاکھورہ	حلقہ پٹلم	
بانسواڑہ	ابراہیم پیٹھ	بیرکور	جاکھورہ	پٹلم	برہمن پلی
چنتل ناگارم	رام پور	ناگاپور	بمندپلی	انجنی	کاٹے پلی
واسدیوپلی	درکی	سدھاپور	تمانگر	برگ پلی	سون پیٹھ
سومیشر	بسواپلی	بیس پنی	وششٹ پلی	ناگم پلی	برتاپور
ترلاپور	درگم پلی	بہراپور	لکھورہ	مارونڈا	منگلور
برچ	سنگرے پلی	تماپور	ملارم	مدلچرو	ویلگنور
کولنچہ	نصراللہ آباد	ملاپور	لچھاپور	بندہ پلی	تمانگر
مخدوم پور	تاچپلی	کلور	کارے گاؤں	بورک پلی	گودم گاؤں
گالی پور	انکول	چنچولی	باجدپور	کارے گاؤں	دھرمارم
کنگل	نملی	انارم	مولاعلی پور	رامپور کلاں	جکاپور
تڑدا	دیسائی پیٹھ	دامرنچہ خورد	ہنماجی پیٹھ	کھنیاپور	ملور
تگڑپلی	بورلم	دامرنچہ کلاں	گورارم کلاں	گورارم خورد	پوت ریڈی پلی
اچم پیٹھ	پرچارم	کشٹاپور	کوناپور	مالی	حسناپور
	کامشٹ پلی	ویراپور	کہادہ پور	کرپی	کنڈہ نملی
		سیلارم	سرواپور	گورگل	وڈرے پلی
		سلطانپور	ننگوجی پیٹھ	کوٹگل	
		ناگارم خورد	دولتاپور	آرے پلی	
			دیکناپور	حسن پلی	
			حاجی پور		

فہرست مواضعات جاگیرات جو تعلقہ بانسواڑہ میں شامل ہوئے ہیں

منتقلہ تعلقہ بانسواڑہ حسب	منتقلہ تعلقہ بہوڑہ حسب	منتقلہ تعلقہ بلکمر	منتقلہ تعلقہ بیسور حسب	منتقلہ تعلقہ بودھن حسب
واجد نگر	چندور	اللہ پور	مرزاپور	سنگم
تاڑکول	جلال پور	نظام پیٹھ	برنگ ایڑپلی	
بورگل	خونی پور	زنگ رائے پیٹھ		
بنجے پلی	سعید پور	اکلارم		
تنکے پلی	سداپور	انارم		
ترکاپلی	پڑل	کشٹاپور		
	مرپلی	سداپور		
	راج پیٹھ	چلرگی		
		رنجل		

۱۳۰۰ف میں اس تعلقہ کے تحت خالصہ (۸۰) اور علاقہ جاگیر (۶۲) جملہ (۱۴۲) مواضعات تھے۔ فی الوقت (۱۲۲) مواضعات ہیں۔

جاگیرات

ضلع ہذا میں جاگیرات حاصلی (صرفخاص پائیگاہ ۱۳۲۰) بحال و جاری ہیں۔ تعداد اقسام جاگیرات تختہ مواضعات سے معلوم ہوسکتی ہے۔ صرفخاص مبارک کا کوئی علاقہ اس

ضلع میں نہیں ہے ۔
صرف زیادہ از پانچہزار سالانہ کے علاقہ نقشہ ذیل میں ظاہر کئے جاتے ہیں ۔
اور اندرون پانچہزار کو نظر انداز کیا جاتا ہے ۔

تختہ جاگیر و سمستان و مقطعہ

نام تعلقہ	نام موضع	نام جاگیردار	جمع	نام تعلقہ	نام موضع	نام جاگیردار	جمع
نظام آباد	منولہ	فخر الملک مرحوم	[illegible]	آرمور	پیرکھیل	اکبر علی خاں	[illegible]
	کلنیکوٹ	کرن اندر	[illegible]		ریگل پلی	رگھوہری لعل	[illegible]
	بورگاؤں	منصب یار بیگ	[illegible]		بالکنڈہ	مقرب جنگ مرحوم	[illegible]
	یچپہ	پاروتی بائی	[illegible]		سرکنڈہ	مشیر جنگ	[illegible]
	کورٹ پلی سدلم	حمیدی بیگم	[illegible]		حداو چلپور	تراب جنگ	[illegible]
	نانیسر	اکرام الدین خاں	[illegible]		بلی کنڈہ	محسن جنگ	[illegible]
	گوچن پلی	آما بائی	[illegible]		چکلور	عظمت جنگ	[illegible]
	سرنا پلی	حلیم النساء بیگم	[illegible]		نرکہوڑہ	راجہ شیوراج جی	[illegible]
آرمور	تورت	سیدہ محمد غوث بیگم	[illegible]	بودھن	ایرچ پلی	فیاض الدین خاں	[illegible]
	بیمگل	داور علی خاں	[illegible]		تاڑبلولی	سید محمد صوفی	[illegible]
	ارسا پیٹھ	ثابت علی خاں	[illegible]		کلمدگی	محمد غوث خاں	[illegible]
	سوڑتاڑ	امیر رشید بیگی	[illegible]		ہنگرگہ	عباس علی خاں	[illegible]

بودھن	کنذکرتی	باقر علی خان	[illegible]	کاماریڈی	ایرابہاٹ	داود حسین خان	[illegible]
	ہونسہ	حسین نواز جنگ	[illegible]		تاڑوائی	محکم جنگ	[illegible]
	مرزا پور	سید علی خان	[illegible]		تارم	رضا علی خان	[illegible]
	واجد نگر	احمد علی خان	[illegible]		سداشونگر	راجہ بائی	[illegible]
	چیندور	غلام احمد خان	[illegible]		دوم کندہ	راجہ شیوراج	[illegible]
	کرناپلی	صفدر یار خان	[illegible]	پالنواڑہ سابق پائیگاہ	نظام پیٹھ	عبد الجبار	[illegible]
	نیلہ	سرفراز علی خان	[illegible]		چلرگی	اصغر حسین خان	[illegible]
	تاڑکول	بجن خان وحید	[illegible]		راگھول پلی	سیف نواز جنگ	[illegible]
	ساوور	اکرام اللہ خان	[illegible]		رنجل	راجہ منجی لال	[illegible]
	جلالپور	احمد علی خان	[illegible]		ڈیلوٹلہ	راجہ جشیراؤ	[illegible]
	رنجہول	راجہ شیوراج	[illegible]		برہمن پلی	دوم کندہ موتی لال	[illegible]
	سنگم	راجہ جشیراؤ [illegible]	[illegible]				

پائیگاہ — ایک علاقہ پائیگاہ کوہٹ گیر نواب سلطان الملک بہادر تعلقہ بودھن میں واقع تھا اور ایک علاقہ جاگیر گنذھاری تعلقہ کاماریڈی میں بوجہ انتقال مکرم الدولہ بہادر ۱۳۲۲ف میں شریک خالصہ ہوا۔ چونکہ اول الذکر علاقہ میں نہر نظام ساگر و اس کی سیرابی میں پیچیدگیاں واقع ہونے کی وجہ سے علاقہ کوہٹ گیر پائیگاہ کا تبادلہ [illegible] گنذھاری کے۔ مواضعات محاصلی [illegible] و آمدنی دیگر ابواب [illegible] لوکل [illegible] آمدنی کے مواضعات علاقہ پائیگاہ کوکوٹ گیر کے (۳۸) مواضعات مساوی المحاصل سے آذر ۱۳۲۶ف میں رائے جگ جیون چند تحصیلدار بودھن نے جائزہ

میں حاصل کرلیا اب علاقہ پائیگاہ بجائے کوٹ گیر کے علاقہ گندھاری تعلقہ کاماریڈی قرار پایا ہے

سمستان

سمستان کولاس ضلع ہذا میں سمستان کولاس صحیح معنی میں سمستان کی تعریف میں داخل تھا جو سنہ ۱۳۲۴ ف ضلع میں شریک خالصہ کرلیا گیا۔

سمستان دوم کنڈہ ۔ بموجب واخد سررشتہ انعام اس علاقہ کو بھی سمستان سے موسوم کیا گیا ہے۔ مگر اسناد سے سمستان کی تعریف صادق نہیں آتی اسکی آمدنی سالانہ تقریباً دو لاکھ روپیہ ہے جس کا پیشکش علاقہ سرکار میں داخل ہوتا ہے یہ سمستان سنہ ۱۲۰۰ ہجری میں حاصل ہونا انا پہت راؤ والی سمستان دوم کنڈہ کی تاریخی کتاب سے معلوم ہوتا ہے۔ گویا نواب غفران مآب کے عہد کا یہ سمستان ہے۔ یہ خاندان کامسنے فی چودھری کا ہے۔ جسکے سلسلہ سے اٹھارویں پشت میں راجہ راجیشور راؤ والی اسٹیٹ اس وقت قابض ہیں۔ یہ بڑے ہی علم دوست ہیں جسکا ثبوت نظام آباد میں کتب خانہ جوبلی کی عمارت سے ملتا ہے (ملاحظہ ہو باب ۱۱)

مرزاپلی ۔ یہ علاقہ بھی سمستان سے معروف ہے۔ لیکن کاغذات انعامی اور اسناد سے اس پر صرف زمینداری و مقطعہ داری کی تعریف صادق آتی ہے تمام علاقہ بعنوان مقطعہ بحال ہے جسکی آمدنی سالانہ تقریباً پونے دو لاکھ ہے۔ البتہ ایک چھوٹا سا بے چراغ موضع ملکاپور اس علاقہ میں جاگیر ہے کاغذات انعامی سے پتہ چلتا ہے کہ سنہ ۱۱۲۴ ہجری میں یہ علاقہ خاندان حلیم دار کے زیر اثر آیا۔ حلیم منگلی صاحبہ و حلیم جانکا بائی صاحبہ اس اسٹیٹ کے بہترین زمیندارہ گزری ہیں ۴

۴ انکے بعد سے یہ علاقہ حلیم رام لنگا ریڈی صاحب کے قبضہ و تصرف میں سنہ ۱۳۳۰ ف سے ہے (تفصیل باب (۲۰) میں ملاحظہ ہو)

حصہ دوّم

انتظام مال

باب (۴)

انتظام مالگزاری

۱۷۶۱ء م سنہ ۱۱۶۹ فصلی میں بعہد فرمانروائی نواب نظام علیخان بہادر اصول بندوبست عہد قدیم کے تحت ضلع کی آمدنی بعنوان مستاجری لبستہ اور بالمقطوع امانی حسب تفصیل ذیل تھی۔

نشان سلسلہ	نام پرگنہ	آمدنی سکہ رائج الوقت
۱	پرگنہ اندور (نظام آباد)	[illegible] ۲۴۰۳۳۳
۲	〃 بمگل ف	[illegible] ۱۵۰۲۰۱
۳	〃 بالکنڈہ	[illegible] ۱۳۱۴۵۰
۴	〃 بودھن	[illegible] ۱۲۰۶۶۳

یہ چار پرگنہ (۱۵۶) مواضعات پر مشتمل تھے۔

ف: قصبہ بمگل تعلقہ آرمور کے تحت ہے جس کو تعلقہ کا صدر بنانے غور کیا جا رہا تھا کہ تحصیل آرمور از دیاد کار کی وجہ دو تحصیلات پر منقسم ہونے کا سوال در پیش ہے۔

اس طرح چار پرگنوں کی جملہ آمدنی ہمہ ابواب بحق سرکار (سنہ ۱۲۸۸ ف ۸ ۱۹ لاکھ روپئے تھی)[1]

سنہ ۱۲۷۵ ف میں ملک سرکار عالی کی پہلی مرتبہ ضلعبندی ہوئی جسمیں نظام آباد کو صوبہ میدک گلشن آباد کے تحت رکھا گیا۔ سنہ ۱۳۳۴ ف سے سنہ ۱۳۴۴ ف تک یہ ضلع صوبہ ورنگل ہی میں شامل رہا۔ کیونکہ صوبہ ورنگل کے صوبہ دار مسٹر داراب جی المخاطب نواب داراب جنگ بہادر ماہر فن بندوبست ہونے کی وجہ نظام ساگر کو کامیاب بنانے اس کی ضرورت محسوس کی گئی۔ اس تعلق سے بوجہ بعد مسافت رعایا کو بار بار صدائے احتجاج بلند کرنا پڑی۔ بالآخر سنہ ۱۳۴۵ ف میں حسب سابق گلشن آباد میدک سے اس کا تعلق کر دیا گیا۔

ڈیویژن و تعلقات اس ضلع میں تین ڈیویژن۔ اور پانچ تعلقات ہیں جس کے تحت (۷۵۲) مواضعات ہیں[1]۔

ضلعداری یکم آذر سنہ ۱۳۴۱ ف سے سنہ ۱۳۴۳ ف تک ضلعدار کے نام سے ایک اسپشل مددگار کارگذار رہا[2] مسٹر وکیفلڈ ڈائرکٹر جنرل مال کا اسکیم تھا۔

رقبہ کل رقبہ ضلع کا ۳۰۵۳۹۶۴۱۱ ایکر ہے۔

رقبہ تعلقداری سے مدرجۂ نقشہ ذیل سے معلوم ہو سکتا ہے۔

نقشہ رقبہ تعلقداری ضلع نظام آباد

سنہ ۱۳۴۷ ف	سنہ ۱۳۳۰ ف	سنہ ۱۲۸۱ ف	نام تعلقہ	نشان سلسلہ
۲۷۷۴۰۲ ایکر	۶۷۱۹۰۲ ایکر	۲۷۷۸۲۳۳۲ ایکر	نظام آباد	۱

ف[1] ۔ اقتباس از حالات نظام آباد مولفہ عبدالسلام مرحوم مطبوعہ سنہ ۱۳۳۰ ھ
ف[2] ۔ تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو باب سوم ضلعبندی ف۔ سید محمد علی صاحب ضلعدار تھے۔

۲	آرمور	۱۵۹۵۸۱ ایکڑ	۳۲۲۵۵۵۷ ایکڑ	۳۶۱۱۷ ایکڑ
۳	کاماریڈی	۱۳۰۵۵۱۰۵ ایکڑ	۲۲۳۰۰۱۷ ایکڑ	۲۲۵۳۹۲ ایکڑ نوٹ سنہ [illegible] تعلقہ [illegible] ضلع [illegible] سے خارج اور میدک میں شامل ہوا ہے
۴	یلاریڈی	۹۰۳۴۹۰۶ ایکڑ	۱۹۰۲۷۱ ایکڑ	
۵	بودھن	؏ ۲۸۳۱۹ ایکڑ	۱۷۳۲۶۱ ایکڑ	۱۳۴۴۷۰ ایکڑ
۶	بانسواڑہ	۷۷۳۵ ایکڑ	۰	۱۶۰۲۷۳ ایکڑ
۷	میزان	۱۱۷۰۳۰۰ ایکڑ	۱۱۰۱۲۰ ایکڑ	۱۱۱۲۳۹۵۳ ایکڑ ۶۷۱۰۲۰

رقبہ بلحاظ اقسام اراضی کل رقبہ قابل کاشت (۶۷۱۰۲۰) ایکڑ ہے جس میں سے ۱۵۱۲۲۵ ایکڑ افتادہ ہے مابقی مقبوضہ جس کی تفصیل نقشہ ذیل سے واضح ہوسکتی ہے۔

مدات	سنہ ۱۳۱۸ف	سنہ ۱۳۳۰ف	سنہ ۱۳۴۷ف	کیفیت
تری مقبوضہ	۲۸۳۲۵ ایکڑ	۹۶۳۰۸ ایکڑ	۱۱۰۸۰۳۴ ایکڑ	
خشکی مقبوضہ	۱۲۲۵۰۹ ایکڑ	۲۴۵۹۹۸ ایکڑ	۲۸۸۳۱۲ ایکڑ	
افتادہ (خارج از رکھا [illegible])	نوٹ داخلہ نہیں ملا	۱۴۰۲۹۸ ایکڑ	۱۵۲۲۲۵ ایکڑ	
ناقابل زراعت	۳۲۴۸۴۳ ایکڑ	۲۵۷۹۲۳ ایکڑ	۳۴۱۳۹۳۹ ایکڑ	
انعامات	۱۴۸۳۴ ایکڑ	۲۰۸۴۹ ایکڑ	۱۹۶۱۴ ایکڑ	

(۱) سنہ ۱۳۱۸ف میں اس ضلع کا رقبہ ۱۲۹۹۰۸۲ ایکڑ تھا جبکہ اس ضلع کے تحت ۱۱ تعلقے تھے۔ ؏ پہلے یلکندہ تھا سنہ ۱۳۴۰ف میں بودھن قایم ہوا اس لیے یلکندہ کے اعداد درج کیے

تعداد کاشتکاران — ضلع ہذا میں تعداد زراعت پیشہ نقشہ ذیل کے ملاحظہ سے معلوم کئے جا سکتے ہیں۔

تفصیل	سنہ ۱۳۰۱ف	سنہ ۱۳۳۰ف	سنہ ۱۳۴۷ف	کیفیت
پٹہ داران		۴۳۶۰۶	۴۵۵۷۸	
شکمیداران	۵	۳۳۹۷	۹۱۵۳	
حصہ داران کاشتکاران	۰	۴۰۶۲	۲۱۰۳۸	
	۵			
جملہ	۱۵۰۵۱	۵۱۰۶۵	۷۵۷۶۹	

بلحاظ اراضی قابل کاشت فی پٹہ دار (۵٫۸۸) ایکر اوسط پڑتا ہے اور بلحاظ رقبہ تری فی اسم (۱۱٫۴۵) ایکر اور خشکی (۵٫۱۲) ایکر کا اوسط ہوگا۔ (بشمول انعامات)۔

زراعتی مویشی ۔ اس موقع پر اعداد مویشیان زراعتی و غیر زراعتی کے معلومات فراہم کر دینا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے۔ لہذا نقشہ ذیل سے اس کی وضاحت ہوگی۔

نام مویشی	غیر زراعتی			خالص زراعتی مویشی			کیفیت
	سنہ ۱۳۰۱ف	سنہ ۱۳۳۰ف	سنہ ۱۳۴۷ف	سنہ ۱۳۰۱ف	سنہ ۱۳۳۰ف	سنہ ۱۳۴۷ف	
بیل	۷۶۰۷	۷۵۲۴	۹۳۵۷۴	۲۸۱۳۸۴	۹۰۹۱۷	۸۱۳۹۱	
جاموش	۱۷۱۲	۳۳۳۷	۲۶۶۶۵	۱۰۶۲۱	۳۰۵۲۷	۳۳۸۳۷	
گائے	۳۵۳۶۳	۹۳۰۳۶	۱۱۰۹۳۵۰				
بھینس	۱۹۳۳۱	۲۹۹۷۹	۲۵۰۰۳				
بکریاں	۹۸۹۶۷	۳۰۷۷۷۸	۱۹۶۵۹۱				
گھوڑے	۸۸۹	۱۶۱۲	۶۵۱				
گدھے	۱۲۳۷	تعداد دستیاب نہ ہو سکی					
اونٹ	۴						
ٹٹو	۳						

جمعبندی اب ہم ضلع کی مالگزاری پر روشنی ڈالتے ہیں جس سے آمدنی زر مالگزاری و دیگر مدات پر روشنی پڑے گی ۔

نقشہ نتائج جمعبندی ضلع نظام آباد

۱۳۴۷ف	۱۳۴۱ف	۱۳۳۰ف	۱۳۱۶ف	۱۳۰۴ف	۱۲۹۰ف	ابواب
[illegible]	[illegible]	[illegible]	اعداد معلوم نہیں ف	اعداد معلوم نہیں ف	اعداد معلوم نہیں ف	نتیجہ جمعبندی یعنی رقم قرار داد جمعبندی
[illegible]	[illegible]	[illegible] *	اعداد معلوم نہیں ف	اعداد معلوم نہیں ف	اعداد معلوم نہیں ف	کمی و معافی یکسالہ
[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible] *	[illegible] *	قابل وصول بعد وضع

* یہ زمانہ مسلسل سات سالہ قحط کے اثرات سے متاثر تھا کیونکہ ۱۸۷۶ء سے ۱۸۷۸ء تک قحط کے اثرات دکن میں تھے ۔ اور سنہ ۱۳۲۳ف میں بھی سہ سالہ اثرات قحط نمایاں رہے ۔

ف یہ اعداد (۹) تعلقات کے ہیں پانچ تعلقات کی آمدنی ضمن [illegible] ملحوظہ ہوئی تھی (رپورٹ سنہ ۱۳۰۸ف فقرہ (۳۰۱) ف ۔ سنہ ۱۳۴۷ف میں قیمت پیداوار کا اندازہ (۶۳ ۲۲ ۱۹۷) روپیہ سکۂ عثمانیہ کیا گیا ہے جس میں اخراجات زراعت و زر محاصل ہر دو مدات شامل ہیں

نتائج تعلقہ واری اسی سلسلہ میں اگر نتائج جمعبندی تعلقہ واری بھی معلوم کرلئے جائیں تو مزید دلچسپی کا باعث ہوگا۔

نام تعلقہ	سنہ ۱۳۱۸ ف	سنہ ۱۳۱۹ ف	سنہ ۱۳۲۰ ف	سنہ ۱۳۲۱ ف	سنہ ۱۳۲۲ ف
نظام آباد	۸۳۹۶۲	۸۰۶۰	۱۵۹۶۷۳	۲۱۹۲	۵۰۳۲۳
آرمور	۲۵۵۱۶۱	۲۸۶۲۳۳	۲۲۷۶۰۶	۶۱۲۲۵۱	۲۵۱۵۰۴
کاماریڈی	۱۱۵۰۵۰۴	۲۱۹۰۰	۲۱۴۲۹	[illegible]	۳۰۸۹۲
یلاریڈی	[illegible]	۲۲۳۳۲	۱۱۶۱۸	[illegible]	بوجہ شمول خرج اعداد بانسواڑہ ملاحظہ ہوں
بودہن	۲۷۵۵	۲۹۶۵۰	۱۳۱۹۰۳	۱۲۱۲	۵۰۲۲۲
بانسواڑہ	۱۰۴۰۳				۳۸۴۱۲۲

ہ۔ تعلقہ بچکندہ کے بجائے بودہن ۔۔۔ قائم ہوا اس لئے بچکندہ کا تتمہ درج کیا گیا ہے۔

دیگر ابواب سررشتہ مال کے تحت علاوہ زر مالگزاری کے اور بھی مداخل شریک ہیں جن کا اوتار و چڑھاؤ نقشہ ذیل سے معلوم ہو سکتا ہے

ابواب	سنہ ۱۳۱۰ف	سنہ ۱۳۱۵ف	سنہ ۱۳۲۰ف	سنہ ۱۳۲۱ف	سنہ ۱۳۲۷ف
آم	روپیہ ۹۳۶۹	[illegible]	روپیہ ۱۲۴۹۰	روپیہ ۱۰۷۶۴	روپیہ ۷۰۷۰
املی	۵۰۱۶		۵۵۷۰	۷۸۰۵	۷۰۶۶
سیتاپھل وغیرہ	۲۵۷		۱۳۰۵	۲۷۱۷	۲۵۸۲
کپنجہ			۷۹۰	۱۴۸۰	پکھہ رسنہ (۱۳۶۱) (۱۳۲۵)
پوست ہرڑ			۳۴۴۰	۴۸۷	۶۱۸
املتاس			۱۴۰۰	۱۱۵	۱۴۴
ہلیلہ			ے	۱۱ر	چسرونجی ۵۵
ماہی تالاب			۲۴۷۱	۱۱۴۷	۲۱۸۰
ببول بن			۰	۱،۸۷	۳۳۴
فیس پن چرائی	روپیہ ۸۷۱۴	روپیہ ۵۸۷۰	۰	۱۱۹۳۸	[illegible]
نوکلفتہ	۰	۸۴۳۱۲	۰	۱۲۲۹۶۱	
رود گماشتہ	۳۰۹۴	۱۰۰۱	۰	۸۶۴۷	بوجہ تغیر [illegible] وغیرہ مسدود
منضبط	۰	۰	۰	۳۹۲۷۷	۰
متفرق	۰	۰	۱۲۰۷۸۰	۰	۰

سنہ ۱۳۱۵ف میں سقامت ہنگام سے متاثر تھا۔ اسلئے سنہ کے اعداد درج کئے گئے ہیں

آبکاری ۱۳۱۸ف میں ([illegible]) روپیہ ہوئی اور ۱۳۱۵ف میں ([illegible]) ۱۳۴۷ف میں ([illegible]) روپیہ کا مطالبہ قرار پایا۔

سررشتہ مال کی جملہ آمدنی جملہ ابواب بصیغہ مالگزاری ضلع نظام آباد کا مطالبہ ([illegible]) روپیہ ۱۳۴۷ف میں قرار پایا تھا۔

اجناس کاشت یوں تو سب قسم کی کاشت ہوتی ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ دھان۔ نیشکر۔ اور جوار و مکائی و کلتھی۔ تل۔ السی۔ زیادہ تر پیداوار ہوتی ہے روئی۔ چنا۔ کودرد۔ ارنڈی۔ مرچ۔ ساواں۔ موز۔ و نیز باغات میں آم و سنترے دوسبنی بھی ہوتے ہیں۔

دفتر مال اس ضلع کا قدیم دفتر نذر آتش ہوگیا۔ کیونکہ ۱۲۹۹ف میں ایک مصیب آتش زدگی ہوئی جس کا اثر خاص طور پر محافظی اول تعلقداری پر پڑا۔ بجز چند امثلہ کے (جو حسن اتفاق سے بچ رہے) تمام دفتر خاک سیاہ ہوگیا۔

عمارت دفتر ضلع ۱۳۱۰ف میں دفتر ضلع کی عمارت ([illegible]) کی لاگت سے تعمیر ہوئی۔ اور دفتر تحصیل کی عمارت ([illegible]) کے صرفہ سے ۱۳۳۹ف میں تعمیر ہوئی قبل تیاری عمارت دفتر اول تعلقدار و تحصیل اس مقام پر تھے جہاں واٹر ورکس کی عمارت اندرون آبادی تعمیر ہو رہی ہے بعد برخاست دفتر تحصیل کچھ دنوں دواخانہ یونانی بھی اس عمارت میں رہا۔ ۱۳۴۴ف میں اس کہنہ عمارت کو ڈھا دیا گیا۔ تاکہ واٹر ورکس کی تعمیر ہو سکے۔

ڈولپمنٹ بورڈ حسب تحریک مرزا محمد بیگ صاحب ۱۳۴۵ف میں ایک مجلس مشاورت قائم کیگئی۔ جس کے صدر صوبہ دار صاحب ہوتے ہیں اور ان تمام سررشتہ جات نظما و عہدہ داران ضلع اس مجلس

کے رکن ہیں۔ جن کا تعلق انتظامات مال و نظام ساگر سے وابستہ ہے و نیز طبقہ زراعت پیشہ و تجار و معاشداران کا ایک ایک نمائندہ بھی منتخب ہوتا ہے۔ اس مجلس میں تمام مسائل پیش ہوتے ہیں۔ جو اصلاحات کے لئے ضروری ہیں۔ رعایا کے مشکلات کو اگر منتخبہ نمائندہ پیش کریں تو انکے دور کرنے پر غور کیا جاتا ہے جس کے اجلاس ہر ششماہی میں ہوتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ آزاد نمائندگی نہیں پائی نظر آتی۔

حالات اول تعلقداران ضلع

چونکہ ہماری تاریخ کا آغاز مالگزاری کے شعبہ سے ہوا ہے۔ اور اس شعبہ کا کافی مواد بھی ہمکو دستیاب ہوا۔ اس لئے بحیثیت اعلےٰ عہدہ دار ضلع تعلقداران ضلع کی فہرست اور انکے زمانہ کے مختصر حالات کو درج کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔ اولاً ہم ایک فہرست مجملی ان صاحبان ضلع کی پیش کرتے ہیں جو اس ضلع پر کارفرما رہے۔

سلسلہ نشان	نام	زمانہ کارگذاری	سلسلہ نشان	نام	زمانہ کارگذاری
۱	عبدالکریم صاحب	سنہ ۱۲۷۸ ف	۶	سلطان محی الدین صاحب	سنہ ۱۲۸۷ ف
۲	قربان علی صاحب	.	۷	گربہیم راؤ صاحب	سنہ ۱۲۸۸ ف
۳	محمد حنیف صاحب	.	۸	دینا شاہ جی صاحب	سنہ ۱۲۹۲ ف
۴	شیخ داود صاحب	.	۹	مرزا مہدی علی خان صاحب	×
۵	سوامی راؤ صاحب	سنہ ۱۲۸۰ ف	۱۰	میر امیر علی صاحب	سنہ ۹۲ ف لغایۃ ۱۳۱۵ ف

۱۱	بہرو جی المخاطب نواب بہرام جنگ	سنہ ۱۳۲۰ف	تا نہایت ۱۳۲۶ف
۱۲	نواب لیاقت جنگ	سنہ ۱۳۱۶ف	تا نہایت ۱۳۱۷ف
۱۳	نواب سہراب نواز جنگ	سنہ ۱۳۲۲ف	تا نہایت
۱۴	نواب دوست یار جنگ	سنہ ۱۳۲۶ف	تا سنہ ۱۳۲۷ف
۱۵	سید احمد اللہ المخاطب احمد نواز جنگ	سنہ ۱۳۲۸ف	تا سنہ ۱۳۳۰ف
۱۶	سید احمد قادری احمد یار جنگ	اردی سنہ ۱۳۳۱ف	تا دی ۱۳۳۱ف
۱۷	گوبند نائک صاحب	دی سنہ ۱۳۳۱ف	تا شہریور ۱۳۳۱

۱۸	محمد تقی حسین المخاطب تقی یار جنگ	سنہ ۱۳۳۱ف مہر	تا نہایت سنہ ۱۳۳۶ف
۱۹	نواب فخر یار جنگ	سنہ ۱۳۳۶ف آذر	تا سنہ ۱۳۳۶ف فروردی
۲۰	جگ موہن لال صاحب	سنہ ۱۳۳۶ف خورداد	تا سنہ ۱۳۳۷ف دی
۲۱	ایس شاہ صاحب چنیائی	سنہ ۱۳۳۷ف بہمن	تا سنہ ۱۳۴۰ف
۲۲	مرزا محمد بیگ صاحب	بہمن سنہ ۱۳۴۰ف	تا مہر سنہ ۱۳۴۵ف ۱۲ خورداد
۲۳	قاضی زین العابدین صاحب	۹ مہر سنہ ۱۳۴۵ف ۱۲ خورداد	

صاحبان ضلع کے متعلق رائے عامہ

سوامی راؤ جیوا آنجہانی

سنہ ۱۲۸۰ف تا سنہ ۱۲۸۱ف

سوامی راؤ صاحب نے سنہ ۱۲۸۰ف میں ضلع نظام آباد کی تعلقداری کا جائزہ لیا۔ یہ وہ زمانہ تھا۔ جب کہ محاصل مالگزاری اجناس کے بجائے زر نقد میں وصول کرنے کے احکام ہو چکے تھے۔ اور ضلع بندی اول ہو کر پانچ سال ہونے کے باوجود اقساط کی کوئی پابندی نہیں ہو رہی تھی۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ ضلع کا نظم و نسق نہایت درہم و برہم تھا۔ اس پر آشوب زمانہ میں صاحب موصوف نے زر مالگزاری وصول کر کے ضلع کا نظم و نسق درست کیا۔ اور یہ پہلی رپورٹ بہ زبان فارسی مرتب و روانہ صدر ہوئی۔ (ملاحظہ ہو رپورٹ نظم و نسق

نوٹ۔ میں نے مرزا محمد بیگ صاحب تعلقدار وقت سے خواہش کی تھی کہ وہ تعلقدار صاحبان کے دور شمار سے فوٹو منگوا کر اجلاس ضلع میں ایک تاریخی کیفیت پیدا کر دیں جس پر توجہ کی گئی آج اجلاس ضلع ایک تاریخی مرقع نظر آتا ہے

اول تعلقداری بابتہ ۱۲۸۱ ف)

آپ ملک و مالک کے سچے بہی خواہ متدین۔ اور شریف انسان تھے اُس پر آشوب زمانہ میں جبکہ دریافت انعامی کے مقدمات بڑے بڑے جاگیرداروں اور زمینداروں کے آپکے اجلاس پر جاری تھے۔ دامن کو بچانا کاسے دارد کے مصداق ہے۔ لیکن آپ کے تجاویز سے آپ کی انصاف پسندی اور راست بازی پاک دامنی کا ثبوت ملسکتا ہے ہمارے بیان کی تائید میں سرناپلی زمیندار کے تحقیقات انعامی کا مقدمہ موجود ہے آپکے زمانہ میں دفتر کی تنظیم ہوئی۔ اُسوقت دفتر کی زبان فارسی تھی آپ تقریباً چھ سال کار فرما رہے اور یہاں سے عہدہ جلیلہ صدر تعلقداری پر ترقی پائی۔ رائے عامہ آپکے متعلق بڑی اچھی ہے۔

سلطان محی الدین صاحب مرحوم

۱۲۸۷ف تا ۱۲۸۸ف

آپ صرف دو سال خدمت تعلقداری پر کار فرما رہے۔ آپکے زمانہ کارگذاری کو دفتری روایات میں لائق زمانہ کہا جاتا ہے۔

مگز ہیم راؤ صاحب محمد حنیف صاحب۔ دین شاہ جی صاحب۔

۸ف تا ۹۲ف

یہ تھوڑا تھوڑا زمانہ ایسا گذرا کہ کوئی رائے عامہ قائم نہ ہوسکی

میر امیر علی صاحب مرحوم

۹۲ف تا ۱۳۰۵ف

دوم تعلقداری سے اول تعلقداری کا جائزہ حاصل فرمایا۔ آپ کا زمانہ نہایت ہی شان و شوکت کا رہا۔ کیونکہ حاکمانہ شان و شوکت آپکے لئے مرغوب تھی۔ و نیز ایک لائق ادیب انسان تھے۔ نظام آباد میں آپکی شادی ہوئی۔ آپکی ضد اور خودداری کے عجیب و غریب قصص زبان زد خلائق ہیں آپ نے محبوب باغ کی بنیاد ڈالی اور وہیں آپ مع اہلیہ کے مدفون ہیں تاریخ وفات شاہ جہاں بیگم بتاریخ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ و تاریخ وفات میر امیر علی صاحب ۲۸ صفر ۱۳۱۵ھ ہے حسن اتفاق کہ آپکے فرزند میر امجد علیخان صاحب صوبہ میدک کی صوبہ داری کا جائزہ لیکر بتقریب دورہ ۱۳۴۵ف میں نظام آباد آئے ہوئے تھے۔ اور اپنے والد بزرگوار کی قبر پر فاتحہ پڑہی۔ رعایا نے یہ کہتے ہوئے آپ کو پھول پہنائے کہ آپکے والد نے ہمکو زمینات جبراً دئے تھے۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہم زندہ ہیں ف۱

اس سے مرحوم کے حسن سلوک رعایا کا اندازہ ہوسکتا ہے۔

مسٹر برزوجی المخاطب برزوجنگ آنجہانی

۱۳۰۶ف تا ۱۳۱۴ف

آپ کے جائزہ کے بعد سے نظام آباد کا جدید دور شروع ہوتا ہے یہ ایک محنتی، جفاکش، سلیقہ شعار، ہر دلعزیز انسان تھے۔ آپ کے زمانہ میں ریلوے اسٹیشن قائم ہوا گویا باب ترقی افتتاح ہوا۔ آپ کی عاقلانہ پالسی نے گنج کی بنیاد ڈالی۔ اور محبوب گنج سے موسوم کیا۔ شہر میں آبنوشی کیلئے

ف۱ ۔ اس ناچیز مولف کی تیارت میں یہ دفعہ پیش ہوا تھا۔

نل قائم کیا۔ جس میں مسٹر نرسا گو نرسا ہو اور ان کی بیوی جانکا بائی زمیندارہ سرپائی کی فیاضی و حکومت کی دستگیری سے ممالک محروسہ میں سب سے پہلے نل کی سہولت اس ضلع کو حاصل ہوئی۔ جس پر (۱۴) ضلع کو رشک تھا۔ کہ نظام آباد میں جس قدر پانی کی سہولت ہے اور کہیں نہیں چنانچہ آج تک ان حضرات کا فیض جاریہ نظام آباد میں نظر آرہا ہے۔ ایوان تعلقداری دفتر تعلقداری ریلوے اسٹیشن کے قریب تعمیر کروا کر جدید آبادی کی بنیاد ڈالی۔ باغ عام عوام کی تفریح کیلئے لگایا گیا۔ آپ نے بحیثیت عہدہ دار بندوبست ضلع نظام آباد کا بندوبست کیا اور بحیثیت تعلقدار اس کی نشوونما کی اور اس کو کامیاب بنایا۔ دفتر کا نظم و نسق بہتر سے بہترین رہا آپ ہی کے زمانہ میں نواب مدار المہام مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر اور مسٹر ڈنلاپ وغیرہ بتقریب افتتاح گنج نظام آباد تشریف لائے تھے بہرحال آپکے عہد کارفرمائی میں وہ سب کچھ ہوا جو ایک حساس تعلقدار کے زمانہ میں ہو سکتا تھا۔ اور آپ کا تعلق رعایا سے ایسا تھا کہ جب آپ ترقی سے صوبہ داری اورنگ آباد پر روانہ ہوئے تو مخلوق خدا دھاڑیں مار مار کر آپ کی جدائی پر رو رہی تھی اور آپ نے بھی آنسو بہاتے ہوئے نظام آباد کو خدا حافظ کہا اور آج تک آپ کا ذکر خیر ہر رعایا کی زبان پر ہے۔ تحریر اردو میں۔ مگر دوررس اعلیٰ تجاویز ہمیشہ لکھوایا کرتے تھے۔

نواب لیاقت جنگ مرحوم

سنہ ۲۱ ف شہریور تا سنہ ۲۲ ف

یہ ایک اسم با مسمیٰ ہستی تھی۔ آپ سے رعایا، عمال اور وکلا رسا ہو ہر طبقہ خوش تھا

حکومت رعب وداب کے ساتھ کرنے میں آپ کو خاص کمال تھا۔ آپ کے ایک فرزند خورشید علیصاحب کا عقد مدار المہام مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر کی صاحبزادی سے نظام آباد ہی کی تعلقداری کے زمانہ میں ہوا جسمیں آپ نے عجیب و غریب سلیقہ سے دعوتیں دیں آپ کی اہلیہ ایک یوروپین لیڈی تھیں جو مذہب اسلام کو قبول کرکے آپکے شریک زندگی ہو چکی تھیں۔ اُن کے انتقال کا اثر آپکے دل پر ناقابل ذکر ہوا۔ بہرحال آپ کا زمانہ صفائی آبادی اور فصل خصومات و نیز حکومت کے مدنظر قابل تعریف رہا اور آج تک زبان زد خلایق ہے۔ آپکی دماغی قابلیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ ایک ہی وقت میں مختلف اشلہ کے تجاویز لکھواتے۔ سرمایہ داروں کے حق میں آپ سخت تھے۔

مسٹر سہراب جی چینائی المخاطب نواب سہراب نواز جنگ آنجہانی

شہریور ۱۳۲۱ف تا فروردی ۱۳۲۵ف

آپ کا زمانہ تعلقداری اجرائی کاروبار رعایا کیلئے بہترین رہا آپ بہت ہی خلیق۔ اور سنجیدہ عہدہ دار تھے اسقدر رحم دل تھے۔ کہ کسی انعامدار کی معاش کو شریک خالصہ نہیں کیا۔ ہمیشہ کہتے کہ یہ انعام دعاگوئی کیلئے ہے۔ اس کو جاری رہنا چاہیئے۔ ہر کس وناکس سے آپ گفتگو فرماکر دادرسی عطا فرماتے۔ فصل خصومات سے آپکو خاص دلچسپی تھی۔ اجرائی کار دفتر آپکے زمانہ میں خوب رہا جمعبندی کے مرافعوں کو بحق رعایا منظور فرماتے آپ سے رعایا خوش ہی

۱۳۲۲ ف میں ایک خفیف سا تصادم پولیس مقامی اور فوج باقاعدہ متعینہ مجبس سے ہوا جس کو صاحب ضلع نے انتہائی جرأت اور تدبر سے سینہ سپر ہوکر فرو کیا۔ آج بھی رعایا آپ کو یاد کرتی ہے آپ کی طبیعت بہت ہی محتاط واقع ہوئی تھی۔

نواب رفعت یار جنگ مرحوم

اردی بہشت ۱۳۲۵ف لغایتہ آذر ۱۳۲۵ف

آپکی فطری نفاست پسندی۔ غیر معمولی خودداری۔ انتہائی صبر وتحمل کی مثال ملک سرکار عالی کا کوئی نواب پیش نہیں کرسکتا۔ آپکی اعلیٰ قابلیت کے پیش نظر نواب معین الدولہ بہادر والی اسٹیٹ پائیگاہ ۱۳۲۷ف میں بغرض حصول معلومات انتظام ملکت نظام آباد تشریف لائے تھے۔

آپ کے حسن اخلاق کا بیّن ثبوت یہ تھا کہ کسی اہلکار کو بجز آپ کے تم سے مخاطب نہیں فرماتے۔ آپکے فیصلے اچھے نتائج دادرسی کے حامل ہوا کرتے تھے۔ جو مختصر و جامع ہوتے۔ آج تک آپکے اوصاف حمیدہ وخصائل پسندیدہ زبان زد خلائق ہیں۔ بجز اس گلہ کے کہ عام طور پر ہرکس وناکس کو بالمشافہ عرض معروض کرنے کا موقع نہیں ملا کرتا تھا۔ لیکن عرائض پر عطار دادرسی میں کسی قسم کی رکاوٹ نہ تھی۔ آپ یہاں سے صوبہ داری اورنگ آباد کی خدمت جلیلہ پر روانہ ہوئے جبسے ہر شخص کی زبان سے بے ساختہ یہ الفاظ نکلے کہ حق بحق دار رسید۔

نواب صاحب کے تحمل و بردباری کے قصص عام طور پر مشہور ہیں۔
آپکے زمانہ کی عمارتی یادگار مسجد کچھیاں گنج ہے جسکا سنگ بنیاد آپ کے زمانہ میں رکھا گیا۔

سید احمد اللہ صاحب المخاطب احمد نواز جنگ مرحوم

آذر ۱۳۲۳ف تا امرداد ۱۳۳۰ف

آپ کی قابلیت سررشتہ مال کیلئے بہترین تھی۔ آپ قدیم سیولین تھے آپ کا زمانہ کارفرمائی اساک باراں کی وجہ نہایت پرآشوب تھا۔ اس پریشان حالی میں آپکی ہمدردی رعایا کے ساتھ اچھی رہی آپ کو اپنے ماتحتین سے کام لینے کا خاص ملکہ تھا۔ مزاج کے بیحد سخت اور زبانی خطاب نہایت تکلیف دہ ہوتا تھا۔ لیکن یہ صورت ظاہری تھی رحم دلی ضرور تھی اس کا نتیجہ رعایا کے لئے بہترین ثابت ہوتا تھا۔ کہ ماتحتین آپ سے خائف رہتے۔ آپ کے زمانہ میں سب سے پہلے ۱۳۲۴ف میں رونق افروزی شاہانہ نظام آباد ہوئی تھی۔

ذات ہمایونی نے آپکے حسن انتظام پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔ نواب سر علی امام بہادر صدر اعظم باب حکومت آپ سے بیحد خوش تھے۔ مذہبی جذبہ بھی دل میں پنہاں تھا۔ مسجد اسٹیشن کی تحریک آپ ہی کی تھی۔[1]

---

[1] مصنف نے زمانہ ماتحتی بحیثیت صیغہ دار عرض کیا کہ میونسپل تعلقداری میں بھی خانہ بیکار ہے نماز کیلئے اسکو درست کرلیا جائے اجازت مرحمت فرمائی جائے تو آپ نے فوراً اجازت دیدی۔ اور جانماز کیلئے روپیہ بھی عطا فرمایا اور مجھکو ساتھ لیکر مسجد کیلئے مقام کو منتخب کرنے لگے موجودہ مسجد ریلوے اسٹیشن کے مقام کی نشاندہی کو پسند فرماکر فوری کارروائی آغاز فرمادی حالانکہ آپکو لوگ لامذہب سمجھتے تھے آپکے زمانہ ہی میں عیدگاہ کی توسیع ہوئی۔

آپ صوبہ داری اورنگ آباد پر نظام آباد سے روانہ ہوئے۔ آپکی درشتی آج بھی ماتحتین کو یاد ہے

سید احمد صاحب قادری احمد یار جنگ مرحوم

دراشہریور ۱۳۳۰ف تا دی ۱۳۳۱ف

صوم و صلوٰۃ کے سخت پابند۔ اوقات دفتر میں نماز باجماعت ادا فرماتے حق العباد و حق اللہ کا ہر وقت خیال رہتا۔ ہر سامنے آنیوالے کو چندا حق دوسمجھا دیتے۔ انصاف کیلئے قلم کو نہایت احتیاط سے حرکت دیتے آپکے ماتحتین بلا لحاظ مذہب اپنے اپنے مذہب کے پابند ہو گئے تھے۔ مسجد اسٹیشن کا سنگ بنیاد آپ کے ہاتھوں رکھا گیا۔

مسٹر گوند نایک آنجہانی

بہمن ۱۳۳۱ف تا امرداد ۱۳۳۱ف

مذہبی رنگ میں ڈوبے ہوئے رعایا کے بہی خواہ یہ عجیب اتفاق تھا کہ ایک مسلم اور دوسرا ہندو عہدہ دار یکے بعد دیگرے ایک ہی خاص زمانہ کا آیا آپ نے اپنے پیش رو کے مذہبی عمارت یعنی مسجد اسٹیشن کی تکمیل خاص دلچسپی سے اپنے زمانہ میں کرائی۔ جس سے آپکی بے تعصبی کا پتہ چلتا ہے۔ حالانکہ آپ کو سخت متعصب سمجھا جاتا تھا۔ یہاں سے آپ اسیکننگ آفسر الی ہو کر گئے آپ بھی پرانے سویلین تھے۔

نواب تقی یار جنگ مرحوم

شہریور ۱۳۳۱ف تا ۱۳۳۵ف

آپ کا زمانہ کارفرمائی بلا مبالغہ رحم و کرم کے بادلوں کی لگاتار بارش کا تھا

آپکی زندگی فقیرانہ تھی۔ کسی مخلوق خدا کے دل پر ذرہ برابر بھی صدمہ پہنچ جاتا تو کئی دن و رات آپ متاثر رہتے تا وقتیکہ اس کے دل سے رنج کو دور کرا دیتے چین نہیں آتا آپ نے ایک مزدور و کلفنڈ کو بھی کبھی تو سے مخاطب نہیں کیا شب بیدار صوفی منش انسان تھے عمارتوں کا بڑا شوق تھا۔ رعایا نے جہاں زمین مانگی دیدی گو اس طرح خانہ شماری میں اضافہ ہوا۔ مگر بے ترتیبی ضرور ہو گئی۔ کہ جس نے جیسا چاہا مکان بنالیا۔ آپ بڑے ہی خوش مزاج اور بذلہ سنج تھے۔ زبان عربی۔ فارسی کے ادیب۔ اور شاعر بھی تھے فیصلہ بہترین لکھا کرتے۔ لیکن بے انتہا غور و فکر کے بعد۔ آپکی فیاضی اور مہمان نوازی کی مثال ملک دکن کا کوئی عہدہ دار مشکل ہی سے پیش کر سکتا ہے آپ کی خوبیوں کے ذکر کیلئے بلا مبالغہ ایک علحدہ کتاب لکھی جا سکتی ہے آپکے زمانہ میں بھی رونق افروزی شاہانہ نظام آباد میں ہوئی اور آپکو آپ کی نیکیوں سے اللہ۔ اور ظل اللہ نے نوازا جس کی وجہ نظامت علیات کی ذمہ دار کرسی آپ کو دیگئی۔ اور آپ نے ترقی کے زینہ پر مثل اپنے پیشروؤں کے نظام آباد سے قدم اٹھایا۔ آپ کی یاد عوام کے دلوں میں آجتک جاگزین ہے

نواب فخر جنگ مرحوم

آذر ۱۳۲۵ف تا فروری ۱۳۲۵ف

زمانہ بہت تھوڑا گذرا۔ مگر اس قلیل عرصہ میں آپکی کارگذاری کچھ بری نہیں رہی آپ کے آبائی جاگیرات اس ضلع میں ہونیکی وجہ آپ نے یہاں سے تبادلہ کی خواہش کی۔ یہ خود آپ کی محتاط طبیعت کا ایک ثبوت ہے۔

رائے جگ موہن لال صاحب آنجہانی

سنہ ۱۳۲۶ف تا سنہ ۱۳۳۲ف

بے لوث کارفرما۔ معاملہ فہم اور خوش مزاج انسان تھے۔ رعایا، ماتحتین کے ساتھ آپ کا برتاؤ اچھا تھا۔ غرور سے کوسوں دور۔ اتحاد بین الملل کے فدائی۔ دسہرہ کے موقع پر آپ کی فیاضانہ دعوت بلالحاظ مذہب و ملت اور بلا امتیاز بالادست و ماتحت دوسروں کے لئے قابل تقلید تھی اگر آپ میں کوئی عیب تھا۔ تو صرف یہ کہ آپ کا خط انتہائی زشت تھا لیکن بعض خصوصیات کا خاص ملکہ تھا۔ آپ بھی نظامت عطیات کے عہدہ پر ترقی سے روانہ ہوئے۔

آپ کو برج کا شوق نہیں بلکہ عشق تھا اور بڑا ہی لاجواب کھیلتے تھے

مسٹر ایچ شاہ چینائی

سنہ ۱۳۳۷ف تا سنہ ۱۳۴۰ف

آپ نواب سہراب نواز جنگ آنجہانی کے فرزند رشید۔ نوجوان صاحب دولت تعلیم یافتہ تھے۔ ان خصوصیات کے حامل ہونے کے بعد انسان ہمیشہ انسانیت کے دایرہ سے ہٹ جاتا ہے۔ بقول صائب۔

بادہ پر خوردن و ہوشیار نشستن سہل است
گر بدولت برسی مست نگردی مردی

یہاں تو دولت کی فراوانی کے ساتھ حکومت بھی حاصل تھی۔ باوجود اس کے آپ کی مخلصانہ ملنساری بھی ہمدردی بے غرض دوستی بلاشبہ قابل تعریف سمجھی جاتی تھی طرز کارفرمائی وہمت وجرأت میں عوام آپ کو

لیاقت جنگ ثانی کہا کرتے تھے ۔ جو کرنا ہوتا کہکر کرتے ۔ طبیعت میں ذرا تعجلت ضرور تھی ۔ پھر اپنی رائے پر سختی سے قائم ہوجاتے باوجود اس کے اگر معہو بادی النظر کا یقین ہوتا تو رائے میں تبدیلی بھی ہوجاتی ۔ رعایا کے حق میں نصفت پسندی کو حق سرکار پر ترجیح دیتے یہی وجہ تھی کہ جمعبندی کے نتایج سے رعایا بڑی مطمئن رہی تھی ۔ کام بڑی تیزی سے نکلتا تھا ۔ اسی لیے رعایا ۔ عملہ ۔ وکلا ۔ آپ سے ہمیشہ خوش رہتے ۔ رعایا کی شکایت پر پٹیل پٹواری کو سخت سزا دیتے آپکے زمانہ میں وہی راستہ اکثر بنائے گئے کنٹشیر کی جدید آبادی آپکے زمانہ کی یادگار ہے ۔ دارالجندومین ڈیلی کو آپکے زمانہ میں بیحد امداد ملی ۔ مہاراجہ سرکیں السلطنت صدر اعظم بہادر نے ۲۹ ف میں نظام آباد کا دورہ فرمایا آپ کے انتظامات کو پسندیدہ نظر سے دیکھا آپکی شریک زندگی بیگم چینانی بھی بڑی منتظمہ تھیں ۔ کروڑپتی کی بیٹی ۔ اور کروڑپتی کی بیگم ہونے کے باوجود اپنے گھر کی آپ منتظمہ بلا شرکت غیرے ۔ تمام نجی انتظامات کا تعلق ذات سے وابستہ رہتا چھوٹی اور بڑی دعوتوں میں بیگم چینانی کا حسن انتظام وسلیقہ شعاری کا ثبوت ملتا تھا ۔ مسٹر چینانی کو شکار کا بڑا ہی شوق تھا ۔

ایک مرتبہ نواب مہدی نواز جنگ سے ملاقات ہوئی تو مجھ سے دریافت فرمایا کہ ارجح نشاہ کیسے کام کرتے ہیں میں نے کہا کہ یہ ازید رہتے فرمایا کیسے ۔ میں نے کہا کہ آپکی ماتحتی میں رہ چکا ہوں ۔ اور چینانی صاحب کے اجلاس پر بھی کام کرچکا ہوں ۔ جو ہمت وجرات ان میں پایا وہ آپ میں نہ تھی ۔

مرزا محمد بیگ صاحب

مہر ۱۳۲۰ف تا خورداد ۱۳۲۵ف

نظام آباد کا ارتقائی دور آپ کے زمانہ میں بڑے ہی زور شور سے آغاز ہوا۔ یہ حسن اتفاق تھا کہ ایک طرف تو آپ کی طبیعت کا لگاؤ حسن کارفرمائی سے تھا اور دوسری طرف نظام ساگر پہ کروڑ در کروڑ روپیہ حکومت نے جو خرچ کیا تھا۔ اس سلسلہ میں نظام آباد کی ہر جہتی ترقی اوس کے پیش نظر تھی۔ اس غرض وغایت کیلئے حکومت کو آپ سے بہتر کوئی شخصیت نظر نہیں آرہی تھی۔ کیونکہ ۱۳۱۹ف میں نظام آباد کی تحصیلداری پر آپ رہ چکے تھے ۱۳۲۹ف سے اسپیشل آفیسر بصیغہ اراضیات رہے جہاں پر آپ نے عہد عثمانی کے تمام خراجات آب کا تصفیہ باحسن الوجوہ کیا۔

اسی سلسلہ میں نظام ساگر کے معاوضوں کا تصفیہ آپ نے کیا اور اس کے خورکاشت کی رپورٹ میں آپ نے جو دلچسپی لی۔ اس کا نتیجہ تھا کہ بطور خاص آپ کو اس ضلع کی تعلقداری پر منتخب کیا گیا جس کا ثبوت آپ نے روزانہ (۱۰) گھنٹہ کام کو انجام دیتے ہوئے اور نظام آباد کی ترقیوں کو ہر آن وہر گھڑی پیش نظر رکھتے ہوئے اسطرح دیا کہ اس وقت نظام آباد کے عرض وطول میں جسقدر ترقیاں نظر آرہی ہیں وہ تمام زبان حال سے آپ کی دماغی کاوشوں کی مدح سرا ہیں یہ ہی آپ کی انتہائی بہی خواہی ملک کی دلیل ہے اسی لئے نواب برز وجنگ کے زمانہ کا عکس آپ کے زمانہ میں رعایا نظام آباد کو نظر آیا آپکی طبیعت میں ایک اعلیٰ صفت یہ تھی کہ آزاد رائے کی قدر کرتے

ف۔ نظام ساگر کے تصفیہ معاوضہ کے لئے ملاحظہ ہو باب۔ آبپاشی۔ نظام ساگر۔

اور سچائی کو پسندیدگی سے دیکھتے۔ حق گوئی سے دلی کدورت کو گناہ عظیم سمجھتے جس کا نتیجہ یہ تھا کہ آپ سے اختلاف کرنے والے بھی آپ کے ثنا خواں ہو جاتے اِن اوصاف کو اُجاگر کرنے والا وصف آپکی تہذیب و شائستگی بعد اخلاق کی ہمہ گیری تھی مستقبل بعید میں بھی جو ترقیاں نظام آباد میں ہونگی وہ بلاشبہ آپ کے ابتدائی تحریکات کا نقش ہونگی۔ کیونکہ آپکی وسعت نظر نے صدیوں کا پروگرام بنا ڈالا۔ باوجود اس کے کہ آپ سیولین نہیں تھے۔ حکومت نے سیولین حضرات کو آپ کے پاس ہر جہتی معلومات حاصل کرنے کے لئے بار بار متعین کیا دنیز نواب ظہیرالدین خان بہادر خلف نواب معین الدولہ بہادر صاحب پائیگاہ کو حصول معلومات کے لئے نظام آباد ہی کو منتخب کیا گیا۔

(چونکہ آپ کا تبادلہ ہو چکا تھا اس لئے نواب صاحب بہادر نے قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار وقت کے زمانہ میں حصول معلومات کی تکمیل فرمائی) آپکے جانے کے بعد سر اکبر حیدری نواز جنگ بہادر صدر اعظم باب حکومت نے بتاریخ ۲۱ آذر ۱۳۴۷ف بمقام ٹاؤن ہال جواب اڈریس میں ارشاد فرمایا کہ "مرزا محمد بیگ صاحب اول تعلقدار کی حسن کارگذاری سے نظام آباد نے جو غیر معمولی ترقیاں کی ہیں۔ اوس کو دیکھنے کے لئے باوجود اپنی اہم مصروفیات کے یہاں پہونچا۔ اور اُن کی کارگذاریوں کو فی الحقیقت قدر و منزلت کی نظروں سے مسرور ہو کر دیکھا"

یہ بیان خود آپکے حسن عمل کا مصدق ہے۔ نہری مقدمات سے آپکو زیادہ دلچسپی نہ تھی۔ اس لئے کہ ہر وقت مسائل نظام ساگر پیش نظر رہتے تھے۔ جمعبندی کے مسائل خصوصاً نہر نظام ساگر کے تحت زمینات کا شہرانا آپکے خاص توجہ کا مرکز ہو جاتا تھا۔

جو رعایا کے حق میں سختی پر منتج ہوتا۔ کیونکہ نئے نئے قواعد بندوبست نظام ساگر نافذ ہوئے تھے۔ جس نے مالگزاری کے دھاروں میں وزن پیدا کر دیا تھا اور رعایا زراعت پیشہ اس سے نجات حاصل کرنا چاہتی تھی۔ لیکن آپ پر ان قواعد کو عملی جامہ پہنانے کا فرض عاید ہوتا تھا ف۱

آپ کے پیش نظر زمانہ مستقبل کے زرین فوائد تھے۔ اور رعایا تنگ حالی و عسرت کے باعث دیوانی ہو رہی تھی۔ تاہم تجربہ و حالات کے تحت آپ نے تمام اعتراضی مسائل پر ضرور غور کیا۔ جس کی ضرورت رعایا کو تھی۔ بلا شبہ آپ کے جانے کے چار سال بعد ہی رعایا نے آپ کی ان پیش گوئیوں کو جو مستقبل کے لئے خوش حالی کی ضمانت (نہر نظام ساگر کی وجہ) بتلائی جاتی تھیں سمجھنے لگی ہے۔ کیا عجب کہ مستقبل قریب میں رعایا زراعت پیشہ اپنی گذشتہ مصیبتوں کو بالکل بھول جائے۔ اور ہر طرف مرفہ الحالی نظر آنے لگے ف۲ (خدا کرے کہ ایسا ہو) آپکے زمانہ کے تعمیری کام جنکی ابتدا کو انتہا آپ ہی کے ہاتھوں ہوئی حسب ذیل ہیں۔

دار البلدہ (ٹاؤن ہال) کتب خانہ جوبلی عثمانیہ۔ زنچگی خانہ۔ برکت پورہ مستعد پورہ۔ مزدور پورہ۔ صدر بنک۔ مارکٹ برکت پورہ و بازار جمعرات

ف۱۔ ۱۳۳۰ف سے مولف کو آپکے مرتبہ مسودہ قواعد کے متعلق بحیثیت ترجمانی رعایا شدید اختلاف رہا۔ جس کا ثبوت نشریات اہل دہ درخواست مطبوعہ تین سال وزیر اور تین سال اور کتاب تلنگ کمیٹی و اخبار رعیت کے مضامین سے مل سکتا ہے۔

ف۲۔ مولف کو آج بھی مستقبل میں مایوسی نظر آرہی ہے خدا کرے کہ میرا خیال غلط ثابت ہو اور نہر نظام آباد کے لئے کامیاب نظر آئے۔ آمین۔

توت خانہ برقی۔ سڑک عقب کوٹ۔ خندق کوٹ کی بھروائی۔ بچوں کے تفریحی مرکز۔ راستہ ہائے دیہی۔ تنظیم دیہی۔ دواخانہ یونانی۔ مثل روڈ اندرون آبادی۔ جدید آبادی بودھن۔ آرمور۔ کامارہیڈی۔ توسیع مسافر بنگلہ درستی باغ عام۔ جدید ڈیویژن بودھن و تحصیل بانسواڑہ۔ آپ کے مرتبہ اسکیم حسب ذیل ہیں جو آپکے زمانہ میں بغرض منظوری روانہ صدر ہو چکے تھے۔ یا زیر غور تھے۔ اور بعد میں تکمیل کو پہونچی۔

ڈرینج واٹر ورکس۔ سڑک شفاخانہ تا بڑا بازار (موسوم اعظم روڈ) دارالاقامت[ا] مثل اندازی گنج۔ انجمن تجارت پیداوار۔ شوگر فیاکٹری۔ ماڈل ویلیج۔ راستہ پھولانگ و گڑھی کی توسیع۔ حصار قبرستان۔ پلاٹ برائے محکمہ جات و مکانات[۲] عہدہ داران جدید آبادی کے لئے رنگروٹ ینگ۔ آفسر ڈیولپمنٹ بورڈ۔ مسلخ گوسفند و گاؤ۔

ا۔ اس تحریک کو مسترد کر کے مرکز بہبودی اطفال بنایا گیا۔ لیکن رقم آپ ہی کے زمانہ میں منظور ہو چکی تھی۔

۲۔ جو زمانہ قاضی زین العابدین صاحب تعلقہ بودھن میں اکبر نگر کے نام سے آباد کیا گیا

قاضی زین العابدین صاحب

خورداد ۱۳۲۵ف تا

آپ جائزہ لیتے ہی نظام ساگر کے زرعی مسائل کی جانب متوجہ ہوگئے اُن مسائل زرعی میں جس کی وجہ رعایا سخت کرب و بے چینی میں مبتلا تھی۔آپ کے زمانہ کارفرمائی میں کچھ سہولتیں فراہم ہوگئیں یعنی آپ ہی کے زمانہ میں ملکی آبپاشی کے قواعد میں مزید اصلاحات ہوئے اور ہر تین سال میں ایک مرتبہ تابی کی معافی کا اصول اراضی کو قوت بہم پہونچانے کیلئے) طے کیا گیا[1] آپکی یہہ توجہ رعایا کے لئے نہ صرف قابل منت پذیری ہوئی۔بلکہ آئندہ زمانہ بھی اس کو فراموش نہ کریگا آپ کے زمانہ میں مارکٹ اکٹ کا نفاذ ہوا۔اور مجلس بلدیہ کی تحریک اور آدس کی منظوری و نیز ۱۳۲۶ف میں اس کا قیام عمل میں آیا[ما] واٹرورکس و ڈرینج کی منظوری (جو مرزا احمد بیگ صاحب کی انتھک کوششوں کے باوجود منظور نہ ہوا تھا۔) آخر ۱۳۲۸ف میں اس کام کا آغاز بھی ہوگیا۔

---

[1] بخ ۱۳۳۱ف سے قواعد نظام ساگر و نیز سینچنی دارہ جات کے متعلق میں نے حکومت کو بار بار متوجہ کیا تھا۔ملاحظہ ہو رسالہ مشیر اہل دہ و پمفلٹ بعنوان "دس سال" و نیز دوسرا پمفلٹ بعنوان "دو تین سال" بحمد اللہ کہ میری صدائے احتجاج (جو ملک کے طول و عرض میں گونج رہی تھی جس پر حکومت کو بھی غور کرنے کی ضرورت داعی ہوئی) صدا بصحرا ثابت نہ ہوئی۔اور میرے اُن تمام تحریکات پر جسکو عہدہ داران حکومت نے مضحکہ خیز قرار دیا تھا۔مجبوراً عمل کرنا پڑا کیونکہ رعایا کی آسائش کیلئے اسکے

آپ نے اپنے پیش رو کے اکثر اسکیموں کو انتہائی خوش اسلوبی سے جدت کے ساتھ عملی جامہ پہنا کر مناظر ترقی کو آگے بڑھایا جسمیں آپکے مددگار و معتمد مسٹر محمد طاہر دوم تعلقدار کے سعی عمل کو بھی خاص دخل رہا۔ (ظاہر ہے کہ اسکیم کے ترتیب کے بعد کسقدر مشکلات اوسکو عملی جامہ پہنانے میں پیش آتے ہیں۔ اس نقطۂ نظر سے قاضی صاحب کی حسن کارگذاری کا ایک بہترین ثبوت نظام آباد کی ترقیوں میں ضرور نظر آتا ہے) آپ ہی کے زمانہ کارفرمائی میں کارخانہ شکرسازی بودھن کا افتتاح حضرت والاشان پرنس آف برار کے مبارک ہاتھوں ہوا۔ اور اعظم روڈ کی موجودہ صورت آپ کے زمانہ کی ایک قیمتی یادگار ہے۔

کروڑگیری کے سامنے کا چوراہا۔ اور عدالت ضلع کی مشرقی سڑک آپکے خاص اسکیم و تکمیل میں داخل ہیں۔ خصوصاً مرکز بہبودی اطفال و زنانہ کلب آپ ہی کی ذاتی تحریک اور خاص توجہ کے مرکز ہیں۔ آپ ہی کی سعی بلیغ سے افتتاح مرکز بہبودی اطفال کے لئے نواب سر صدر اعظم بہادر آذر ۱۳۴۷ف میں نظام آباد رونق افروز ہوئے۔ جنکی خدمت میں آپ بطور کانسٹٹ نظام آباد کی ترقیوں کا فوٹو البم منجانب مجلس لوکلفنڈ بحیثیت میر مجلس آپ نے پیش فرمایا۔ اور اکبر نگر و امنہ پور دو مواضعات بطور ماڈل ویلیج اس یادگار میں سر موصوف اور بیگم سر موصوف کے نام سے آباد کیے گئے۔ بے روزگاری کے بڑھتے ہوے سیلاب کو روکنے آپنے زراعت نگر کی بنیاد تعلقہ آرمور میں ڈالی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ۸۱ ـ سوائے کوئی اور صورت نہ تھی۔ بہرحال واللہ علی کل شئی وکیل ؎

موضع کلڑی کی تنظیم وہی آپکے اور محمد طاہر صاحب دوم تعلقدار کے حسن تکمیل کا ایک نمونہ ہے۔ آپکی تحریک پر امن سبھا کا قیام نظام آباد میں ہوا۔ اور انجمن تجارت پیداوار کے کاروبار آپ ہی کے رہین منت ہیں بودھن کی نشاط ثانیہ آپکے زمانہ کارفرمائی کی ایک بہترین یادگار ہے۔ آپکی سخت کلامی اور تحقیق پر سخت گیری کے جو قصص بوقت تبادلہ عام طور پر زبان زد خاص و عام تھے۔ وہ مبنی بر حقیقت نہیں معلوم ہوتے۔ کیونکہ آپ اپنے ماتحتوں کے ساتھ انتہائی خوش اخلاقی کے ساتھ پیش آتے ہیں۔ ۱۳۴۷ف میں نظام آباد کی فرقہ واری فسادات بلدہ ہو گئی تھی۔ میں سمجھتا ہوں کہ آپکی سیاست نے اس پر کامل فتح حاصل کی رائے عامہ کا اظہار آیندہ مورخ کے لئے۔ ف۲

ف۱ بعہد عزت اللہ صاحب دوم تعلقدار نے کام آغاز کیا تھا۔

ف۲ میرے قلم سے رائے عامہ کا اظہار (جسطرح دیگر تعلقداران وقت کے متعلق آزادانہ کیا گیا ہے) خلاف احتیاط ہے اس لئے کہ قاضی صاحب میں اور مجھ میں سیاسی کشمکش کی وجہ صفائی نہیں ہے لہذا اس حصہ متن کو آیندہ مورخ کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے گو قابل ستائش امور کو بھی لکھنا نہیں چاہتا تھا کہ کہیں چاپلوسی کا ملزم قرار نہ دیا جاؤں لیکن حسن عمل کو پوشیدہ رکھنا ایک مصنف کیلئے عوام کے بے معنے الزام سے بدرجہا بدتر تھا۔ اس لئے اپنے حد علم تک اس کو ظاہر کردیا۔ تاکہ میرے قلم سے حسن کارفرمائی زیادہ وزن دار ہو جائے۔ مصنف۔

باب (۵)

(ﻫ)

زراعت

ف
سنہ ۱۳۲۲ میں ملک سرکار عالی میں کاشت کاروں کو امداد دینے اور بہترین پیداوار حاصل کرنے کے طریقہ بتلانے کے لئے سررشتہ زراعت کا قیام عمل میں آیا۔ اور اس کے کاروبار اضلاع میں آغاز ہوئے ضلع نظام آباد میں بھی اسی سال کام شروع ہوا۔

ف۔ اس سررشتہ کی ضرورت ملک کو ضرور تھی اور ہے جس طریقہ پہ یہہ سررشتہ کام کر رہا ہے اُس سے نہ صرف ہم کو بلکہ اہل ملک کو اختلاف ہے۔ کہ ہندوستان کے کاشت کار کو یورپ کے طریقہ کاشت سے کوئی مناسبت نہیں ہوسکتی۔ اور نہ وہاں کے قیمتی آلات زرعی وہ استعمال کرسکتا ہے اس کے لئے تو ضرورت اس کی ہے کہ جدید آلات زرعی اہل ملک کے ہاتھوں تیار کروائے جائیں۔ اور اُس کے استعمال کے فوائد بتلائے جائیں۔ اس موضوع پر میرے پمفلٹ بھی موجود ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ ایک عرصہ کے بعد یہہ سررشتہ اب اس اصول کی جانب کچھ متوجہ ہو رہا ہے۔

مصنف

نیشکر کی قیمتی کاشت گر رہی تھی۔ اس لئے نیشکر کا تحقیقاتی مزرعہ ۱۳۲۳ف میں امام علی صاحب منتظم کے زیر نگرانی قائم ہوا۔ چونکہ زمین چلیلی اور نمکین ہونے سے تند ہوا کے جھونکے نیشکر کو بلاکوے کے استادہ ہونے نہیں دیتے تھے۔ اسلئے اُسکی اصلاح کے تجربات شروع کئے گئے۔ لیکن بہت جلد بوجہ قلت آب یہاں سے کاماریڈی میں ۱۳۲۵ف مزرعہ منتقل کر دیا گیا جہاں پر ۱۳۲۷ف میں شیخ محمد یوسف صاحب بی۔ اے۔ بحیثیت مہتمم مزرعہ نے کیمیائی کھاد کے ذریعہ آزمایش شروع کی۔

۱۳۲۹ف میں مظہر حسین صاحب ناظم سررشتہ جب مقرر ہوئے تو ایک اسکیم مرتب کیا کر مختلف اقسام کے تجربہ کئے گئے۔ مزرعہ کاماریڈی میں علاوہ نیشکر کے کمبوڑ کپاس دھان، ہلدی۔ مونگ پھلی کے متعلق بھی تجربات جاری تھے۔

۱۳۳۸ف میں کاریڈی سے مزرعہ برخاست کرنے کے بعد تحت خزانہ آب نظام ساگر شیخ صاحب کے زیر اہتمام ایک مزرعہ قائم کیا گیا۔ کیونکہ نظام ساگر کے تحت قیمتی فصول کو کامیاب بنانا ازبس ضروری تھا۔ اس مزرعہ میں کویم بتور نمبر (۲۱۳) کا نیشکر قابل اطمینان نتائج کا حامل ہوا۔ اور ۱۳۴۲ف میں اس کے تخم کی تبلیغ کیگئی۔ اور مستقل مزرعہ ضروریات نہر نظام ساگر کے تحت مستقر رودرور پہ قائم ہوا۔ اس مزرعہ پر سید حشمت اللہ صاحب ۱۳۴۵ف تک اور بعد محمد جعفر کاظمی صاحب کی حسن کوشش سے مزید دو بہترین تخم نیشکر نمبر ۴۹۰ کویم بتور، (۲۸۷) جاوا۔ دریافت کئے جو اس وقت تک کامیابی سے تمام ضلع میں زیر کاشت ہیں اور نیشکر کا رقبہ تیزی سے بڑھتا

جارہا ہے۔ چونکہ بودھن میں کارخانہ شکر قائم ہو چکا ہے۔ اس لئے نظام آباد ہی ملک کی تمام ضروریات شکر کے لئے کاشتِ نیشکر کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے۔

مزرعہ رودرور میں مختلف اقسام کاشت و باغبانی وغیرہ کی آزمایش جاری ہے۔ اس مزرعہ کو امپیریل ریسرچ کونسل دہلی سے بھی امداد ملتی ہے۔

شعبہ نباتاتی میں وہاں نمبر ۵۰۴ و ۲۶۳۔ اور کپاس گورانی نمبر (۱۴) کامیاب ثابت ہوئے ہیں جنکی تبلیغ کیجارہی ہے۔

چیل سینڈہ کا استیصال ازبس ضروری تھا جس کے لئے بلا کسی خرچ کے ایسے کیڑے دریافت کئے گئے جن کو اس کی باڑھ میں ڈالدیا جائے تو دیکھتے ہی دیکھتے اس باڑی کو فنا کردیتے ہیں اس طرح تمام مقامات سے سینڈہ کو پاک کردیا گیا۔

شعبہ باغبانی میں بھی اچھے قلم اور تخم کو تقسیم کیا جارہا ہے۔ شعبہ افزایش نسل مویشی اب اس قابل ہوگیا ہے کہ کاشتکاروں کو عمدہ نسل کے سانڈ فراہم کرسکے اور اسی طرح شعبہ پرندہ بھی مرغی کے اچھے اقسام کی نسل کو پھیلانے کی کوشش کررہے ہیں۔

۱۳۳۹ف سے اس ضلع میں تبلیغی کام شروع ہوا۔ اسوقت ایک افسر اور (۳۹) کام گزار تھے۔ جو تمام ضلع کے فرائض انجام دیتے تھے۔
۱۳۴۳ف میں ایک جدید مددگار ناظم بندوبست قائم کیا جاکر تبلیغی کام کا اسکیم آگے بڑھایا گیا۔ شیخ محمد یوسف صاحب کو بلحاظ ان کے تجربہ دیرینہ و قابلیت فنی کے یہاں پر مددگار بنادیا گیا۔ آرمور کیلئے بھی ایک افسر تبلیغ مقرر کیا گیا۔

عملہ تبلیغی اور اسکی تقسیم نقشۂ ذیل سے ظاہر ہوگی۔

نام دفتر	مستقر	حلقہ	کیفیت
مددگار ناظر زراعت	نظام آباد	ضلع نظام آباد	
افسر زراعت بودھن	بودھن	بانسواڑہ و بودھن	
" آرمور	آرمور	آرمور و کاماریڈی	
ڈپی انسپکٹر	نظام آباد	تعلقہ نظام آباد	
کامگار	نظام آباد	مواضعات بہ ترتیب ابتدائی	ایک کامگار باغبانی بھی موجود ہے
"	نوی پیٹھ	"	
"	شراج پلی	"	
"	بودھن	"	ایک کامگار باغبانی موجود ہے
"	کوٹ گیر	"	
"	مدسلار	"	
"	بانسواڑہ	"	" " "
"	بیرکور	"	
"	نظام ساگر	"	
"	آرمور	"	" " "
"	بالکنڈہ	"	
"	دونکل	"	
"	کاماریڈی	"	

عملہ سررشتہ زراعت کا مقصد یہ ہے کہ رعایا کو ہر ممکنہ طریقہ پر زرعی امداد پہونچائے اور جدید زرعی اصول سے اوسکو واقف کردے۔

رعایا کو امداد دیکر مزرعہ امدادی قائم کرائے جاتے ہیں چنانچہ ۱۳۴۳ف میں سب سے پہلے بمقام نظام آباد امیر علی صاحب تعلقدار کو امداد دیجاکر مزرعہ امداد قائم کیا گیا۔ دوسرا آرمور پر۔ اور تمیسرا دواخانہ ہشن وچیلی میں۔

اسکے علاوہ چھوٹے چھوٹے قطعات کاشتکاروں کے ہی اراضی پر بطور تبلیغ قائم کئے جاتے ہیں جنکی تعداد اس ضلع میں تقریباً پانسو ہے ان قطعات کے اخراجات عام سررشتہ برداشت کرتا ہے۔ اور پیداوار مالک زمین کے حوالہ کردیجاتی ہے (سررشتہ زراعت کو اس قسم تبلیغی کاروبار امداد زراعت جاری کرنے کے لئے سب سے پہلے اس ناچیز مصنف نے اپنے خیالات پیش کئے تھے۔ ملاحظہ ہو مشیر ادل ۱۳۲۹ف و اخبار زراعت ۱۳۳۴ف جسمیں مظاہروں پر آزادانہ تنقید کی گئی ہے۔)

نمایش ہر سال وسیع پیمانہ پر نمایش کا انتظام بھی کیا جاتا ہے اور اعراس و جاترا وغیرہ میں بھی اس قسم کے مظاہرہ کئے جاتے ہیں۔ جنکی وجہ عوام کو استفادہ کا موقع ملتا ہے۔ کیونکہ تقاریر کے ذریعہ عوام کو نتائج بتلائے جاتے ہیں۔

مزرعہ ددرور میں ایک زراعتی جماعت کا قیام عمل میں آیا ہے۔ جس میں کاشتکاروں کے لڑکوں کو زراعت کے ترقی یافتہ طریقہ سکھلائے جاتے ہیں۔ نیز اسی سلسلہ میں انجمن تجارت پیداوار کی جانب بھی اس سررشتہ نے توجہ کی تھی۔ لیکن انجمن ہائے امداد باہمی کے ساتھ حسب وعدہ وہ تعاون نہ کرسکی جنکی وجہ کاروبار

ف مصنف نے جن جن امور کی نسبت سررشتہ کو توجہ دلائی تھی۔ خدا کا شکر ہے کہ سررشتہ نے توجہ کی۔ ملاحظہ ہو رسالہ مشیر اول ۵ھ۔ صراط مستقیم مطبوعہ۔

کامیاب نظر نہیں آتے۔
تنظیم دیہی کے سلسلہ میں بھی یہ سررشتہ سررشتہ مال سے تعاون کر رہا ہے۔
بہر حال شیخ محمد یوسف صاحب مددگار ناظم زراعت نظام آباد کے ایک دیرینہ تجربہ کار افسر ہیں۔ اور رعایا آپ سے مانوس ہے۔ اور اسی طرح ہر دو افسران اپنے فرائض انجام دے رہے ہیں۔
شکر سے کارخانہ شکر سازی کے تحت بھی بمقام ایڑپلی ایک مزرعہ قائم ہوا ہے
بظاہر نیشکر کی حد تک سررشتہ زراعت نے کامیاب نتائج پیدا کر دئے ہیں مستقبل اسکے حقیقی نتائج کو بتلائیگا۔
میری ذاتی رائے اس کے متعلق یہ ہے کہ بلحاظ حالات ملک اس سررشتہ کو بہت کچھ ٹھوس کام کرنا ہے۔ اور اسکی ذمہ داریاں تمام سررشتوں سے بہت زیادہ ہیں۔ و نیز عام سررشتہ جات کا تعاون اس سررشتہ سے بھی ضروری ہے۔

باب (۶)

تعمیرات و آبپاشی

نظام ساگر

ضلعبندی کے بعد سے محکمہ تعمیرات کا قیام عمل میں آیا جسکے فرائض میں ذرائع آبپاشی کی تعمیر بھی داخل تھی اور مہتمم تعمیرات بحیثیت مددگار تعلقدار ضلع شاخ تعمیرات فرائض انجام دیا کرتا تھا ۱۹۰۷ء میں دفتر کی عمارت للوعہ کا بیسہ کے

خرچ سے تعمیر ہوئی۔

نقشہ ذیل سے ذرائع آبپاشی کے اعداد معلوم ہو سکتے ہیں۔

نام ذرائع	سنہ ۱۲۸۱ف تعداد	سنہ ۱۳۱۵ف	سنہ ۱۳۴۲ف	کیفیت
مخزن آب	۰	۰	۳	نظام ساگر۔ علی ساگر۔ ماسائی
تالاب	۷۵۵	۶۱۸	۶۸۶	عہ یکہزار ایکڑ میں شاخ ہائے نہر نظام
کنٹہ جات	۱۶۳۶	۹۴۱	۱۲۳۶	ساگر ان اعداد کے علاوہ ہے۔
باولیات	۵۴۵۸	۳۶۱۴	۱۹۵۵	جو ۳۴۵ مواضعات کو سیراب
دیگر ذرائع نالہ وغیرہ	۲۹۹	۱۹۳	۱۶۱۴	کرتے ہیں۔

تالاب منچیہ گورم سمندرم کے نام سے منچیہ کا تالاب زمانہ قدیم میں بڑی اہمیت رکھتا تھا۔

۱۲۹۵ف میں مسٹر لیلسن مہتمم تعمیرات نے منچیہ کے خوفناک جنگل میں اس تالاب کو جو شکستہ حالت میں پچیس سال سے پڑا ہوا تھا دیکھا اور اسکی تعمیر کی فکر کی۔ جسکا ٹھیکہ مسٹر فرانکلی یک فرانسیسی انجینیر کو ۔۔۔۔ میں دیا گیا۔ کہا جاتا ہے کہ اس تالاب کے توم میں شیروں نے گویا بنا لی تھی جسکو مار کر کام شروع کرنا پڑا۔ اس فرانسیسی گتہ دار کا انتقال قبل ختم کار ہو گیا جسکی قبر موضع منچیہ میں اسوقت موجود ہے۔ اسکے بعد اس کا کام حاجی فتح محمد خاں و دھونڈے خان وغیرہ گتہ داروں کو ملا۔ سنہ ۱۳۱۶ف میں پھر یہ تالاب شکست ہو گیا اور اسکی تعمیر میں بہت روپیہ صرف ہوا۔ اس وقت اس تالاب کی گنجائش (۳۴ ر ۳۴) لاکھ کعب فیٹ ہے یہ نظام آباد سے

جانب جنوب (۹) میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ اسکے نالے متعدد مواضعات کو سیراب کرتے ہیں۔ پانگرہ کی ندی کا منبع اسی تالاب سے ہے۔ نظام آباد کی جدید آبرسانی کا تعلق اس تالاب سے ہو رہا ہے جسکے اسکی اہمیت میں مزید اضافہ ہوگا۔ عہ یہاں پر دو عیسائیوں کی قبریں ہیں جن پر ۱۶۷۰ء و ۱۶۸۶ء کندہ ہے۔ بیوپار نظام آباد نے لکھا ہے کہ اورنگزیب کے زمانے میں ارمنی تاجر دکن میں آئے تھے ممکن ہے یہ انہیں کی قبریں ہیں۔ ممکن ہے کہ ان کا تعلق اس تالاب کی تعمیر سے کچھ ہو۔ کتبات ارمنی زبان کے ہیں اس سے کچھ معلوم نہ ہوسکا۔

تالاب ماسانی نظام آباد سے دو میل فاصلہ پر جانب جنوب یہ تالاب واقع ہے جس کو نہر نظام ساگر کے ذریعہ تعلقہ نظام آباد و آرمور کے لیے مخزن آب بنایا گیا ہے۔ اسکے پہلے بھی قصبہ نظام آباد کے ایک وسیع رقبہ کو یہ سیراب کیا کرتا تھا جسکی گنجائش فی الوقت (۲۰۰۰۰) لاکھ مکعب فیٹ ہے۔

تالاب کنجر نظام آباد سے (۵) میل فاصلہ پر ایک وسیع پھیلاؤ میں یہ تالاب ہے جسکا شمار نظام آباد کے بڑے تالابوں میں ہوتا ہے۔ اسکی گنجائش (۵۵۲/۶۹) لاکھ مکعب فیٹ ہے۔ یہ بھی متعدد مواضعات میں سیرابی کے

عہ بوقت ترتیب اسکیم آبرسانی ماسانی کے تالاب سے پمپ کے ذریعہ پانی حاصل کرنے کی رائے تھی بحیثیت رکن بلدیہ مصنف نے اسکی سخت مخالفت کی کیونکہ اسمیں دوامی خرچ اور نفع کم نظر آرہا تھا جس کا نتیجہ پانی گراں قیمت ہوجاتا۔ میرا خیال علی ساگر سے پانی لانے کا تھا۔ شیخ محمد صاحب وکیل نے نتیجہ کی فنا ندہی کی مسٹر احمد مرزا انجنیر نے اس اسکیم کو مرتب کیا۔

زائض انجام دیتا ہے۔

علی ساگر نظام ساگر کے بعد اس مقام نے خاص شہرت حاصل کر لی ہے۔ پہلے اس تالاب کا نام لمحاظ تعلق موضع "تھانہ کلاں کا تالاب" تھا۔ نظام ساگر کے بعد تعلقہ نظام آباد و بودھن کے لیئے اس کو مخزن آب بنا یا گیا تو اسکی توسیع و تعمیر میں ایک لاکھ روپیہ صرف ہوا اسامرادو ۳۴ ف میں مرزا احمد بیگ صاحب کے ہاتھوں اس کا افتتاح ہوا۔ عبدالرزاق صاحب بسمل نے اس تالاب کو علی ساگر سے موسوم کرنے کیلئے جلسہ میں تحریک پیش کی۔ سید دلدار حسین صاحب انجنیر و مرزا احمد بیگ صاحب تعلقدار کی دلچسپیوں نے نہ صرف اس مقام کو ملک کے قابل ناز فرزند علی نواز جنگ کے نام سے موسوم کرایا۔ بلکہ نظام ساگر کے بعد اسکو ایک پُر فضا اور دلکش مقام بنا دیا مختصر یہ ہے کہ جس نے علی ساگر کو نہیں دیکھا اس نے نظام ساگر کے ایک دلکش مقام کو نہیں دیکھا۔ یہ تالاب مستقر نظام آباد سے ذریعہ شاہراہ (۹) میل اور ذریعہ سڑک نہر (۷) میل فاصلہ پر ہے۔ یہاں موٹر بس روزانہ چلتی ہے۔ ریلوے اسٹیشن علی ساگر سے دو میل فاصلہ پر تالاب واقع ہے۔

تالاب کے جانب جنوب ایک بلند پہاڑ پر خوبصورت بنگلہ تعمیر ہوا ہے۔ جہاں موٹر پہونچ سکتی ہے۔ اور تمام رہائشی انتظامات سے یہ بنگلہ مکمل ہے۔ اسمیں قیام کیلئے اجازت کی ضرورت ہے اس تالاب کی کپاسٹی (۷۲۰) لاکھ مکعب فیٹ ہے۔

گتہ داران نظام آباد میں سب سے پہلے گتہ دار ۱۲۹۰ف میں مشتاق خان اور حاجی فتح محمد خان۔ اسکے بعد ۱۲۹۵ف میں اللہ بخش خان و دھونڈے خان شمالی ہند سے آئے۔ مشتاق خان کے فرزند حافظ اصغر علیخان گتہ دار ہیں و نیز دھونڈے خان گتہ دار کے فرزندان و نیز اللہ بخش خان بقید حیات اور نظام آباد میں

اپنے فرائض گتہ داری کو انجام دیتے ہیں۔ سرور خان گتہ دار بھی نظام آباد کے قدیم سربرآوردہ گتہ داروں اور مخیر ہستیوں میں شمار کئے جاتے ہیں۔ یہ بھی سنہ ۱۳۱۴ف سے یہاں مقیم ہیں جو افغانی النسل ہیں۔

قحط سالی

قبل اسکے کہ نظام ساگر کا باب شروع کیا جائے ملک دکن کے اثرات قحط کے سنین کو واضح کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

سنہ ۱۲۲۷ف م ۱۸۱۹ء میں کثرت بارش کی وجہ شدت کا قحط واقع ہوا۔

سنہ ۱۲۴۱ف م ۱۸۳۳ء کا قحط جانی نقصان کیلئے بڑا ہی شدید تھا۔

سنہ ۱۲۵۴ف م ۱۸۴۶ء میں پھر ایک مرتبہ قحط کا دورہ ہوا۔

سنہ ۱۲۶۲ف م ۱۸۵۴ میں فصل خریف کی تباہی سے قحط کے آثار نمایاں ہوئے۔

سنہ ۱۲۷۹ف م ۱۸۷۱ء میں جو قحط کا سلسلہ شروع ہوا تو کامل چھ سال رہا ظاہر ہے کہ یہ سب سے زبردست قحط ہوگا۔

سنہ ۱۳۰۸ و ۱۳۰۹ف م ۱۸۹۹ و ۱۹۰۰ء یہ بھی ملک دکن کے لئے قحط عظیم کا زمانہ رہا۔

سنہ ۱۳۲۸ تا ۱۳۳۰ف یہ بھی امساک باران کی وجہ قحط کے آثار کو لئے ہوئے تھا نظام آباد میں بمقابلہ دیگر اضلاع کے بوجہ وسیع جنگلات و کثرت ذرائع آبپاشی زیادہ اثرات سنین مترتب نہیں ہوئے لیکن پھر بھی زمانہ قدیم کا قحط جبکہ حمل و نقل کے ذرائع آسان نہ تھے۔ بہت ہی خوفناک تھا سنہ ۱۳۰۹ف کے زمانہ قحط ہی میں ریلوے کی تعمیر ہوئی اور سنہ ۱۳۲۸ف کے قحط میں کثیر معافیات و رقم تقاوی و نیز کارہائے قحط کا بار حکومت نے برداشت کرکے رعایا کی جان بچائی۔ اور عہد عثمانی کے برکات نے رعایا کو

زمانۂ گذشتہ کے قحط سالیوں کے واقعات کا احساس بھی ہونے نہ دیا۔ اس مسلسل قحط سالی کے باعث رعایا کی زندگی ہمیشہ معرضِ خطر میں رہتی تھی۔ اس لئے ہمارے ظل اللہ شاہ عثمان خلد اللہ ملکہ نے اپنی پیاری رعایا کیلئے رب العالمین کے بھروسہ پر نظام آباد میں نہر فیض عثمانی کو جاری کرکے نظام آباد کو دوامی سرسبزی و شادابی کی ضمانت عطا فرمائی یعنی نظام ساگر کی تعمیر کا حکم دیا۔

خداوند تعالیٰ اس مبارک مقصد کو کامیاب کرے۔ آمین۔ ثم آمین۔

اسمائے مہتمان آبپاشی و تعمیرات

	سنہ تعیناتی		سنہ تعیناتی
(۱) محمد محمود صاحب	سنہ ۱۳۰۵ ف	(۱۰) وینکٹا چاری صاحب مہتمم تعمیرات	
(۲) جی ملک ہانس صاحب	سنہ ۱۳۰۵ ف	ایس۔ بی راجو صاحب مہتمم آبپاشی	
(۳) سی۔ آئی۔ ولیمس صاحب	سنہ ۱۳۱۲ ف	(۱۱) ویاس راؤ صاحب مہتمم تعمیرات	سنہ ۱۳۱۹ ف
(۴) ویاس راؤ صاحب	سنہ ۱۳۱۶ ف	(۱۲) احمد علی خان صاحب "	سنہ ۱۳۳۱ ف
(۵) جی۔ آئی۔ بیمارٹ صاحب	سنہ ۱۳۲۰ ف	(۱۳) غلام محمد خان صاحب مہتمم آبپاشی	
(۶) بی۔ ڈی۔ کرشنا اینگار صاحب	سنہ ۱۳۲۱ ف	(۱۴) خیرالدین خان صاحب مہتمم تعمیرات	
(۷) سید عطا حسین صاحب	سنہ ۱۳۲۶ ف	(۱۵) محمد عظمت اللہ صاحب " آبپاشی	ف
(۸) جمیل احمد صاحب مہتمم تعمیرات		(۱۶) محمد ابراہیم صاحب "	سنہ ۱۳۴۰ ف
(۹) عبدالسلام صاحب مہتمم آبپاشی	سنہ ۱۳۳۱ ف	(۱۷) رام چندر راؤ صاحب "	سنہ ۱۳۴۲ ف
ف سنہ ۱۳۳۹ ف سے پھر تعمیرات آبپاشی کا مہتمم ایک کردیا گیا		(۱۸) ہارڈیکر صاحب "	سنہ ۱۳۴۴ ف
		(۱۹) عظمت اللہ صاحب "	سنہ ۱۳۴۷ ف

نظام ساگر

ہندوستان کا ایک تاریخی مخزنِ آب

عہد عثمانی کا زرین کارنامہ

دریائے مانجرا مملکت آصفیہ میں ان تمام دریاؤں سے عظیم تر ہے جس کا منبع اور دہانہ اسی ریاست میں ہے یہ دریا ضلع بیڑ سے نکلتا ہے جس کا منبع موضع پاٹودہ ہے ۔ جہاں سے (۳۹۰) میل مسافت طے کرتا ہوا ۔ ہر سال ایک کثیر مقدار پانی ملک سرکار عالی سے باہر پھینک دیا کرتا تھا جس سے چھ لاکھ ایکڑ اراضی فصل تری میں کاشت ہو سکتی ہے ۔ اس مسئلہ پر کہ اس دریا سے کام لیا جائے ۔ اکثر مرتبہ[1] غور کیا گیا ۔ لیکن کسی موزوں مقام پر نظر نہیں پڑتی تھی ۔ بہ زمانہ تعمیر مخزن آب " پوچارم " غالباً سید نظام الدین مرحوم[2] اورسیر نے مسٹر سی ۔ سی پال کے سامنے نیچے لی کے مقام کی نشاندہی کی ۔ مسٹر سی ۔ سی پال نے بعد معائنہ موقع اس کو آگے بڑھایا نواب علی نواز جنگ بہادر نے موقع کا معائنہ کرنے کے بعد موجودہ مقام کے محل وقوع کو منتخب کرکے کافی غور و فکر کے بعد اس عظیم الشان ساگر کی تعمیر کیلئے باب حکومت میں تحریک پیش کی ۔ باوجود اختلاف آرا کے نواب صاحب ممدوح کی انتہائی سعی

ف ۱ ۔ ملاحظہ ہو رپورٹ سررشتہ آبپاشی ۱۲۹۸ ف

ف ۲ ۔ نظام الدین مرحوم کی رپورٹ اور نقشہ سررشتہ میں محفوظ ہوگا ۔

نے محل وقوع کا معائنہ کرنے ۱۳۳۱ف میں نواب امین جنگ بہادر و نواب حیدر نواز جنگ بہادر کو مجبور کیا۔ بالآخر ہمارے دور بین و رعایا پرور ظل سبحانی حضرت خسرو دکن ہز مجسٹی میر عثمان علیخان خلد اللہ ملکہ و سلطنتہٗ نے مفاد ملک و رعایا کی فلاح و بہبود کے لئے اس کو منظور فرمالیا۔

نقشہ و برآورد مخزن آب کے نقشہ جات و برآورد ۱۹۲۰ عیسوی میں مسٹر سی۔ بی یال اکز یکٹو انجنیر نے مرتب کیا۔ اور نہر کے نقشہ و برآورد کو مسٹر سید عارف الدین اکز یکٹو انجنیر نے ۱۳۳۳ف میں ترتیب دیا لیکن مختلف حالات نے نقشہ نہر میں ترمیمات کی ضرورت پیدا کردی۔

آغاز و اختتام کار مسٹر سی بی یال کے زیر نگرانی ۱۹۲۳ء اول ۱۳۳۳ف میں اس کے کام کا افتتاح ہوا۔ اور اس کا سنگ بنیاد مہاراجہ سر یمین السلطنۃ نے رکھا۔ مسٹر یال منبع کے بڑے حصہ کی تکمیل تک ذمہ دار افسر اعلیٰ رہے جب آپ کو عہدہ نظامت پر ترقی ملی تو اپنا جائزہ مسٹر یس۔ جے تاراپور اکز یکٹو انجنیر کو دیکر رخصت ہوئے اور ۱۳۴۰ف میں اس عظیم الشان بند کا کام پایۂ تکمیل کو پہونچا۔ بتاریخ ۵ ذی الحجہ ۵۳ مطابق ۲۵ اردی بہشت ۱۳۴۲ف روز شنبہ ۹ بجے صبح حضرت بندگان اقدس و اعلیٰ نے اپنے دست مبارک سے نظام ساگر کا افتتاح فرماکر اس فیض عثمانی کے نہر کو جاری فرمایا جس سے سالانہ (۲۱) لاکھ نفوس کا ازوقہ زمین نظام آباد سے مہیا کرنیکی ذمہ داری اس ضلع پر گردانی گئی۔ (انشاءاللہ تعالیٰ) اور کروڑ در کروڑ حیوان مطلق کیلئے آب و دانہ کا ذریعہ قائم کر دیا گیا۔ افتتاح کے موقع پر علیم صاحب نے جو نظم پڑھی تھی اُس کے چند اشعار ہدیہ ناظرین کرنا خالی از دلچسپی نہ ہوگا۔

میرے شہ نے نظام آباد کی بنا ڈالی
نہیں اس سرزمیں کا چپہ چپہ فیض سے خالی
ادب سے جب کیا معروضہ اظہار مسرت نے
دکھایا جوش جب ایثار رعایا کی محبت نے

ادا فرمائی رسم افتتاحی خود بدولت نے
کمال اوج آخر پالیا ساگر کی قسمت نے
رعایا دل سے ہے ممنون اس بندہ نوازی کی
تلطف کی عنایت کی کرم کی سرفرازی کی

حالات تخریب و تعمیر

<u>کار معاوضہ</u> مرزا محمود بیگ صاحب جو سنہ ۲۹ف سے اسپشل آفسری معاوضہ کا کام انجام دیتے تھے۔ اور عہد عثمانی کے تمام خزائین آب کے کارہائے معاوضہ کو انجام دیا تھا نظام ساگر کے کارہائے معاوضہ کیلئے آپ ہی کو منتخب کیا گیا۔ سنہ ۱۳۳۲ف تک دفتر معاوضہ حیدرآباد میں رہا۔ لیکن آپ نے رعایا کیلئے بے خانمانی کے مصائب اور بیدردی کے لئے بُعد مسافت کا خیال کرکے نظام ساگر کے ستقر کی منظوری حاصل کی۔

تعمیر نظام ساگر کے باعث جو نقصانات ہوئے انکے اعداد حسب ذیل ہیں۔

(۱۷) مواضعات سالم غرق ہوئے۔ (۱۷) مواضعات کی منجملہ اراضی غرق ہونے کے علاوہ آبادیاں متاثر ہوئیں۔ (۲۰) مواضعات کی مختص اراضی غرق آب ہوئی۔ جملہ (۵۴) مواضعات متاثر ہوئے۔

اور (۵۰۶۷۵) احاطات حاصل کئے گئے۔

اور (۵۱۴۵) مالکین مکانات - اور (۲۸۴۹۴) مالکین زمینات کو ۲۹۸۱۸۵۰ روپیہ معاوضہ تقسیم کیا گیا (۹۲۲) اشخاص کو بالمعاوضہ اراضی مواضی سیم ماریسیکر قیمتی (۱۰۵۱۲ ایکڑ) دلائی گئی۔ اور (۲۵) جدید آبادیاں قائم کرائی گئیں ریاست میسور میں جو سیور پراجکٹ تعمیر ہوا ہے ان کے کارہائے تصفیہ معاوضہ سے متعلق یہاں مختصر اعداد کا ذکر بے محل نہ ہوگا۔

سیٹ ور پراجکٹ میں [illegible] ایکڑ رقبہ غرق ہوا جس میں زیادہ تر خشکی اراضیات کا تھا۔ معاوضہ کارروائی میں [illegible] ہے اور افسر و عملہ کے تنخواہوں میں [illegible] ([illegible]) کا صرفہ ہوا۔

کیونکہ (۹) ڈپٹی کلکٹر مع عملہ کے کارگذار تھے۔ برخلاف اس کے یہاں پر صرف ایک اسپشل آفسر نے مختصر عملہ کے ساتھ اس قدر وسیع کام کو سرانجام دیا۔ ظاہر ہے کہ کس طرح شبانہ روز محنت شاقہ برداشت کرنی پڑی ہوگی۔ درآنحالیکہ دورہ کرکے انفرادی طور پر ہر ایک کے حقوق کا تصفیہ اور نزاعی مقدمات کا انفصال عذرات کی سماعت قلمبندی شہادت اراضیات انعامی میں وراثتوں کا تصفیہ حصہ داروں کے نزاعات اور بے خانماں رعایا کی آسائش و سہولت کیلئے جدید انتظامات بہرحال مرزا محمد بیگ صاحب نے وہ سب کچھ کیا جو ایک حساس فرض شناس قدیمی خدمت گذار سرکار کو کرنا چاہئے تھا۔

انکی اصابت رائے اور انتہائی توجہ کے ساتھ فرائض کی انجام دہی کا ثبوت یہ ہے کہ انکے فیصلوں کی ناراضی سے صرف (۲) مقدمات

سپرد عدالت ہوئے۔ جس میں سے ایک مخالف ایک موافق فیصل ہوا۔
پھر رعایا نے آپکے پیچھے استبدادیت کا رونا بھی نہیں رویا۔ کیونکہ معاملات میں انتہائی سچائی کو کام میں لایا گیا۔ اس سلسلہ میں نہ یہ نہر کار بارے ڈیپارٹمنٹ سکے آغاز کرنے کیلئے ارباب صدر کو آپ نے متوجہ کیا۔ اور قواعد کو مرتب کر کے پیش کیا۔ اسی وجہ سے ۱۳۲۹ ف میں آپ کا تقرر اسپیشل تعلقداری نظام آباد پر عمل میں آیا۔ اور بعہر سنہ ۴۰ ف کو آپ ضلع نظام آباد کے تعلقدار مقرر ہوگئے

مزدور چونکہ یہ کام ملک کا سب سے بڑا تعمیری کام تھا۔ اسلئے مزدور اور سامان کی فراہمی کا خاص اہتمام کیا گیا تھا۔ چنانچہ مزدوروں کی تعداد جو بوقت واقعات تعمیر پر کام کر رہے تھے۔ روزآنہ اٹھارہ ہزار نفوس تک پہنچ چکی تھی جو مقامات کویم بتور۔ مدراس۔ بیجوارہ۔ ترچناپلی سیلم۔ سری رنگم۔ کڑپہ۔ کرنول۔ نندیال۔ گنٹور۔ ڈورناچلم۔ کنجی۔ ترپتی۔ بمبئی۔ ونیز اضلاع ملک سرکار عالی سے یہاں پر وارد ہوکر کام پر لگ گئے تھے۔ سب سے پہلے مزدوروں میں مالاکونڈہ تو اکونڈہ۔ وڈران کے قافلے آئے۔

باربرداری ابتداً اس گھنے جنگل اور کوہستانی مقام پر کام کرنے والے جانور گدھے تھے۔ جنکی لاکھوں کی تعداد کام پر لگی ہوئی تھی۔ تا آنکہ ۔۔۔ اور ٹرام ریل تیار نہ ہوئی۔ خصوصاً چونہ موضع رنجنی سے لانے میں جو ۲۰ میل کا فاصلہ تھا۔ اس حیوان مطلق نے اپنی جانکاہی کا ثبوت دیا۔

مقدار مزدوری ہفتہ وار مزدوری دو لاکھ روپیہ تک تقسیم ہوا کرتی تھی۔

گتہ دار قابل ذکر گتہ داروں میں ایم۔ جی۔ مہک جی۔ پرا تن جیون گنڈا

ف۔ مزید کارگذاری کے لئے ملاحظہ ہو باب مالگذاری

دامر راميا - دی نرسيا - بمبی موتی لال - ديشواس - جيا گنٹی راجنا - سری رام بابو حبيب ہادی - ديواسنگھاچاری - وغيره نے بند و نہر کا کام انجام ديا - بند پر زياده آسانی ميں کام ہوا - دروازه ہائے طغيانی کمن نيلٹ کمپنی کے ذريعہ بنائے گئے - اس مقام پر کام کرنے والوں کی صحت و آرام کا خيال خاص طور پر رکھا گيا تھا - بجز ۱۳۲۴ف کے انفلوئنزا کے جو تمام دنيا کو متاثر کيا تھا - کوئی خاص متعدی مرض يہاں نہ آسکا جو قابل ذکر ہو - اسلئے يہ مقام ايک شہر کی صورت اختيار کرليا تھا - جس کی آبادی (۲۱) ہزار نفوس پر مشتمل تھی جہاں ہر قسم کے اصول حفظان صحت کا خاطر خواه انتظام تھا - برقی روشنی فلٹر کيا ہوا پانی - طبی امداد - تفريح گاه - مدرسہ بہرحال ہر اس چيز کو يہاں کے باشندے آسانی سے پا سکتے تھے - جو ايک شہری زندگی ميں ضروری ہو - يہ تمام انتظام مسٹر سی - پی پال کی خوش سليقگی کا آئينہ تھا -

سامان تعمير - بجز ناگزير حالات کے تمام اشيا تعمير علی نواز جنگ کی فکر رسا نے ملکی فراہم کرليا تھا - اور اہل ملک کے ہاتھوں يہ عظيم الشان تعمير مکمل ہوئی - کيونکہ انجنيئر سے ليکر وڈر تک سب اہل ملک سے تھے کسی يورپی يا بيرونی ملک کے مشوره کا بھی يہ مخزن آب منت پذير نہيں رہا -

کارگذار عہده داران - حسب ذيل عہده داروں نے اس مخزن آب کی تعمير کا فريضہ انجام ديا -

شمار	نام عہده داران	عہده	شمار	نام عہده داران	عہده
۱	نواب علی نواز جنگ بہادر	چيف انجنير	۳	مسٹر ليس - جے - تاراپور	اکزيکيٹو انجنير
۲	مسٹر سی - پی پال	اکزيکيٹو انجنير	۴	مسٹر عارف الدين	

۵	مسٹر سجاد مرزا	اگزیکیوٹو انجینیر	۱۸	مسٹر یم۔ اشرف	اسسٹنٹ انجینیر
۶	مسٹر سید دلدار حسین	"	۱۹	مسٹر عبدالستار	"
۷	مسٹر لائق علی	اسسٹنٹ انجینیر	۲۰	مسٹر عتنا	"
۸	مسٹر ین۔ ین ریڈی	"	۲۱	مسٹر اننت رام	اسٹور آفسر
۹	مسٹر ڈی۔ ڈی۔ ریڈی	"	۲۲	مسٹر گاڈگیل	خزانہ دار
۱۰	مسٹر یس۔ کے۔ ایر	"	۲۳	مسٹر پسنا مدلیار	ریلوے
۱۱	مسٹر عظمت اللہ	"	۲۴	مسٹر وینکٹ سوامی	ہیڈ ڈرافٹسمین
۱۲	مسٹر نیارنگ نن	"	۲۵	مسٹر نرسہوان چاری	محاسب
۱۳	مسٹر جی گوپالن	"	۲۶	نادر نواز خان	ڈاکٹر
۱۴	مسٹر جے۔ ڈی دین	ٹیپائنس معائنہ ضمن	۲۷	مسٹر محمد بیگ	اسپیشل آفیسر معائنہ ضمن
۱۵	مسٹر۔ احسن الدین	اسسٹنٹ انجینیر	۲۸	مسٹر غلام حیدر	مددگار معائنہ ضمن
۱۶	مسٹر فرخندہ علی	"	۲۹	مسٹر سنیا جلیم مدلیار	اکونٹ
۱۷	مسٹر بالا پرشاد	"	۳۰	مسٹر شیخ محمد یوسف	مہتمم زراعت

اور سیر و سیر وزیرز سخت ناانصافی ہوگی۔ اگر ذیلی کام کرنے والوں کے نام اس جگہ نہ بتلائے جائیں۔ جنہوں نے بڑی محنت سے فرائض انجام دیے

اور سیران

سید نظام الدین مرحوم ابتدائی سروے۔ مسٹر شام راؤ۔ مسٹر راجو۔ مسٹر ارک سوامی۔ مسٹر ساجی رام۔ مسٹر غفور۔ مسٹر عبداللہ شریف۔ مسٹر سری نواس وغیرہ محمد یحییٰ صاحب (جو آجتک بھی بحیثیت مہتمم گیٹ ہاؤز موجود ہیں)

سپروائزران

مسٹر وڈل سپلے۔ مسٹر ناگیشور۔ مسٹر عبدالعزیز۔ مسٹر کے دین دیال۔ مسٹر رنگ ناہم۔ مسٹر وکیمیم مدلیار۔ مسٹر محمد یوسف۔ مسٹر ست گروپرشاد۔ مسٹر بیکوتی۔ مسٹر الیک مسٹر کرشنا سوامی۔ وغیرہ۔

فنی حالات تعمیر

اس ساگر کا پختہ بند دو میل طویل ہے۔ اور (۱۴) فیٹ عریض جس پر موٹر رانی کے قابل سڑک تعمیر کی گئی ہے۔ یہ بند دنیا کے بڑے ثقیل المرکز بندوں میں شمار کیا جاتا ہے۔ بند کو مستحکم بنیاد پر قائم رکھنے کیلئے ۲۴ ملین مکعب فیٹ سی کی کھدائی اور چٹانوں کی شکست و ریخت کرنی پڑی بنیاد کی انتہائی گہرائی سطح زمین سے ۳۷ فیٹ ہے۔ بنیاد کی انتہائی گہرائی سے بند کی بلندی ۱۵۰ فیٹ ہے۔ سب سے عمیق مقام پر بنیاد کا زیرین حصہ ۱۲۰ فٹ عریض رکھا گیا ہے۔ اس میں (۳۰۸۰۰۰۰۰) مکعب فیٹ کی بندش انجام دیا گیا۔ اس کا اندازہ یوں لگا سکتے ہیں کہ اگر ایک ۲۰ فٹ چوڑی اور ۳۷ فیٹ اونچی دیوار حیدرآباد سے لیکر قندھار تک بنائی جائے تو اس میں بھی تقریباً اسی قدر بندش ہوگا (گویا سد سکندری سے بڑھکر) دریائے کاویری کا رقبہ فراہمی آب ۴۲۳۴ مربع میل ہے۔ خزانہ آب میں پانی کی درآمد جس وقت کہ دریا میں طغیانی ہوتی ہے تو (۵ لاکھ ۱۰ ہزار) مکعب فیٹ فی سکنڈ روانی ہوتی ہے جو دریائے نیل کی طغیانی کے برابر ہے۔ اور لندن کے مشہور دریا ٹیمز کی

طغیانی سے پچاس گنا زیادہ۔ نظام ساگر کی گنجائش ذخیرہ جبکہ تالاب کامل
سمائی کی سطح پر ہوگا ۲۷ ارب ۹۷ کروڑ - ۳۰ لاکھ مکعب فیٹ ہے اور پانی
کی انتہائی سطح پر یعنی جس وقت طغیانی کے دروازے انتہائی کام کریں گے اس
وقت ۳۵ ارب ۶ کروڑ ساٹھ لاکھ مکعب فیٹ ہوگی ف۱ اور پانی کی سطح ۱۰۲ فیٹ
ہے۔ بندش میں اس بات کا خاص اہتمام رکھا گیا ہے کہ پانی کی بہترین مقدار شدید
طغیانی کے زمانہ میں چار لاکھ ۲۷ ہزار مکعب فیٹ فی سکنڈ کے حساب سے فوراً
خارج کی جاسکے۔ ایک تو بائیں جانب ۱۱ دروازے جانب ۲ خود بخود کھلنے والے دروازے
رکھے گئے ہیں۔ ان میں سے ہر ایک دروازہ ۴۰ فیٹ چوڑا اور ۱۰ فٹ اونچا اور
... ہے جو اپنے سے دو چند پڑے سے آویزاں ہے جس کو ایک
کھٹکے کی گرفت میں رکھا ہوا ہے۔ جب پانی انتہائی سطح آب سے ۳ انچ
بڑھ جاتا ہے تو ... سے ظرف میں گرتا ہے جس کو میزان ... ہیں
... جب پانی ... سے نیچے اترتی ہے تو کھٹکے کی گرفت کو ...
سے توازنی پلڑا تیزی سے نیچے اترتا ہے۔ اور ساتھ ہی اپنے ... دروازہ
کے کھٹکے کی گرفت کو کھول دیتا ہے اس طرح توازنی پلڑے کے نیچے اترنے
اور دروازوں کو بالاتصال یکے بعد دیگرے تیزی کے ساتھ کھولتے جاتے ہیں
(۳۰) سکنڈ کے اندر ہی اندر یہ تمام دروازے کھل جاتے ہیں اسکے علاوہ
۸×۱۵ فیٹ کے ۹ عدد ریتی صاف کرنیکے دروازے بھی ہیں اس کے علاوہ ...

ف۱ - پانی کے پھیلاؤ کا رقبہ خزانہ آب کے لبریز ہوجانے پر ۵۰ مربع میل ہے اور سیلابی
ہول بند تک ۴۲ میل ہے۔

کے شمال مشرقی حصہ سے نہر نکالی گئی ہے جس کا مجموعی طول ۱۱۰۰ میل ہے

نہر کی خصوصیات

نہر کا طول	میلوں میں	۹۸
شاخہائے نہر کا طول	″	۱۱۰۰
شکم نہر کا عرض	فٹوں میں	۱۰۰
نہر میں پانی کی گہرائی	″	۱۰ ½
نہر میں پانی کی روانی فی ثانیہ (سکنڈ)	مکعب فٹوں میں	۳۴۳۰
تعداد مواضعات جنکی اراضی سیراب ہوگی	″	۳۵۴
نہر سے متاثر ہونے والا تخمیناً رقبہ	ایکڑوں میں	۵،۳۶،۵۳۷
مجوزہ رقبہ آبپاشی	″	۲،۷۵،۰۰۰
مصارف نہر	لاکھ روپیوں میں	۲۱۴،۳۵
پراجکٹ کی جملہ لاگت	″	۴۲۶،۷۹
محاصل	″	۴۶،۱۶
متوقعہ تخمینہ آمدنی	″	۵۸،۰۵
کل رقبہ جو نہر سے متاثر ہو سکتا ہے بشرط گنجائش	ایکڑوں میں	۵،۳۶،۵۳۰

گھوڑوں کی طاقت برقی جو صدر توم پر فراہم ہو سکتی ہے (۱۵۰۰ K.W.) ہے پراجکٹ کی جملہ رقم بموجب برآورد سوا چار کروڑ روپیہ سکہ عثمانیہ ہے جس کے منجملہ بند کی رقم تقریباً دو کروڑ ساڑھے بارہ لاکھ روپیہ ہے اور باقی ۲ کروڑ ۱۲ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ نہر کی لاگت ہے باوجود بند کی اتنی

سنگینی اور نہر کی طوالت کے باوجود حکومت نے نہایت کفایت شعاری سے یہ کام نیک محضر نواب علی نواز جنگ بہادر کے نگرانی و تنظیم کے سبب اس عظیم الشان اور بے نظیر کام کو صرف سوا چار کروڑ میں مکمل کر دیا۔ حکومت کی کفایت شعاری اور حسن انتظام کا اندازہ لگانے کے لئے بہتر ہے کہ ہم ہندوستان کے مشہور بند کرشنا راج ساگر (میسور) کا مقابلہ نظام ساگر سے کریں جبکہ اسی بند کو بھی ہندوستان کا سب سے بڑا بند کہا جاتا ہے۔

	کرشنا راج ساگر	نظام ساگر
بند	ایک میل ۲ فرلانگ	۲ میل
عمیق آب	۱۴۵ فٹ	۱۰۵ فٹ
دریائی علاقہ گنجائش	۰۰۰ مربع میل	۸۳۰۶ مربع میل
لاگت	۲ کروڑ ۹۰ لاکھ ۵۰ ہزار روپیہ	۲ کروڑ ۱۲ لاکھ ۵ ہزار روپیہ

خصوصیات

میسور کے کرشنا راج ساگر۔ اور سیاکر بیاراج کو سامنے رکھکر مصارف کا اندازہ کیا جائے تو ظاہر ہوگا کہ اس بند کی تیاری میں کسقدر کفایت شعاری کو کام میں لایا گیا ہے سب سے بڑی خصوصیت یہ ہے کہ کسی یوروپی انجنیر کی رائے کو اس میں دخل نہیں رہا۔ اور عہد عثمانی میں ملک دکن

ف۱۔ کرشنا ساگر میسور کے مصارف دو کروڑ نوے لاکھ پچاس ہزار جسکا بند ایک میل ۲۔ فرلانگ ہے۔ ف۲۔ سیاکر بیاراج۔ کے مصارف (۲۳) کروڑ ہیں۔ جس کے تحت (۵) لاکھ ایکر اراضی سیراب ہوئی۔

ہا سب سے پہلا ساگر دنیا کے ساگروں کی فہرست میں قابل ذکر قرار دیا گیا ہے

تعمیرات

سون برج عہد عثمانی میں یوں تو سررشتہ تعمیرات نے بہت سے پل بنائے لیکن یہ پل عہد عثمانی کا سب سے بڑا پل ہے کیونکہ اس مقام پر مدیا سے ہا (۲۳۰۰) مربع میل کے رقبہ کا پانی بہتا ہے۔ طغیانی میں ہر لمحہ ۱½ لاکھ مکعب فٹ کی رفتار سے اس مقام پر پانی رواں رہتا ہے اس پل کی (۲۶) عظیم الشان کمانیں ہیں یعنی ہر کمان (۱۰۰) فیٹ کی ہے اس کار تعمیر میں بارہ لاکھ مکعب فٹ چونہ اور پتھر صرف ہوا۔ پل پر جو سڑک ہے اس کا عرض ۲۲ فیٹ اور طول (۲۷۰۰) فیٹ ہے۔ جس پر ساڑھے دس لاکھ روپیہ سکہ عثمانیہ کا صرفہ عاید ہوا۔ آغاز کار ۱۳۳۹ف کے آخر میں ہوا اور بتاریخ ۲۶ اردی بہشت ۱۳۴۴ف (نظام ساگر کے افتتاح کے بعد) ذات شاہانہ نے اپنے مبارک ہاتھوں اس کا افتتاح فرمایا جس سے رعایا کیلئے انتہائی آسائش و اطمینان کا ایک باب کھل گیا۔ کیونکہ ڈیڑھ میل مسافت ٹوکرے کے ذریعہ عبور و مرور جان کی بازی لگانا تھا۔ نہ معلوم کتنی ہزار جانیں نذر آب ہوگئیں۔ آج ہر وہ انسان جو اس پر سے گذرتا ہے۔ بے ساختہ اپنے بادشاہ کیلئے شاہ عثمان زندہ باد۔ دولت آصفی پائندہ باد کی دعا دیتا ہے ؎۱

؎۱ حسن اتفاق کہ بتاریخ ۲۱ بہمن ۱۳۳۱ف اس پل کے تعمیر کو دیکھنے میں چلا گیا۔ اس وقت چھبیسویں (۲۶) کمان کا سنگ بنیاد رکھتے عبد الکریم صاحب گتہ دار کسی معصوم

سالورہ برج اس کی تعمیر سے اندر کا راستہ قریب تر ہو جائے گا۔ پہلے ۱۳۴۱ ف اس کی تعمیر ہوئی۔ لیکن ناقص ہونے کی وجہ از سر نو ۱۳۴۷ ف میں تقریباً ایک لاکھ کے صرفہ سے تعمیر ہو رہا ہے جو غالباً آخر ۱۳۴۸ ف تک مکمل ہو جائے گا۔ اس برج کے تعمیر کے انچارج عبد العزیز صاحب اوور سیر ہیں۔ گتہ دار رام کشتو مستھرا ہیں۔

پانگرہ برج نظام آباد سے آرمور گزرتے ہوئے بڑی دشواری تھی کہ راستہ میں ایک چھوٹی سی ندی پانگرہ کی وجہ دو دو روز آمد و رفت موقوف ہو جاتی۔ ۱۳۴۲ ف میں اس پر پل تعمیر کیا گیا جس کی وجہ آمد و رفت کی سہولت ہو گئی۔ اس پل کی لاگت ۲۲ ہزار روپیہ ہوئی۔

سہوا نگ برج اندرون آبادی داخل ہونے کیلئے بعض وقت ۲۴ گھنٹے انتظار کرنا پڑتا تھا۔ اور یہ موقع بڑا ہی تکلیف دہ ہوتا کہ حیدر آباد سے (۱۰۳) میل بڑا روک ٹوک آنے کے بعد دو فرلانگ نظام آباد تک داخلہ کیلئے باقی ہیں۔ تو سامنے آبادی کو دیکھتے ہوئے پریشان حال کھڑے رہیں۔ اس تکلیف کو مسٹر ذریح شاہ تعلقدار کے حسن توجہ نے دور کر دیا۔ اور ایک سیمنٹ کے پل کی تعمیر ۱۳۴۵ ف میں شروع و مکمل ہوئی جس کی وجہ عبور و مرور کی انتہائی سہولت پیدا ہو گئی۔ اس کی لاگت ایک لاکھ روپیہ ہوئی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۶ بچے کی تلاش میں تھے کہ میرے ساتھ میرا لڑکا ابو سعادت حامد غلام دستگیر کمسن تھا۔ گتہ دار صاحب موصوف نے اس کو منتخب کر کے اس کے ہاتھوں سنگ بنیاد رکھوایا معلوم ہوا کہ ہرکمان کا سنگ بنیاد انہوں نے کسی نہ کسی کمسن معصوم بچے کے ہاتھوں رکھوایا ہے۔ وہاں سب پہلے صاحب صوفت نے اس کی تحریک کی تھی۔

بلدی برج | بودھن اور ایڈپلی کے درمیان ۱۳۴۲ف اس پل کی تعمیر ہوئی جس پر ۱لاکھ ۸۲ ہزار روپیہ کا خرچ آیا۔ یہ ار۔سی۔سی۔ یعنی سمنٹ کا پل ہے۔

باب (۷)

انتظام جنگلات

ضلع بندا سے قبل جنگلات کی نہ تو کوئی قدر و قیمت تھی اور نہ انتظام جس کا جی چاہا اور جس نے چاہا قطع و برید اور صحرائی کرلی۔ ضلع نظام آباد کا صحرا الملک سرکار عالی کا بہترین صحرا تھا۔ کیونکہ ضلع عادل آباد کا صحرا بھی اسی میں شامل تھا۔ جو آج تک ملک میں قابل قدر ہے۔ ۱۲۹۵ف میں ضلع ہذا پر محمد اسمٰعیل خان صاحب داروغہ چوبینہ۔ دوم مددگار صاحب چوبینہ صوبہ شمالی کے تحت تھے جنکی تنخواہ (۲۰) تھی۔ (ان دنوں نائب مددگار مہتمم چوبینہ عباس بیگ صاحب اور مددگار چوبینہ سمت شمالی مسٹر چارلس تھے۔)

۱۲۹۸ف میں احمد خان صاحب داروغہ و محمد یونس صاحب داروغہ کا تقرر ہوا دفتر داروغگی نظام آباد کا مستقر نزل پر تھا۔ کیونکہ صحرائے عادل آباد بھی اسی کے تحت تھا۔

فہرست پٹیات جنگلات ۱۲۹۸ف

سرپور۔ بورلم۔ کنوٹہ۔ اسلاپور۔ اندلوائی۔ یلاریڈی۔ اندور۔

بیمگل ۔ بند کھٹر ۔ رود رور ۔ اٹنور ۔ نرسا پور ۔ تماپور ۔ نرمل ۔ کلیانی ۔ میدک دودگاؤں پیپری ۔ سرحلیہ ۔ تعلقہ ایدلاآباد ۔ (عادل آباد) سنہ ۱۳۰۱ ف میں یہ ضلع دفتر جنگلات کا مستقر قرار پایا اور مددگار ناظم جنگلات صوبہ کے تحت رہا ۔ جس پر محمد جمال الدین حسینی بحیثیت مددگار صوبہ بیدر مستقراً ایم بیٹھ کارگذار تھے ۔ سنہ ۱۳۱۰ ف میں دفتر مددگاری نظامت کا مستقر اس ضلع کو قرار دیا گیا ۔ اور مسٹر پیاٹرج جنگلات آفسر مقرر ہوئے

قیام ڈیویژن کے بعد سے حسب ذیل مددگار کارگذار رہے

سلسلہ نشان	نام مددگار	تاریخ وسنہ جائزہ
۱	مسٹر پیاٹرج	۱۲ ر مہر سنہ ۱۳۱۰ ف
۲	مسٹر آر ۔ سی ۔ فیارل	۱۷ ر بہمن سنہ ۱۳۱۵ ف
۳	احمد محی الدین صاحب	۱۵ ر فروری سنہ ۱۳۱۹ ف
۴	محمد مولا بخش صاحب	۳۱ ر امرداد سنہ ۱۳۲۵ ف
۵	سید محمود رضوی صاحب	۱ ر آذر سنہ ۱۳۳۱ ف
۶	مسٹر ئیس ۔ سی ۔ ایڈورڈس	شہریور سنہ ۱۳۳۶ ف
۷	مسٹر وامن راؤ	۱۲ ر خورداد سنہ ۱۳۴۰ ف
۸	سید محمد فریدالدین خان صاحب	۲۰ ر امرداد سنہ ۱۳۴۵ ف
۹	عبدالعزیز صاحب	۲۱ ر شہریور سنہ ۱۳۴۷ ف

شمول وخروج سنہ ۱۳۱۵ ف میں ڈیویژن کریم نگر اور سنہ ۱۳۲۲ ف میں ڈیویژن میدک نظام آباد سے علحدہ ہوگئے ۔

اور ۱۳۲۵ف میں رینج یلاریڈی میدک میں اور کولاس تا ندیڑ میں شریک ہوئے۔ راماریڈی کا جدید رینج ۱۳۳۲ف میں قائم کیا گیا۔

رقبہ صحرا: اعداد ذیل کے دیکھنے سے رقبہ محصورہ کے مدوجزر کے معلومات ہوسکتے ہیں۔ ۱۳۱۰ف میں ضلع ایلگندل (کریم نگر) کا رقبہ بھی اسی ضلع میں شامل تھا۔

ضلع ایلگندل تعلقہ سہادلوپور۔ ایکڑ = ۹۶٫۷ مربع میل

سدری ... ایکڑ = ۳۰ ''

نظام آباد۔ مچبہ ایکڑ = ۷۵ ''

حاجی پور ایکڑ = ۱۶ ''

جملہ ایکڑ = ۹۰۷ مربع میل

رقبہ جنگلات: جملہ رقبہ جنگلات (۲۶۵۸۵۱) ایکڑ ڈیویژن نظام آباد کے تحت ہے جسکی تفصیل تختہ محصورہ اور غیر محصورہ سے ظاہر ہوگی۔

سنہ	محفوظ		غیر محصورہ		کیفیت
	ایکڑ	مربع میل	ایکڑ	مربع میل	
۱۳۱۰ف	۵۸۰۸۵۲ ایکڑ	۱۰۷			یہ رقبہ محصورہ تھا
۱۳۲۰ف	۱۵۲۰۹۸ ایکڑ	۲۳۷/۶۵	۸۰۰۰۰ ''	۱۲۵	
۱۳۳۰ف	۳۰۲۶۳۰ ایکڑ	۱۷۵/۹۸	۹۰۸۱۱	۱۴۲/۸۱	

سنہ ۱۳۲۰ ف	۳۰۶۵۰۶ سمت مربع میل ... یکر	۴۷۹۲۰	۶۷۶۹۲ ... یکر	۱۲۰	
سنہ ۱۳۴۲ ف	۱۲۰۲۱۳ ... یکر	۳۴۴۳۵	۱۶۸۵۷ ... یکر	۲۶۲۲	

سنہ ۱۳۴۲ ف میں محصورہ کا رقبہ ۱۲۵۸۱ ایکر رہا۔

رینج۔ حسب ذیل رینج اس وقت ڈیویژن میں قائم ہیں۔ بنیچہ بانسواڑہ۔ بارریڈی۔ بھگل۔ سرسلہ۔

تفصیل ذرائع آمدنی۔ حسب ذیل مدات صحرائی ذرائع آمدنی سررشتہ جنگلات ہیں۔ چوبینہ ہمہ اقسام۔ ہیمہ سوختنی و کوئلہ۔ بانس بنگ۔ نیر (؟) گھانس۔ برگ آبنوس۔ ثمرہ درختاں۔ پیداوار خفیف شہد۔ موم حلیلہ وغیرہ۔

جرمانہ و معاوضہ نقصان صحرا

ان ابواب میں سب سے زیادہ چوبینہ اور ہراج برگ آبنوس کے ذرائع ہیں۔ جنکی مانگ سنہ ۱۳۳۴ ف سے بڑی شدومد کے ساتھ ہوتی رہی ہے۔ چنانچہ سنہ ۱۳۴۲ ف میں برگ آبنوس کی آمدنی تقریباً چالیس ہزار ہوئی۔

آمد و خروج۔ آمدنی و خرچ کا مدوجزر تختہ ذیل کے ملاحظہ سے واضح ہوگا۔

سنہ	آمدنی	خرچ	کیفیت
سنہ ۱۳۱۰ ف	۷۶۳۲۴ ... فیصد ۱۰۰	۱۱۵۵۹ ... فیصد ۱۱۲	

سنہ ۱۳۳۰ف	۴۹۵۹۷ [illegible]	۱۸۱۹۷ [illegible]	
سنہ ۱۳۳۰ف	۱۲۲۳۰۱ [illegible]	۴۰۸۵۹ [illegible]	
سنہ ۱۳۴۰ف	۲۰۳۲۱۴ [illegible]	۴۹۷۹۲ [illegible]	
سنہ ۱۳۴۷ف	۱۵۹۸۷۹ [illegible]	۵۵۴۱۵ [illegible]	

کوپ سسٹم ۔ سنہ ۱۳۲۶ف سے کوپ سسٹم کا طریقہ احمد محی الدین صاحب مددگار جنگلات کے عملی نتائج کی صورت میں ظہور پذیر ہوا۔ سنہ ۱۳۲۶ف میں (۳۴) کوپ بنائے گئے۔ سنہ ۱۳۳۰ف میں (۳۵) کوپ سنہ ۱۳۴۰ف میں (۱۱۸) اور سنہ ۱۳۴۷ف میں (۱۱۸)۔ کوپ بنے جو ہر سال ہراج ہوتے ہیں۔ جنکو متاجرین داخل کر کے لکڑی برآمد کرتے ہیں۔ اور اس کی تجارت سے کافی فائدہ اٹھاتے ہیں۔ کوپ کا رقبہ زیادہ سے زیادہ سو ایکر ہوتا ہے۔ بعض کوپ قیمتی پیداوار صحرا کے پانچہزار روپیہ تک بھی ہراج ہوتے ہیں۔ یہ صحرائے مال کا بیش قیمت حصہ ہے۔

راستہ ہائے صحرائی ۔ کوپ سسٹم کے سلسلہ ہی میں بغرض برآمدی چوبینہ حسب ذیل راستہ صحرائی بنائے گئے۔ (۱) بانسواڑہ رینج میں۔ ابراہیم پٹن اکوناپور۔ ۳ میل ایک فرلانگ سنہ ۱۳۴۳ف۔

بانسواڑہ رینج میں۔ بمندیولی۔ جاکھورہ ۲۵½ میل سنہ ۱۳۴۶ف

بانسواڑہ رینج میں۔ بمنڈیوپلی، حاجی پور۔ ہنماجی پیٹھ ۵ میل ۱۳۴۶ف

(۲) رینج بیمگل۔ دیون پلی گھاٹ روڈ۔ ۶ فرلانگ ۱۳۴۳ف

" مانال پیریمڈلہ۔ ۹ میل ۱۳۴۵ف

" پرلہ گھاٹ روڈ۔ ۳ فرلانگ

" پیریمڈلہ گرجن پلی۔ ۱۰ میل

(۳) رینج منچپہ۔ ملکا پور تامنچپہ۔ ۱۱ میل ۱۳۴۷ف

تعمیرات امکنہ۔ ۱۳۱۹ف میں دفتر ڈویژن کی عمارت ۱۰۶۸۰ کے صرفہ سے بنی۔ اور ریسٹ ہاوز حسب ذیل مقامات پر ۱۳۴۳ف سے ۱۳۴۵ف تک تیار ہوئے ہیں۔ حاجی پور۔ ارسہ پلی۔ اکاپلی۔ منڈہورہ۔ ابراہیم پٹن۔ مانال۔

قیام نرسری۔ مزارعین نظام آباد کی بڑھتی ہوئی ضرورتوں کے تحت ا رینج بانسواڑہ اور منچپہ کے تحت میں سبز کھاد کے لئے انتظامات پلانٹیشن و نرسری کا قیام حسب ذیل مقامات پر عمل میں آیا ہے۔

نام رینج	مقام	رقبہ	
رینج بانسواڑہ۔	ترملاپور نرسری	عہ ایکر	۱۳۴۱ف
	بانس بنگ پلانٹشن (کاشت)	ے ایکر	۱۳۴۲ف
	ترملاپور کرنج پلانٹشن (کاشت)	عسے ایکر	۱۳۴۱ف
کاشت سرو۔	مخدوم پور۔	عہ ایکر	۱۳۴۴ف
کاشت کرنج۔	ابراہیم پیٹھ۔	مے ایکر	۱۳۴۳ف
"	"	للعہ ایکر	۱۳۴۵ف

کاشت کرنج - بورلم - ۱۴ عہ/ ایکر سنہ ۴۵ف

پنجیپہ رینج - ترسری موسرہ ۱۱ مسہ ایکر سنہ ۴۵ف

بانس پلانٹشن موسرہ للعہ ایکر سنہ ۴۵ف

تیاری سبز کھاد پر کرٹ - للعہ ایکر سنہ ۴۷ف

تیاری سبز کھاد نوی پیٹھ - للعہ ایکر سنہ ۴۷ف

عملہ سررشتہ متعلقہ و ضلع - ضلع ہذا میں ایک مددگار ناظم اور ایک نائب مددگار۔ اور (۵) رینج آفیسر یعنی امناء اور (۴) نائب امین (۶) صحرادار (۵۱) چوکیدار کارگذار ہیں۔

باب ۸

کروڑگیری

۱۳۰۹ف میں جب کہ اسٹیشن نظام آباد قایم ہوا تو دفتر ناکہ کروڑگیری بھی ساتھ ہی قایم کیا گیا۔ ابتدا میں نائب امینی تھی۔ ۱۳۱۷ف میں امینی کا دفتر قایم ہوا۔ اسفندار ۱۳۲۵ف میں کام کی کمی کی وجہ امین تخفیف ہوکر نائب امینی قایم ہوئی۔ فی الوقت نائب امین کا درجہ ہے محی الدین احمد صاحب موجودہ ناظم کروڑگیری نے ابتداً اس پیشے کی امینی کا جائزہ ۵ خورداد ۱۳۱۹ف میں حاصل کیا اور مہر ۱۳۲۱ف تک یہاں کارگذار رہے۔ نظام آباد کے دفتر کروڑگیری کو بجا طور پر ناز ہے کہ اس کا امین

اور دکن کا سپوت صحیح معنے میں امین کروڑگیری ملک سرکار عالی ثابت ہوا
آج جس برسر رشتہ کروڑگیری ہی نہیں بلکہ ملک سرکار عالی کو فخر ہے کہ
موجودہ کروڑگیری کے حسن انتظام نے سررشتہ کے نظم و نسق کو اس قدر
اعلیٰ بنا دیا ہے کہ کوئی زمانہ اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا ۔

نقشہ ذیل سے اسٹیشن نظام آباد کے درآمد و برآمد کے اعداد معلوم ہوسکتے ہیں

سنہ	درآمد	برآمد	جملہ	کیفیت
سنہ ۱۳۱۰ف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
سنہ ۱۳۳۰ف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
سنہ ۱۳۴۰ف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
سنہ ۱۳۴۲ف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	

نقشہ ذیل سے پیٹھ نظام آباد کی جملہ آمدنی درآمد و برآمد کے اعداد معلوم کیجئے

سنہ	درآمد	برآمد	جملہ	کیفیت
سنہ ۱۳۲۰ف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	

سنہ ۱۳۳۰ف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	
سنہ ۱۳۴۰ف	[illegible]	[illegible]	[illegible]	

(نوٹ) سنہ ۱۳۱۰ف میں نظام آباد پر دفتر امینی قایم نہیں تھا۔ اور سنہ ۱۳۲۷ف میں دفتر امینی رہا۔ اس لئے ان ہر دو سالوں کا داخلہ اسٹیشن کرڈیگری کے نقشہ میں درج ہے۔

(*)

حصہ سوم انتظام مملکت

باب ۹

عدالت

قبل ضلع بندی دفتر قضاءت میں مقدمات۔ دیوانی و مالی۔ و فوجداری کے فصل خصومات کا کام ہوا کرتا تھا۔ جب کوئی قاضی وقت کے فیصلے سے ناراض ہوتا تو عدالت بادشاہی میں مرافعہ کیا کرتا۔ جس کا مستقر حیدرآباد تھا۔ ضلعبندی کے بعد سے عدالت ہائے دیوانی و فوجداری کے انتظامات ملک سرکار عالی میں شروع ہوئے اول تعلقدار ضلع ناظم ضلع کے نام سے موسوم کیا گیا۔ اور عدالت دیوانی کیلئے ایک ناظم مقرر ہوا۔ جس کو فوجداری میں مددگار ناظم ضلع کے اختیارات بھی تھے۔ وہ جائنٹ مجسٹریٹ کہلاتا تھا۔ سررشتہ مال کے عہدداران دوم وسوم تعلقدار و تحصیلدار کو دیوانی و فوجداری اختیارات تھے۔ جو مال۔ عدالت کے فصل خصومات کے فرائض انجام دیتے۔

۱۳۲۲ف میں انتزاع اختیارات عہدہ داران انتظامی سے (یعنی مال وکوتوالی جو تعلقدار ضلع کے تحت تھے) فوجداری و دیوانی اختیارات لے لئے گئے۔ اور چند ایسے اختیارات تعلقدار و مددگار

تعلقدار کو عطا کئے گئے جو انتظامی نقطہ نظر سے ضروری تھے۔ اسکے بعد ہر تعلقہ کیلئے ایک منصف مقرر کیا جا کر عدالت کو راست معزز مجلس عالیہ عدالت کے تحت کر دیا گیا اس انتظام کو رعایا نے انتہائی مسرت سے دیکھا۔ عہد عثمانی کا یہ زرین کارنامہ ہے جس کو حکومت ہند بھی آجتک انجام نہ دے سکی درآں حالیکہ وہ اس کی ضرورت کو شدت سے محسوس کر رہی تھی۔ اور کر رہی ہے۔ منصفی نظام آباد ۱۳۴۷ف میں بوجہ کمی مرجوعہ تخفیف کر دی گئی۔ اور اس کا کام عدالت ضلع میں ضم کر دیا گیا۔ ۱۶۔ آبان ۱۳۵۱ف کو پھر اسکا قیام عمل میں آیا۔ احمد بن شبر صاحب منصف نے جائزہ لیا

عمارات ۔ عدالت ضلع کی عمارت ۱۳۲۶ف میں مکمل ہوئی۔ اور منصفی کی عمارت ۱۳۲۵ف میں اول الذکر کی تعمیر پر [illegible] اور ثانی الذکر پر [illegible] روپیہ صرف ہوا۔

نظمار ضلع جو کرسی عدالت پر کار فرما رہے

نمبر شمار	اسمائے نظمار عدالت	سنہ	نمبر شمار	اسمائے نظمار مستقل	سنہ
۱	قاضی بہاءالدین صاحب	۱۲۹۰ف	۶	محمود خانصاحب	۱۳۰۱ف
۲	قاضی عبدالقادر صاحب	۱۲۹۲ف	۷	شبیر علیخانصاحب	۱۳۰۲ف
۳	مجیب اللہ صاحب	۱۲۹۴ف	۸	سخاوت حسین خانصاحب	"
۴	نجم الدین صاحب	۱۲۹۵ف	۹	رائے بالمکند صاحب	"
۵	عبدالکریم صاحب	۱۲۹۶ف	۱۰	بھاگوت پرشاد صاحب	"

۱۱	سید حسین صاحب جشن	سنہ ۱۳۰۷ ف	۲۱	ابو سعید مرزا صاحب	سنہ ۱۳۳۰ ف
۱۲	محمد اسحاق صاحب	سنہ ۱۳۰۸ ف	۲۲	اصغر علیخان صاحب	سنہ ۱۳۳۲ ف
۱۳	سید حسین صاحب جشن مکرر	سنہ ۱۳۰۹ ف	۲۳	عبد السلام صاحب	سنہ ۱۳۳۶ ف
۱۴	محمد حسن یاور خان صاحب	سنہ ۱۳۱۰ ف	۲۴	مرزا عباس بیگ صاحب	سنہ ۱۳۳۸ ف
۱۵	حبیب اللہ صاحب ادیب	سنہ ۱۳۱۴ ف	۲۵	عباس حسین خانصاحب	سنہ ۱۳۴۴ ف
۱۶	رضی الدین احمد المخاطب عماد جنگ	سنہ ۱۳۱۴ ف	۲۶	مرزا محمد بہادر صاحب	سنہ ۱۳۴۵ ف
۱۷	عبد الکریم صاحب	سنہ ۱۳۱۷ ف	۲۷	عبد المقیت خانصاحب	سنہ ۱۳۴۷ ف
۱۸	امجد علیخانصاحب	سنہ ۱۳۲۲ ف	۲۸	اختر حسین خانصاحب	سنہ ۱۳۴۸ ف
۱۹	میر حیدر علی خانصاحب	سنہ ۱۳۲۴ ف			
۲۰	سید احمد حسین صاحب	سنہ ۱۳۲۷ ف			

مقدمات دیوانی و فوجداری کا مدوجزر تختہ ذیل سے ظاہر ہو سکتا ہے۔

تختہ مرجوعہ منفصلہ عدالت ہائے دیوانی و فوجداری ضلع نظام آباد

سنہ	تعداد مقدمات مرجوعہ دیوانی	تعداد مقدمات مرجوعہ فوجداری	انفصال دیوانی	انفصال فوجداری	کیفیت	آمدنی	خرچ
سنہ ۱۳۲۰ ف	۲۵۳	۰	۳۵۱	۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]
سنہ ۱۳۳۰ ف	۲۸۲	۰	۴۱۲	۰	[illegible]	[illegible]	[illegible]
سنہ ۱۳۴۰ ف	۱۶۵۶	۱۴۴۲	۱۷۰۱	۱۷۰۴	[illegible]	[illegible]	[illegible]
سنہ ۱۳۴۶ ف	۱۶۲۰	۱۴۱۷	۱۶۰۸	۱۴۱۳	[illegible]	[illegible]	[illegible]

طبقہ وکلاء

۱۲۹۵ف میں لکھے پڑھے سمجھدار اشخاص کو رعایار کی جانب سے پیروی کرنے کی اجازت عدالت سے دیجاتی تھی۔ چنانچہ نظام آباد کے مشہور مختار کاروں میں سداسیو راؤ صاحب عرف وکیل کولاس عبدالواحد التعلقدار۔ محمد حسین عرف گشتی نشان ساڑھے تین ف۱ مشہور تھے۔ قدیم وکلاء میں شیخ محمد صاحب وکیل ہیں۔ جنہوں نے ۱۲۹۶ف میں سند وکالت حاصل کی اور آجتک فریضہ وکالت انجام دیرہے ہیں (مزید حالات کے لئے ملاحظہ ہو باب مشاہیر) ۱۲۹۷ف میں مسٹر وشنو نیت وکیل نے سند وکالت حاصل کی یہہ انگریزی داں بھی تھے۔ ان کا انتقال ۱۳۴۷ف میں ہوگیا۔ بزمانہ حیات ہی وکالت ترک کر دی تھی۔ ۱۲۹۸ف میں مسٹر جگناتھ راؤ نے سند حاصل کی اور ۱۳۴۵ف تک پیشہ وکالت انجام دیتے رہے ۱۳۴۶ف میں انتقال ہوا۔ سید شمس الدین صاحب نے ۱۳۰۷ف میں وکالت شروع کی آپ فتح پور کے رہنے والے ہیں ۱۳۰۱ف میں درجہ سوم کی سند وکالت حاصل کی اس کے بعد ۱۳۰۶ف میں درجہ دوم کا امتحان دیا۔ نظام آباد میں درجہ اول کی سند ۱۳۱۵ف میں لی۔ ۱۳۴۳ف سے بوجہ پیرانہ سالی

ف۱ محمد حسین صاحب باوجود لکھنا پڑھنا نہ جاننے کے خداداد حافظہ کی مدد سے بحوالہ گشتیات پیروی کیا کرتے تھے۔ نظائر و احکام پڑھا کر سن لیتے جو حافظہ میں محفوظ ہوجاتے کسی حاکم نے اس عرفیت سے مخاطب کیا تھا۔ اس کے بعد یہہ عام ہوگئی۔

اجلاس پر کام بند کر دیا۔ گھر پر مشیر قانونی کے فرائض انجام دیتے ہیں
آپ کا زمانہ وکالت انتہائی نیک نامی۔ خود داری۔ دیانت کے ساتھ
فرائض وکالت میں آج تک مشہور ہے ہر شخص آپ کی سچائی کا
مداح ہے۔ ابتداء سے آپ انجمن وکلار نظام آباد کی صدارت پر
منتخب ہوتے رہے۔ ۱۳۴۷ ف میں اس ذمہ دار خدمت سے آپ
نے سبکدوشی حاصل فرمائی۔ ۱۳۴۲ ف میں سید یوسف صاحب بی۔ اے
یل۔ یل بی نظام آباد کے متوطن امتحان قانونی میں کامیاب ہوئے
اور نظام آباد میں پراکٹس شروع کی یہ سب سے پہلے نظام آبادی یل
یل بی وکیل ہیں۔ نظام آباد کے نامور وکلار جنہوں نے اپنی حیات
میں کامیاب وکالت کی۔ حسب ذیل ہیں۔

نمبر شمار	نام وکلار	سنہ انتقال	نمبر شمار	نام وکلار	سنہ انتقال
۱	محمد صدیق صاحب وکیل	سنہ ۱۳۲۶ ف	۲	گوردھن رام چندر راؤ وکیل ف	سنہ ۱۳۲۲ ف
۳	سید حسن صاحب ”	سنہ ۱۳۳۰ ف	۴	محمد حسین صاحب وکیل عرف بندرو	سنہ ۱۳۳۳ ف
۵	مسٹر کالے رامچندر راؤ وکیل	سنہ ۱۳۳۵ ف	۶	محمد علیم الدین صاحب وکیل	سنہ ۱۳۴۵ ف
۷	محمد برہان الدین صاحب وکیل	سنہ ۱۳۴۶ ف	۸	غلام محمد صاحب وکیل	سنہ ۱۳۴۷ ف
۹	باپو راؤ صاحب وکیل	سنہ ۱۳۴۸ ف	۱۰	محمد جلال الدین صاحب وکیل	۳۰ شہریور سنہ ۱۳۴۸ ف

ف۔ اس عرفیت کی وجہ یہ تھی کہ آپ مغلوب الغضب تھے غصہ میں چہرہ کا رنگ
سرخ ہو جاتا تھا۔ یہ عرفیت اسقدر عام تھی کہ عوام بجز اس عرفیت کے نام سے
ناواقف تھے۔ موکل تو بالمشافہ اسی نام سے آپ کو دریافت کرتے تھے بقیہ صفحہ دیگر

۱۳۲۰ف میں صرف (۱۹) وکلا تھے۔ جس میں (۱۰) مسلمان اور (۹) ہندو کی تعداد تھی۔

۱۳۴۰ف میں انکی تعداد (۲۹) ہوگئی اور فی الوقت (۳۶) کی تعداد ہے۔ انجمن وکلا کا قیام ۱۳۲۸ف عمل میں آیا۔ جس کے میر مجلس مولوی سید شمس الدین صاحب وکیل مقرر ہوئے جو ۱۳۴۷ف تک رہے ابتداً معتمد مسٹر جگناتھ راؤ تھے۔ اور اسکے بعد مسٹر باپوراؤ وکیل اور اس کے بعد مسٹر رامچندر راؤ وکیل مقرر ہوئے ۱۳۳۵ف سے ۱۳۴۵ف تک مصنف اس خدمت کو انجام دیا ۱۳۴۸ف میں میر مجلس مسٹر نارائن راؤ وکیل ہائیکورٹ اور مسٹر محمد علی خان۔ بی۔ اے۔ ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ معتمد مقرر ہوئے۔

باب ۱۰
پولیس

پولیس کے انتظامات بوقت ضلعبندی ابتدائی بعہد نواب سالار جنگ اول عمل میں آئے۔ پہلا تقرر خدمت مہتمی پولیس پر ملا عبدالقادر صاحب دکنی متوطن بالکنڈہ کا ہوا نقشہ ذیل کے دیکھنے سے مہتمان پولیس کی کارفرمائی کا زمانہ معلوم ہوسکتا ہے۔

بقیہ حاشیہ ۱۲۱ فوجداری مقدمات میں مرحوم خوب کام کیا کرتے تھے۔

نشان سلسلہ	اسمار مہتممان پولیس	تاریخ تعین	نشان سلسلہ	اسمار مہتممان پولیس	تاریخ تعین
۱	ملا عبدالقادر صاحب صادقی متوطن بالکنڈہ	سنہ ۱۲۵۷ ف	۱۸	نواب لشکر خانصاحب	سنہ ۲۷ ف ۱۲ر بہمن
۲	ملک محمد فیض طلب خانصاحب	۰	۱۹	میجر سید عظمت اللہ شاہ صاحب	سنہ ۲۸ ف ۵ر امرداد
	ستو طمن نزل		۲۰	محمد عباس علیخانصاحب	سنہ ۲۹ ف ۶ر دی
۳	میر بندہ حسین صاحب	۰	۲۱	جان محمد صاحب	سنہ ۳۰ ف ۲۹ر بہمن
۴	محمد حسین صاحب	۰	۲۲	مرزا غلام حسن علی صاحب بی اے	سنہ ۳۲ ف ۱۵ر شہریور
۵	ولی داد خانصاحب	۰	۲۳	مرتراب علیخانصاحب	سنہ ۳۳ ف ۱۰ر امرداد
۶	مسٹر بستن جی		۲۴	ار۔ جی۔ پردہانصاحب	سنہ ۳۸ ف یکم خورداد
۷	مرزا احمد جان بیگ خانصاحب	سنہ ۱۳۰۳ ف	۲۵	سید عملدار حسین صاحب	سنہ ۳۹ ف ،، آذر
۸	محمد یوسف حسین خانصاحب	سنہ ۱۳۰۴ ف	۲۶	نارائن ریڈی صاحب	سنہ ۴۰ ف ۸ر دی
۹	خواجہ عبدالغفور صاحب	سنہ ۱۳۰۶ ف	۲۷	مسٹر ہوبرٹ گاف	سنہ ۴۱ ف ۱۷ر بہمن
۱۰	آغا محمد علیخانصاحب	سنہ ۱۳۰۸ ف	۲۸	محمد مختار علی صاحب	سنہ ۴۱ ف ۲۸ر امرداد
۱۱	محمد مستجاب خانصاحب	سنہ ۱۳۰۹ ف		ایچ۔ سی۔ ایس	
۱۲	محمد اکرام حسین صاحب	سنہ ۱۳۱۰ ف	۲۹	نارائن ریڈی صاحب	سنہ ۴۳ ف ۱۶ر دی
۱۳	وینکٹ راما ریڈی صاحب	سنہ ۱۴ ف ۱۷ر خورداد	۳۰	سید حمید الدین احمد صاحب	سنہ ۴۴ ف یکم خورداد
۱۴	سید محمد احسن خانصاحب	سنہ ۱۷ ف ۹ر دی		بی۔ اے۔ ایچ۔ سی۔ ایس	سنہ ۴۸ ف
۱۵	میر شجاعت علیخانصاحب	سنہ ۱۹ ف ۸ر اسفندار	۳۱	سید غلام افضل صاحب	۲۶ر اسفندار
۱۶	حسن علی بیگ صاحب	سنہ ۲۳ ف ۲۲ر خورداد		قادری۔ بی۔ ایچ۔ سی۔ ایس	سنہ ۴۸ ف
۱۷	محمد محبوب علیخانصاحب تا غرہ	سنہ ۲۴ ف یکم اردی بہشت	۳۲	سر تاج عالم صاحب	شہریور

تختۂ ذیل کے دیکھنے سے مہتمان محبس کا زمانہ کارگزاری معلوم ہوگا

سلسلہ نشان	نام	سنہ کارگزاری	
۱	حکیم محمد ولی صاحب	۱۳۱۲ف	۲۷ف میں صدر محبس تخفیف کردیا گیا۔
۲	سید شاہ پیران صاحب	۱۳۱۳ف تا ۱۳۲۶ف	

سر رشتہ کوتوالی ضلع نظام آباد کی کارگزاری اعداد ذیل کے ملاحظہ سے واضح ہوگی

سنہ	تعداد جملہ مقدمات	مال مسروقہ	مال بازیافتہ	گرفتار شدہ تعداد ملزمین	تعداد سزا یافتہ	تعداد واردات سنگین	کیفیت
۱۳۲۰ف	۳۲۱	۹۶۱۲ [illegible] ۲/	۲۶۵۵ [illegible] ۳/۵	۱۴۶۱	۲۶۸	۵	قتل عمد ۲ قتل انسان ۳ مستلزم سزا ۱
۱۳۴۰ف	۴۵۰	۱۶۰۸۲ [illegible] ۷/۵	۷۲۹۷ [illegible] ۱۳/۶	۵۰۴	۲۱۱	۲۸	قتل عمد ۳ قتل مستلزم سزا ۱ اقدام قتل بجز جنایتی ۱ [illegible]
۱۳۴۷ف	۵۲۷	۳۸۴۷۱ [illegible] ۷/۶	۱۶۹۶۱ [illegible] ۱۰/۶	۶۱۳	۲۴۹	۲۶	قتل عمد ۴ قتل مستلزم سزا ۱ اقدام قتل بے جنایتی ۱ [illegible] ۳

پولیس کی قوت ۔ ضلع میں (۷۰۴) نفر کی حسب ذیل جمعیت پولیس کارگذار ہے جس کے آفسر اعلی مہتمم پولیس اور ایک مددگار ہیں اور اول تعلقدار ضلع کی حیثیت ناظم پولیس ضلع کی ہے۔ جمعیت علاقہ دیوانی (۵۱۲) جوان پولیس۔ مسلح پولیس (۵۰) سب انسپکٹران (۱۸) کورٹ انسپکٹر (۱)، سرکل انسپکٹر (۳)، جمعداران درجہ اول (۶) درجہ دوم (۱۹) درجہ سوم (۲۴)

علاقہ جاگیرات

نام علاقہ	کانسٹبل	جمعدار درجہ دوم	درجہ سوم	سب انسپکٹر
گندھاری	۱۶	۲	۱	۱
کوٹ گیر	۲۰	×	۲	۱
جلال پور	۱۵	۱	۲	۱
بالکنڈہ	۴	×	۱	
سالورہ	۴	×		

فرقہ وارانہ فساد ۔ ۱۳۱۷ف میں پہلی مرتبہ ہندو و مسلم فساد اسطرح رونما ہوا کہ مسجد پہولانگ کے سامنے سے گنپتی کا جلوس نشاندار طریقہ پر گذر رہا تھا۔ اور طریقہ قدیم کے موافق حرمت مسجد کا خیال نہیں رکھا گیا۔ جسکی وجہ مسلمانان پہولانگ برافروختہ ہوکر جلوس پر حملہ آور ہوگئے اور جلوس کو منتشر کردیا۔ پولیس کی بروقت مداخلت نے ہنگامہ کو جلد فرو کردیا۔ کوئی موت واقع نہیں ہوئی۔ اسلئے آج تک

یہاں مذہبی جلوس کے مواقع پر پولیس خاص انتظام کیا کرتی ہے۔

پولیس اور فوج باقاعدہ کا تصادم ۱۳۲۲ف میں جب کہ فوج باقاعدہ صدر مجلس بلدہ پر متعین تھی۔ ایک سپاہی فوج نے کسی جرم کا ارتکاب کیا جسکی بنا پر پولیس نے اوسکو گرفتار کرنا چاہا اسپر فوج میں جذبہ خودداری رونما ہوا۔ فوج و پولیس میں تصادم ہونے میں کوئی کسر باقی نہ تھی کہ نواب سہراب نواز جنگ تعلقدار وقت و میجر مظفرالدین مہتمم پولیس کی انتہائی کوشش وافہام وتفہیم پر اشتعال فرو ہوا۔

سیاسی کشمکش۔ انقلاب حیدرآباد کا منبع نظام آباد کو کہا جاسکتا ہے۔ کیونکہ ۱۳۵۶ ہجری میں عید اضحیٰ کے موقع پر اندرون احاطہ مسجد گنج پیٹھ امام مسجد نے گائے کی قربانی دی (امام صاحب کی مستقل سکونت احاطہ مسجد میں ہی تھی) گنج کے اہل ہنود تاجروں نے آریا محرکین کے اکسانے پر حکومت کے سامنے صدائے احتجاج بلند کی کہ "مسلمانوں نے قانون کی خلاف ورزی کی ہے اُن کو گرفتار کیا جائے" درخواست پر جو زبانی جواب ملا اوس کو درشت اور طرفدارانہ خیال کیا جاکر بطور احتجاج نظام آباد میں عام ہڑتال کرادی گئی۔ ادھر مسلمانوں میں جوش پیدا ہو گیا۔ مہتمم پولیس نے جب مجھکو امداداً طلب کیا تو میں نے بحیثیت معتمد دکان انجمن اڑتھ اس معاملہ کو چار دیواری گنج میں محصور کرلیا وہ اس طرح کہ برادران اہل ہنود سے میں نے کہا کہ گنج کا معاملہ باہر کیسے گیا

کیونکہ مسجد گنج کا تعلق کچھیاں گنج سے ہے جو کچھ شکایت ہوا سکو کمیٹی گنج ہی تصفیہ کر سکتی ہے۔ اس بحث کو سب نے مان لیا اور معاملہ فرقہ واریت سے ہٹ کر تاجرانہ برادری کے گلہ شکوہ تک رہ گیا۔ لیکن حکومت مقامی سے گلہ کی طور پر ہڑتال جاری رہی تیسرے روز اس ناچیز مصنف کی کوشش سے بمقام دہرم سالہ گنج عہدہ داران مقامی و اہل ہنود کی باہمی گفتگو کے بعد فوری ہڑتال ختم ہوگئی۔ اس کے بعد عشرہ محرم کے انتظامات پولیس مقامی کو کرنے پڑے جسکے سلسلہ میں چند گرفتاریاں اندیشہ نقص امن کے تحت عمل میں آئیں۔ جسکی وجہ حکومت کا رعب عوام پر قائم ہوگیا۔ ۔ؔ۔

۔ؔ۔ مسجد گنج بیرون گنج واقع ہے۔ چونکہ گنج سے قربت ہے اسلئے اسکو اس نام سے موسوم کیا جاتا ہے

ؔ۔ یہہ گلہ شکوہ غلط فہمی کے اظہار افسوس پر ختم کرا دیا گیا۔ لیکن برادران اسلام نے مجھ پر الزام لگایا کہ میں نے اظہار افسوس میں غلطی کی۔ بلکہ بعض نے تو غداری خیال کیا۔ حالانکہ برادران اہل ہنود کے مشتعل جلسہ میں جب کہ مسٹر نرسنگ راؤ و مسٹر وینکٹ رنگا ریڈی لیڈران بلدہ سے آئے تھے میں نے تنہا پہونچکر لیڈر صاحبان کو مخاطب کیا کہ آپ کے گاؤ ماتا کے حق میں مسلمانوں سے زاید آپ نے ظلم کیا کہ بند مٹھی کو کھول دیا کیونکہ قربان کے لحاظ سے مسلمان یہ سمجھ رہے تھے کہ گائے کی قربانی جرم ہے اس لئے وہ احتراز کرتے تھے۔ لیکن آپکے اس واقعہ نے راز سربستہ کو فاش کر دیا میرے اس بیان کو لیڈر صاحبان نے بھی تسلیم کیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فرقہ داری

اس واقعہ کے بعد امرداد ۱۳۴۷ف میں بر بنا ر تحریک قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار امن سبھا کا قیام عمل میں آیا۔ اور ساتھ ہی ایک جلسہ عام بصدارت قاضی صاحب موصوف بمقام ٹاؤن ہال ترتیب دیا گیا۔ معتمدین امن سبھا مسٹر نارائن راؤ وکیل و محمد علیخان صاحب بی۔ اے۔ ایل ایل بی وکیل ہائیکورٹ مقرر ہوئے اس جلسہ میں قیام امن و اتحاد باہمی کے رزولیوشن کے ساتھ معتمد آریہ سماج کی جانب سے عہدہ داران مقامی کے حسن انتظام کی سپاس گذاری کا بھی ایک رزولیوشن پیش ہوا۔ امن سبھا کے اس ڈرامائی اسٹیج نے نظام آباد کی فضا کو پرسکون بنا دیا۔ کانگریس ستیاگرہ وار یہ ڈیفنس کے تحت صرف دو مقامی گرفتاریاں عمل میں آئیں۔ سرحدی مقام نہ ہونیکی وجہ کوئی بیرونی جتھا یہاں پر نہیں آیا۔ محمد طاہر صاحب دوم تعلقدار نظام آباد بحیثیت مجسٹریٹ و حمیدالدین صاحب مہتمم پولیس کا سیاست اور تدبر اس موقع پر قابل ستایش رہا۔ کیونکہ میں نے جہاں تک شہری لیڈروں کے

بقیہ حاشیہ ۱۲۷ جوش میں کمی ہوگی۔ باوجود مہتمم صاحب پولیس کے کہنے کے "معافی نامہ داخل کیا جائے" میں نے معافی نامہ سے انکار کرکے اس غلط فہمی پر کہ جو ہندو حضرات نے یہ سمجھا تھا کہ مسلم تاجران گنج نے انکو تکلیف دینے کا ئے کی قربانی کروائی اظہار افسوس کیا (مصنف)

ف۔ محرم کے واقعہ کے بعد میں نے نواب بہادر یار جنگ بہادر کی خدمت میں بطور پیشین گوئی ایک عریضہ لکھا تھا۔ کہ عنقریب یہاں کی چنگاریاں ہمارے پیارے ملک کے خرمن امن کو جلا کر برباد کر نیوالی ہیں۔ کہا جاسکتا ہے کہ یہ پیشین گوئی دہول پیٹھ کے واقعہ سے ظاہر ہو کر رہی ۔ (مصنف)

دلوں کو ٹٹولا تو اُن کو مقامی حکومت سے خائف پایا ہے
جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ نظام آباد میں شورش پیر نہ پھیلا سکی۔ اس کے بعد بہمن ۱۳۴۰ف سے مدرسہ فوقانیہ میں بندے ماترم کی ایک موہوم سی [illegible] فرقہ وارانہ کشیدگی مسلم و ہندو طلبار کے درمیان پیدا ہو گئی۔ اور ۲۶ اسفندار کو تصادم ہو گیا۔ لیکن بروقت میرے اور محمد علیخان صاحب وکیل کے پہونچ جانے سے مسلم طلبار قابو میں آ گئے۔ مسٹر دیوی چرن چیٹرجی صدر مدرس مدرسہ فوقانیہ نے عہدہ داران مقامی سربرآوردہ حضرات مقامی کے اشتراک عمل سے کدر فضار کو جلد سے جلد پاک و صاف کر لیا۔ نظام افضل صاحب مہتمم پولیس کا زمانہ بہت ہی تھوڑا گذرا تاہم بہت اچھا گذرا کہ کسی فریق کو انگشت نمائی کا موقع نہ ملا۔ اور نہ سیاسی فضار میں کوئی انقلاب ہوا

عمارت۔ دفتر مہتمی کوتوالی کی عمارت ۱۳۱۲ف میں ([illegible]) میں خریدی گئی۔ اور اس کے بعد اسکو پختہ تعمیر کیا گیا۔ ہیڈکوارٹر کی جدید عمارت ۱۳۴۰ف میں بہ حسن سعی حمید الدین احمد صاحب مہتمم پولیس تعمیر ہوئی۔

جمعیت سواران و عرب

ضلع بندی سے قبل عموماً جمعیت سے فرائض کوتوالی لیئے جاتے تھے۔ اور جمعیت کا مستقر بودھن تھا۔ چنانچہ محمد علی عرف الٰہی بخش (جن کے

بحث۔ مری ذاتی رائے مقامی سیاست کے خلاف تھی۔ لیکن بظاہر مقامی سیاست ہی کو کامیابی ہوئی۔ پس مجھکو اپنی رائے کی غلطی کا اعتراف رہا کہ امن کے لئے سیاسی اثر و نفوذ کی شدید ضرورت ہے جو حمید الدین صاحب مہتمم پولیس میں بدرجہ اتم موجود ہے

آبا و اجداد فتح پور کے رہنے والے تھے) محبوب نگر تعلقہ پرگی سے حیدرآباد آئے۔ اور وہاں سے بودہن کی جمعداری پر مقرر ہوئے۔ قربان علیبیگ تعلقدار نے معہ سواران اون کی تعیناتی نظام آباد میں کی۔ انکی سلحداریاں حوادث زمانہ سے فنا ہوگئیں۔ تک ۱۳۰ ف تک یہ خاندان یہاں پر انتہائی قوت و عزت کے ساتھ رہا۔ گو آج اصلی داری باقی نہیں رہی۔ لیکن اس خاندان کے افراد محمد یوسف علی و اعظم علی محمود علی جان شاہ وغیرا سوقت سررشتہ مال میں ملازم ہیں۔ اس کے بعد جبکہ بدھول (جو فوجی تنخواہ جاگیر تھی) ۱۳۰ ف میں ضبط و شریک خالصہ ہوا تو ۱۳۰۵ ف میں میر کاظم علی جمعدار (۲۵) سوار اور ایک منزل میانہ کے ساتھ نظام آباد پر متعین ہوئے۔ فی الوقت صرف تیرہ سوار اور ایک منزل میانہ اُن کے چشم چراغ میر احمد علیصاحب کے زیر کمان باقی رہگیا ہے۔ میر احمد علیصاحب نہ صرف جمعدار ہیں بلکہ اعزازی خدمت منتظمی فوج ۱۳۲۳ ف سے انجام دے رہے ہیں۔ یہہ بڑے ہی خوش مزاج انسانوں سے ہیں انکی ہر دلعزیزی کا یہہ عالم ہے کہ بچہ بچہ اُن سے واقف ہے حسب تفصیل ذیل جوانان سیبندی ولائتی و عرب ضلع ہذا میں متعین ہیں

صیغہ	نام آوردہ	تعداد	صیغہ	نام آوردہ	تعداد	نوٹ
جوان سیبندی	علاقہ‌داری اسد حسینی صاحب	۳۵	عرب	محسن بن علی	۳۵	پہلے پانچ سو عرب تھے اب (۱۰۱) کی تعداد ہوگی جنمیں منتشر ضلع پیادہ (۸۵) اور مابقی تعلقات میں ہیں
	علاقہ محمد اعظم خانصاحب	۱۰	"	غالب الملک	۲۲	
	یاست محمد خانصاحب	۱۰	"	حبیب معمر	۲۸	
لائن جوان سوار	محمد صدیق صاحب	۱۲	"	عبدالقادر	۱۲	
	میر احمد علیصاحب جمعدار	۶				
عرب	سیف نواز جنگ	۶۶	"	احمد بن سیف الدولہ	۱۸	

حصہ چہارم انتظام مملکت اُمور عامہ

باب ۱۱

تعلیمات

سب سے پہلی مرتبہ منجانب سرکار مدرسہ کا قیام ۱۲۶۹ف میں ہوا۔ اس سے پہلے مساجد و منادر میں مسلم و ہنود کیلئے درس و تدریس کا سلسلہ رہا کرتا تھا۔ جس کے لئے سرکار عالی کی جانب سے کثیر معاشیں بحال تھیں نقشہ ہذا سے ۱۲۸۱ف کے اعداد معلوم ہو سکتے ہیں۔

نام تعلقہ	مدارس فارسی: تعداد مدارس سرکاری	مدارس فارسی: مدارس خانگی	مدارس فارسی: تعداد طلبائے زیر تعلیم	مدارس فارسی: تعداد طالبات	مدارس تلنگی: تعداد مدارس	مدارس تلنگی: تعداد طلبا	مدارس تلنگی: تعداد طالبات	کیفیت
نظام آباد	۲	۲	۶۰	۵	۱۶	۲۵۲	۷	
آرمور	۱	۱	۳۴	×	۳۴	۱۸۴	×	
بانسواڑہ	۱	×	۲۱	×	۷	۸۲	×	
یلاریڈی	۰	۱	۱۹	×	۷	۴۴	×	
کاماریڈی	۱	۲	۳۲	۰	۱۴	۲۰۴	×	
میزان	۵	۶	۱۶۶	۵	۷	۷۵۴	۷	

سنہ ۱۲۸۱ ف میں مدارس سرکاری کا موازنہ تین ہزار روپیہ تھا جس میں مستقر ضلع کے صدر مدرس کی تنخواہ للعہ ماہانہ تھی۔ اور دیگر تحتی مدرسین تعلقات کی تنخواہ (صہ) تھی۔ طلبا سے جو فیس وصول ہوتی تھی اُس کی آمدنی (مالصہ) تھی۔

سنہ ۱۲۹۶ ف میں مڈل اسکول نظام آباد میں قائم ہوا۔ سنہ ۱۳۲۰ ف میں ضلع نظام آباد میں (۱۹۰) مدارس تھے۔ اور سنہ ۱۳۴۷ ف میں (۲۱۰) مدارس اور ایک فوقانیہ فرائض تعلیم انجام دیتے تھے۔ جسکی تفصیل نقشہ ذیل سے واضح ہوسکتی ہے۔

سنہ	اقسام	شاہی								لوکلفنڈ		امدادی		خانگی	
		فوقانیہ		وسطانیہ		تحتانیہ		ابتدائی							
		تعداد مدارس	تعداد طلبا	تعداد مدارس	تعداد طلبا	تعداد مدارس	تعداد طلبا	تعداد مدارس	تعداد طلبا	ابتدائی	تعداد طلبا	ابتدائی	تعداد طلبا	ابتدائی	تعداد طلبا
سنہ ۱۳۲۰ ف	ذکور	۰	۰	۲	نامعلوم	۱۰	نامعلوم	۶	نامعلوم	۳۰	نامعلوم	۲	نامعلوم	۴۸	نامعلوم
سنہ ۱۳۴۷ ف	ذکور	—	۳۳۷	۲	نامعلوم	۵	۱۷۸۲	۱	۲۲۷	۳۲	۲۲۰	۷۸	۲۹۹۲	۱۵	۳۲۳
سنہ ۱۳۲۰ ف	اناث	۰	۰	—	نامعلوم	—	نامعلوم	۱۱	نامعلوم	—	نامعلوم	۲	نامعلوم	۰	۰
سنہ ۱۳۴۷ ف	اناث	۰	۰	—	نامعلوم	—	۳۲۲	۱۱	۷۲۹	۲	۹۵	۳۰	۱۰۹۶	۰	۰

مدارس ابتدائی تحتانیہ میں آخر ۱۳۴۷ف کو (۹۰۹۳) ذکور اور (۲۲۵۵) اناث زیر تعلیم تھے۔ جنکے منجملہ مسلم (۳۷۸۵) اور برہمن (۴۷۹) غیر برہمن (۲۴۶۸) مختلف مذاہب ہنود (۴۴۹۳) وغیرہ آدی ہندو (۱۴۵) مساوی نشست میں تعلیم پارہے تھے۔ مدارس وسطانیہ وفوقانیہ ان کے علاوہ ہیں جنکی تعداد ایک ہزار سے زائد ہے۔ بشمول فوقانیہ وسطانیہ تعداد طلباء وطالبات (۱۰۹۲۶) قرار دیجاسکتی ہے۔

اسمار مہتممان تعلیمات

ڈواکر کامت صاحب ۱۳۲۵ف — ٹی موہن لال صاحب سنہ ۲۶ تا سنہ ۲۹ف

نذیر حسین صاحب فاروقی سنہ ۳۰ تا سنہ ۳۱ف — ملک سردار علی صاحب سنہ ۳۶ تا سنہ ۳۸ف

علاء الدین صاحب سنہ ۳۹ تا سنہ ۴۰ف — احمد اللہ صاحب سنہ ۴۰ تا سنہ ۴۱ف

علاؤ الدین صاحب سنہ ۴۲ تا ۴۲ف — عبدالرشید صاحب سنہ ۴۳ف

موازنہ سنہ ۴۷ف کا منظورہ موازنہ بجد ابتدائی وتحتانیہ وسطانیہ .... کے مقدار میں خرچ ... گویا یہ سالانہ خرچ ہے۔

نتائج التعلیمی ضلع ہذا میں تعلیم یافتہ ذکور واناث کی تعداد نقشہ ذیل کے دیکھنے سے ظاہر ہوگی۔ جسکے اعداد فی دس ہزار میں تعلیم یافتہ کی تعداد کو ظاہر کرتے ہیں۔

سنہ	۱۰ سال سے ۱۵ سالہ		۱۵ سے ۲۰ سالہ عمر		۲۰ سے زائد عمر	
	مرد	عورت	مرد	عورت	مرد	عورت
سنہ ۱۳۰۰ف	۵۷	۱	×	×	×	×

سنہ ۱۳۱۰ ف	۵۲	۲	۵۵	۳	۵۵	۲
سنہ ۱۳۲۰ ف	۵۱	۲	۵۰	۲	۵۶	۲
سنہ ۱۳۳۰ ف	۵۶	۶	۶۷	۷	۲۲۲	۱۸
سنہ ۱۳۴۰ ف	۵۰	۴	۱۳۱	۷	۷۳	۴
سنہ ۱۳۴۷ ف	۱۵۰	۱۲	۳۹۳	۲۱	۲۱۶	۱۲

سنہ ۱۳۲۰ ف میں زاید از پانچ سال عمر کے تعلیمیافتہ نفوس بلحاظ مذاہب کے اندازہ اس نقشہ سے ہوسکتا ہے جسمیں فی ہزار نفوس کی تعداد میں تعلیم یافتہ کے اعداد درج ہیں ۔

مسلمان		ہندو		عیسائی		دیگر اقوام		کیفیت
ذکور	اناث	ذکور	اناث	ذکور	اناث	ذکور	اناث	″
۱۵۵	۱۵	۷۶	۳	۱۰۵	۹۳	۱۳	۵	″

سنہ ۱۳۴۷ ف کے اعداد کو معلوم کرنا ہو تو ان اعداد کو سہ چند کر لیا جائے ۔

مدرسہ فوقانیہ

سنہ ۱۲۹۶ ف میں مڈل اسکول کا قیام یہاں پر ہوا تھا ۔ ایک عرصہ سے رعایا نظام آباد مدرسہ فوقانیہ کی ضرورت محسوس کر رہی تھی ۔

امرداد سنہ ۱۳۴۰ ف میں اس مدرسہ کو فوقانیہ کا گریڈ عطا ہوا ۔ اور پہلی صدارت سید شریف الحسین صاحب بی کو ملی ۔ جو نہایت لایق و منتظم صدر تھے سنہ ۱۳۴۱ ف میں محمد حسین صاحب ادیب صدارت پر آئے سنہ ۱۳۴۱ ف

میں نادر خورشید مرزا صاحب صدر رہے۔
۱۳۴۶ف میں محمد عبدالسلام صاحب کی صدارت میں مدرسہ کا نظم و نسق بہتر سے بہتر ہو گیا۔
آخیر ۱۳۴۷ف سے مسٹر دیوی چرن جی ٹرجی۔بی۔اے۔بی۔ڈی مدرسہ کے صدر ہیں۔ بہمن ۱۳۴۰ف میں بندے ماترم کے سلسلہ میں ایک خفیف سا تصادم فرقہ وارانہ ہو گیا تھا جس کو انتہائی دانشمندی سے صدر موصوف نے سلجھا کر فضا کو پر سکون بنالیا۔
نتائج کامیابی امتحان درجہ میٹرک نقشہ ذیل کے دیکھنے سے واضح ہو سکتے ہیں۔

نقشہ نتائج کامیابی

سنہ	تعداد شرکار	تعداد کامیاب	کیفیت
۱۳۴۰ف	۱۲	۳	
۱۳۴۱ف	۱۲	۷	
۱۳۴۲ف	۱۱	۶	
۱۳۴۳ف	۸	۸	
۱۳۴۴ف	۱۷	۱۲	
۱۳۴۵ف	۵۰	۱۲	
۱۳۴۶ف	۵۰	۱۳	
۱۳۴۷ف	۴۷	۲۱	
۱۳۴۸ف	۶۲	۴۳	

مدرسہ تحتانیہ۔ محلہ پیولانگ میں ایک مدرسہ تحتانیہ قائم ہے اور ایک شاخ مدرسہ فوقانیہ بمقام صدر ٹپہ خانہ قائم ہے جس میں طلباء کی کثرت ہے

مدارس وسطانیہ۔ ہر سہ تعلقات آرمور۔ بودھن۔ کاماریڈی میں مدرسہ وسطانیہ قائم ہیں۔

مدارس نسوان

اردو مدرسہ نسوان۔ ابتداً ۱۳۲۷ ف میں سردار بی صاحبہ نے اپنے سکونتی مکان واقع محلہ ادیب ٹیکری میں ایک مدرسہ قائم کیا تھا جس کو لوکل فنڈ سے کچھ امداد ملا کرتی تھی۔ اس کے بعد محترمہ اکبر النساء بیگم کا تقرر اس مدرسہ پر ہوا جو ضلع نظام آباد ہی کی ایک خاتون ہیں۔ استعفا ۱۳۳۱ ف میں صمدانی بیگم کا تقرر مددگاری پر ہوا۔ جو آخر ۱۳۴۲ ف تک اس مدرسہ میں کارگذار رہیں۔

خاتون موصوف کی قابلیت انتظام اور لیاقت علمی کے مدنظر پانچ ماہ کے عرصہ میں صدارت کا موقع ملا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مدرسہ نسوان نے تحتانیہ سے وسطانی کی صورت اختیار کر لی۔ شدید ضرورت ہے کہ اسے فوقانیہ بنا دیا جائے کوئی سرکاری عمارت نہ ہونے کی وجہ سے یہ مدرسہ ایک کرایہ کے معمولی مکان میں ہے (۱)

(۱)۔ مرکز بہبودی اطفال کے بجائے مدرسہ نسوان کی تعمیر کے لئے مجلس لوکل فنڈ میں اس مولف کی اہلیہ ام عاصم مدیریہ نے بحیثیت ایک شہری تحریک پیش کی تھی کہ اناث کیلئے اس سے بہتر کوئی مقام نہیں مل سکتا جہاں پردہ کو برقرار رکھتے ہوئے

مدرسہ نسواں مرہٹی۔ بہیما بائی صاحبہ صدر معلمہ ہیں۔ یہ مدرسہ قدیم دواخانہ کی عمارت میں کامیاب نظم و نسق کے ساتھ چل رہا ہے

مدارس نسواں تعلقات۔ ہر پانچ تعلقات میں تحتانیہ مدارس نسواں اردو قایم ہیں۔

دار الاقامہ

ضلع ہذا میں جاگیرات سے بلحاظ احکام سرکار جاگیردار کالج کیلئے سالانہ للوعہ ۲۴ ہزار روپیہ وصول ہوتا ہے۔ جس میں جاگیرداران ضلع ہذا کی اولاد تعلیم و تربیت سے آراستہ ہوکر نکلتی ہے۔ افسوس ہے کہ نظام آباد جیسے مرکزی مقام پر کوئی دار الاقامہ عوام کیلئے نہیں ہے جشن سیمین کی یادگار میں اس کے قیام کیلئے محمد فرحت اللہ صاحب دوم تعلقدار وقت و محمد اسد اللہ صاحب منصف وقت و ناچیز مؤلف کی اپیل پر رعایاء مستقر نظام آباد نے کافی رقم دی اور تقریباً تیرہ ہزار سے عمارت کی تیاری کے لئے تحریک بھی کردی گئی۔ جو غالباً منظور بھی ہوچکی تھی۔ کہ اچانک دی ۱۳۴۶ف میں جناب میر مجلس صاحب لوکل فنڈ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۶ لڑکیاں حصول تعلیم کے ساتھ ساتھ اسپورٹس اور تفریح میں حصہ لے سکیں گی۔ لیکن یہ تحریک بھی مسترد کردی گئی اور مرکز بہبودی اطفال و زنانہ کلب ہی کو ترجیح دیگئی۔ مسٹر نساگوڑ نے جشن سیمیں کے یادگار میں مدرسہ نسوان کیلئے ایک نامکمل عمارت مارکٹ برکت پورہ کے سامنے وقف کردی ہے۔ جس کی تکمیل تعمیر سررشتہ تعلیمات کے زیر غور ہے۔ اس عمارت کا درمیانی سنگ بنیاد قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار کے ہاتھوں رکھوایا گیا۔

نے مرکز بہبودی اطفال کے لئے تحریک فرمادی۔ بالآخر ۱۲ اردی ۱۳۴۹ف کی مجلس لوکل فنڈ نے بلحاظ اس تحریک کی تائید کرتے ہوئے۔ (جو کرسی صدارت سے پیش ہوئی تھی) بجائے دارالاقامہ کے مرکز بہبودی اطفال کو ترجیح دی جس کی وجہ سے ملک کی یہ اہم ترین ضرورت بحالہ قائم رہی۔ اس ناچیز مصنف کے اڈریس کے جواب میں سر صدر اعظم بہادر نے بھی ۱۰ آذر ۱۳۴۲ف میں بمقام ٹاؤن ہال) اس ضرورت کو محسوس فرماتے ہوئے افسران متعلقہ کو توجہ دلائی۔ لیکن آجتک اُس کی تکمیل نہ ہوسکی۔

ریڈی بورڈنگ۔ ۱۳۴۱ف میں مسٹر راجہندر ریڈی نے پانچ چھ لڑکوں سے اس کی ابتدا کی۔ اور قریب ترین زمانہ میں ان کی سعی بار آور ہوگئی۔ مسٹر نرساگوڑ ساہو نے اپنی تعمیر کردہ عمارت واقع دول کینٹنڑ اس کے لئے دیدی اس دارالاقامہ میں ایک سَو سے زائد طلبار رہتے ہیں۔ جن کی رہائش وتربیت کا معقول انتظام ہے فیس ماہانہ (ص) ہے تعلیم سرکاری مدارس میں ہوتی ہے۔ نظام آباد میں یہ ایک اچھا بورڈنگ ہاؤز ہے۔

مسلم بورڈنگ۔ مظہر الحق صاحب طالب علم فوقانیہ نے میرے مشورہ سے اس کو قائم کیا تھا۔ لیکن حکمانو بھی بے حسی نے اس کو بار آور نہ ہونے دیا۔ حالانکہ بعض صاحبان حکومت واثر کے ایما سے اس کو درگاہ کینٹنڑ کی خانقاہ میں بامید امداد علاقہ جاگیر منتقل کیا گیا تھا۔ تھوڑی سی توجہ اس کے بقا کا سبب ہوجاتی۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔

دارالاقامہ یتیم ونادار طلبار۔ جامع مسجد میں زیر اہتمام انجمن اسلامیہ

قائم ہے۔ جسمیں ہر سال (۴۰) طلبا تعلیم و تربیت سے آراستہ ہو رہے ہیں (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو باب ۱۷۔ انجمن اسلامیہ)

مومن بورڈنگ ۔ ایم۔ اے۔ مومن صاحب جو اپنے کو انگریزی طریقہ تعلیم کا ماہر بتلاتے ہیں۔ ایک بورڈنگ بمقام گنیش بازار ۱۳۴۰ف میں قائم کیا ہے۔ جس کے اعلیٰ اسکیم ہیں۔ نیز بورڈنگ (عـــہ) مقرر ہے اس میں کنڈرگارٹن کے انتظامات بھی ہیں۔ خدا کرے کہ اس کو کامیابی حاصل ہو۔

کاماریڈی جوبلی بورڈنگ ۔ محمد فرحت اللہ صاحب ڈیویژنل افسر مال کی انتہائی کوشش اور دلچسپی نے بیادگار جشن سمیں یہاں پر ایک کشادہ اور خوبصورت بورڈنگ بنادیا۔ اس کا افتتاح ۱۹ ماہ فروردی ۱۳۴۶ف کو محمد حسین خانصاحب صدر مہتمم تعلیمات کے ہاتھوں ہوا۔ اس کا انتظام احمد سعید صاحب صدر مدرس مدرسہ وسطانیہ کاماریڈی نے اپنے ہاتھوں لیا۔

خانگی مدارس

مدرسہ حمید بیگ صاحب ۔ قدیم طریقہ کا مکتب محلہ اسلامیہ میں تھا۔ جس میں حمید بیگ صاحب معلمی کے فرائض انجام دیتے تھے آپ کے بعد آپ کے فرزند احمد بیگ صاحب نے ۱۳۲۵ف تک

عـــہ۔ افسوس ہے کہ مومن صاحب کی انتہائی بدنصیبی و دغائے آبان ۱۳۴۱ف کو اس بورڈنگ کا خاتمہ کردیا۔ اور انھوں نے بورڈنگ کے بچوں کو بحالت غریب الوطنی چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی۔ بعد

اس فریضہ کو انجام دیا۔

مدرسہ ولی اللہ خانصاحب۔ ولی اللہ خانصاحب کا بھی کتب تھا ۱۳۰۵ھ ف میں کامیابی سے چلتا رہا۔

مدرسہ عمر شریف صاحب۔ محلہ اد پر ٹیکری میں ناظر وظیفہ یاب عدالت نے ۱۳۱۸ھ ف میں اس مدرسہ کو قائم کیا تھا۔ جہاں پر فارسی عربی کی تعلیم ہوتی تھی۔

مدرسہ انجمن اسلامیہ۔ ۱۳۳۲ھ ف میں ایک مدرسہ دینیات مولوی عبدالحمید صاحب نعمانی واعظ انجمن کے زیر تعلیم قائم ہوا۔ اس کے بعد مولوی محمد ابراہیم صاحب واعظ نے اس کو چلایا۔ اس کے بعد یہ بند ہو گیا۔ ۱۳۴۰ھ ف سے انجمن اسلامیہ کے تحت یہ مدرسہ جاری ہے جس میں تقریباً پچھتر لڑکے زیر تعلیم رہے اب بھی یہ مدرسہ دینیات جامع مسجد میں کامیاب طریقہ پر چل رہا ہے۔

مدرسہ پھولانگ۔ پھولانگ کی مسجد میں بھی ایک دینیات کا مدرسہ تحت انجمن جاری ہے۔

مدرسہ قلعہ۔ بہلول شاہ صاحب کا مدرسہ پچیس تیس سال سے تعلیمی فرائض انجام دیتا ہے۔

پال صاحب کا مدرسہ۔ مسٹر پال نے ۱۳۳۵ھ ف میں ایک مدرسہ خانگی نظام آباد میں قائم کیا۔ جس میں وہ اپنی ذات سے انگریزی کی تعلیم دیتے ہیں۔ نیز کمسن بچوں کے لئے کنڈر گارٹن کے اصول پر تعلیم کا انتظام ہے۔ ان کی دو لڑکیاں اس شعبہ کیلئے مختص ہیں

جو اپنے فرائض نہایت عمدگی سے انجام دیتی ہیں۔ اس مدرسہ میں کیمبرج کا نصاب اور عثمانیہ یونیورسٹی کا نصاب میٹرک تک ہے۔

خانگی مدرسہ نسواں انگریزی۔ مس پال کا ایک خانگی مدرسہ ہے جس میں اُردو انگریزی تعلیم دیجاتی ہے یہ اسکول محلہ خلیل پورہ قریب اسٹیشن واقع ہے فیس تعلیم (عہ) ماہوار ہے پردہ کا معقول انتظام ہے مسٹر پال کی دو بھتیجیاں معلمات کے فرائض انجام دیتی ہیں کیمبرج اور عثمانیہ ہر دو کا نصاب یہاں پڑھایا جاتا ہے۔

سنسکرت پاٹ شالہ۔ ہندو سماج کی مذہبی بیداری کا سلسلہ گورے راجچندر راؤ صاحب وکیل کے زمانہ میں اسی پاٹھ شالہ کی تحریک سے آغاز ہوتا ہے۔ سنہ ۱۳۲۲ف میں مذہبی تعلیم کی غرض سے اس شالہ کو قائم کیا۔ اور مختلف مقامات سے پنڈتوں کو بلوا کر درس و تدریس کا سلسلہ قائم کیا اور نظام آباد کا قدیم سینڈ ہی زمانہ مسٹر کنا بھوجنا متاجرے بطور خیرات حاصل کرکے اِس کو ایک بہترین علمی کام میں لائے۔ سات آٹھ سال یہ شالہ کامیابی سے چلا۔ بانی کے انتقال کے بعد اس کا بھی خاتمہ ہو گیا۔

سرسوتی ودیالیہ۔ مسٹر بابو راؤ صاحب وکیل نے اس شالہ کے سلسلہ میں سنہ ۱۳۲۶ف میں یہ ودیالیہ قائم کیا جس کے وہی بانی اور معتمد تھے۔ اس مدرسہ میں مڈل اسکول تک تعلیم ہوتی تھی۔ اور کافی تعداد طلباء کی اس میں شریک و مستفید ہوتی رہی۔ دس سالہ زندگی کے بعد اُس کا خاتمہ ہو گیا۔ بحیین دورہ سر مہاراجہ بہادر نے بھی اس کا معائنہ فرمایا تھا۔ (حاشیہ بر صفحہ ۱۴۲)

ماروا‌ڑی مدرسہ۔ دہرم سیالہ گنج میں ایک خانگی مکتب ہے۔ جس میں (۳۰) بچے مارواڑی کی تعلیم پاتے ہیں۔

کتب خانہ

۱۳۱۸ف میں ایک دارالمطالعہ احمد اللہ خان صاحب منصور نے قائم کیا تھا۔ صاحب موصوف نے اپنے ذاتی کتب خانہ کو استفادہ عوام کے لئے منظر عام پر پیش کیا۔ جس میں زیادہ تر ناول اور کچھ تاریخی کتب تھیں۔ جن کی تعداد دو ڈھائی سو تک تھی۔ جب صاحب موصوف یہاں سے چلے گئے تو کتب خانہ بھی ساتھ چلا گیا۔ ۱۳۲۲ف میں یونین کلب نے ایک کتب خانہ ممبران کلب کے لئے قائم کیا۔ جس کا افتتاح نواب سہراب نواز جنگ اول تعلقدار اور محمد امجد علی خان صاحب ناظم عدالت کے ہاتھوں ہوا۔ لیکن اس کتب خانہ سے کوئی استفادہ حاصل نہیں کیا گیا بلکہ وہ کلب کے ایک حصہ میں محفوظ رہا۔ ۱۳۴۰ف میں جب کہ انجمن اصلاح المسلمین قائم ہوئی تو کتب خانہ کی شدید ضرورت محسوس کی گئی۔ انجمن مذکور کا معتمد اور کلب کا امین مؤلف ہی تھا۔ اس لئے اس کتب خانہ کو برضامندی قدیم ممبران کلب استفادہ عام کیلئے کھولدیا گیا۔ اور اس میں کتب کا اضافہ بہ تعداد ونیز خریدی سے کیا گیا۔ بحسن توجہ میر ولایت علی صاحب چند دنوں اس کی حالت اچھی رہی۔ میر صاحب کا تبادلہ ہو جانے پر میری نااہلیت کی وجہ سے اس کی حالت ابتر ہو گئی۔

حاشیہ صفحہ ۱۴۱

ف۔ اس ودیالیہ میں ناچیز مورخ بحیثیت رکن شریک تھا۔

جب انجمن اسلامیہ کی معتمدی پر جلیل احمد صاحب کا انتخاب ہوا تو
پھر اُن کی توجہ نے اس کو زندہ کیا۔ اس مرتبہ یہ کتب خانہ مسجد جامع
سے نکلکر منظر عام پر آیا۔ اور کتب کا اضافہ ناظرین کی کثرت۔ اور عوام
کی دلچسپی نے ایک مستقل عمارت کی ضرورت پیدا کردی۔ مختلف حضرات
سے اپیل کیگئی۔ لیکن کامیابی نہو سکی۔ مرزا محمد بیگ صاحب اول تعلقدار
ملک کی اس اہم ضرورت پر توجہ فرمائی۔ محمد فرحت اللہ صاحب دوم
تعلقدار نے راجہ صاحب دوم کنڈہ کے گوشگذار کردیا۔ اس علم دولت
اور مخیر ہستی کی غیرت نے اس بات کو قبول نہ کیا کہ مفاد عامہ کا ایسا
بہترین کام بجز اُس کے کسی اور کا مرہون منت ہو۔ لہذا مبلغ ۸۰۰۰
آٹھ ہزار کی گراں قدر رقم عمارت کے لئے عطا فرمائی۔
مجلس لوکلفنڈ نے یکہزار سے زائد رقم اور ایک قیمتی پلاٹ عطا کیا۔ [۱]
سید دلدار حسین صاحب اگزیکٹو انجنیر کنال نظام ساگر نے ۲ بہمن ۱۳۴۲ف
کو سنگ بنیاد رکھا۔ اور آپ ہی کی انتہائی دلچسپیوں نے اس قدر کم رقم میں

---

[۱] اس پلاٹ کو مشن نے ایک صاحب کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ جسپر
شیخ محمد صاحب وکیل رکن کمیٹی نے اعتراض کیا۔ ناچیز مورخ نے بھی بحیثیت
رکن کمیٹی لوکلفنڈ نہایت شدومد کے ساتھ ملک کے اس عام مسئلہ کو طے کراکر
کتب خانہ کے لئے اس پلاٹ کی نشاندہی کی جس میں عبد الباسط خانصاحب
صوبہ دار وقت کی جرأت وفاداری ملک نے اس مسئلہ کو حل کیا
اور اس پلاٹ پر نہ صرف کتب خانہ کی تعمیر ہوئی۔ بلکہ مفاد ملک کا
ایک اہم مسئلہ طے ہو گیا کہ مشن کو اپنی زمینات عطیہ سرکار پر کوئی حق ملکیت نہیں

ایسی خوبصورت عمارت اندرون ایک سال بنوادی۔ جس کا افتتاح
عبدالباسط خانصاحب صوبہ دار وقت نے بتاریخ ۲ اردی ۱۳۴۵ف
فرمایا۔ اور آپ کا خطبہ ایک تاریخی خطبہ رہا۔ ف

آذر ۱۳۴۷ف میں بوقت معائنہ اس ناچیز مولف کی استدعا
کو قبول فرماکر نواب سر حیدر نواز جنگ بہادر صدر اعظم نے سرپرستی
کا شرف عطا فرمایا۔

حسب ذیل علم دوست ہستیاں اس کتب خانہ کی معاون ہیں۔

(۱) نواب فخر یار جنگ بہادر صدر المہام فینانس (۱) ویشل ریڈی رنگاریڈی صاحبان ساہو
(۲) راجہ شام راج بہادر صدر المہام تعمیرات (۲) رام سرپ صاحب ساہو
(۳) محمد لیاقت اللہ خانصاحب معتمد فینانس (۳) نرساگوڑ صاحب ساہو
(۴) عبدالباسط خانصاحب ناظم عطیات (۴) رامچندر شرما صاحب ساہو
(۵) نارائن راؤ صاحب صوبیدار ورنگل (۵) نارلہ ہنمانڈلو صاحب "
(۶) نواب بہادر یار جنگ بہادر۔ (۶) سرور خان صاحب گتہ دار
(۷) احمد علی خانصاحب صوبیدار میدک

اس کتب خانہ کے لئے بدلوکلفنڈ تعلیمات ایک مہتمم اور ایک خواندہ
جوان کے تقرر کی منظوری مرزا احمد بیگ صاحب کی انتہائی حسن سعی
سے ہوئی خدمت مہتمی پر جلیل احمد صاحب (جنکے ہاتھوں کتب خانہ کو زندگی حاصل ہوئی)

ف۔ اس واقعہ کے تفصیلات و خطبہ رہبر دکن ۴ بہمن ۱۳۴۲ف و اخبار
پیام ۱۷ شعبان ۱۳۵۴ھ میں درج ہیں۔ و نیز بنیاد عمارت میں اخبار وغیرہ
کی یادگار محفوظ ہے مولف

کا تقرر قاضی زین العابدین صاحب نے فرمایا[1] صاحب موصوف کی انتہائی دلچسپی اس کتب خانہ کی ترقی کو برابر جاری رکھی ہے[2]

تعداد کتب ۔ اس وقت کتب خانہ میں تقریباً تین ہزار کتب ہر فن و ہر زبان کی موجود ہیں۔ جو اس کتب خانہ کا سرمایہ علمی ہے[3] اور مطالعہ کنندگان کے روزانہ داخلہ کی تعداد تقریباً سو ہوتی ہے ۔ اس کے علاوہ گھر پہ مطالعہ کرنے والے علحدہ ہیں ۔

مراہٹی کتب خانہ ۔ ہیت چنتک واچ نالہ ۔ ۱۳۲۲ ف میں مسٹر کورے رامچندر راؤ صاحب وکیل نے قائم کیا ۔ جو عرصہ تک کامیاب طریقہ پر چلتا رہا جس میں مسٹر ہری راؤ صیغہ دار مال نے انتہائی دلچسپی لی ۔ اس کتب خانہ کے اشتراک کے لئے ایک عرصہ سے مولف کوشاں تھا ۔ لیکن اراکین کو اختلاف رہا ۔ بالآخر ۱۳۴۲ ف میں اس کے صدر مسٹر نارائن راؤ وکیل ہائیکورٹ نے دور اندیشی کو کام میں لا کر (باوجود اختلاف اراکین)

---

[1] جلیل احمد صاحب نے اپنی ملازمت سرکاری (سہ تاسہ) کو مولف کے اس کہنے پر کہ آپ ہی اس کتب خانہ کے بقاء کا سبب ہیں آپ ہی کو اس کی مہتمی قبول کرنی چاہئے ۔ تاکہ کتب خانہ کو ترقی ہو ۔ اسوقت ایثار کی ضرورت ہے ۔ فوراً اپنی خدمت سے مستعفی ہو کر للعم تنخواہ لوکلفنڈ کو قبول کیا ۔ خدا اس ایثار و قربانی مالی کی جزا دارین میں آپکو دے ۔ آمین مولف

[2] ۔ اس کتب خانہ کے بنیادی دستاویزات میں نے کتب خانہ کے حوالہ کر دے ہیں جو وہاں محفوظ ہیں مولف

[3] ۔ انجمن اسلامیہ نے اپنا کتب خانہ قیمتی انداز‌اً ایک ہزار چار سو روپیہ چندہ عطیہ مسلمانان اس کتب خانہ میں صرف کئے اس کے علاوہ ماہانہ امداد بھی انجمن سے دیجاتی ہے ۔

اس کو کتب خانہ عثمانیہ میں ضم کر دیا۔ جو قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار کے حسن توجہ کا نتیجہ تھا۔

تلنگی کتب خانہ۔ ۱۳۲۴ف میں مسٹر وینکٹ راؤ ناظر عدالت کے احساس نے اس کو قائم کیا۔ لیکن یہ کس مپرسی کے عالم میں ہے کاش اس کو بھی کتب خانہ عثمانیہ میں داخل کر دیا جاتا۔ جس سے عوام کامل استفادہ حاصل کر سکتے۔

سناتنی کتب خانہ۔ سناتن پشتکالہ کے نام سے دہرم سالہ گنج میں ۱۳۲۷ف میں اس کا قیام ہوا۔ جس کے معتمد سکھو دلوجی صاحب ہیں۔ اس میں صحیفہ مقدس اور مذہبی کتب کا ذخیرہ ہے[1]

عمارات تعلیمی۔ دفتر مہتمی تعلیمات ۱۳۲۵ف میں ۔۔۔ کی لاگت سے تیار ہوا۔ مدرسہ فوقانیہ کی تعمیر ۱۳۳۱ف میں ہوئی جس پر سرکار عالیہ کا خرچ برداشت کرنا پڑا۔ جو بلی کتب خانہ عثمانیہ بشمول قیمت اراضی عطیہ لوکل فنڈ تقریباً ۔۔۔ ہزار کی قرار پائی۔

باب ۱۳

صنعت و حرفت

ضلع نظام آباد میں ۔۔۔ مختلف مقامات پر ایسی نفیس اور عمدہ ۔۔۔ کہ ہندوستان کے باہر بھی ان کی مانگ ہوتی اور لوگ ان کی

---

[1] ف۔ ۔۔۔ ان تمام کتب خانوں کا ۔۔۔ ہو چکا ہے اس لئے کہ یہ ملک کی بھی خدمت کرتے ہیں۔ مؤلف

نقل بھی نہیں کرسکتے تھے ۔ مگر جب انگریزی ۔ امریکی ۔ اور جاپانی مال کی درآمد شروع ہوئی تو سیدھے سادھے اہل ملک سبز کدار نمائشی سامان پر ٹوٹ پڑے اور ملک کی صنعتوں کا تار تار بکھر گیا ۔ ہم یہاں اُن صنعتوں کا مختصر ذکر کرینگے ۔

فولاد ۔ ضلع نظام آباد اعلیٰ قسم کے فولاد کی تیاری کے لحاظ سے ایک زمانہ میں دنیا کے مشہورترین مقامات میں سمجھا جاتا تھا ۔ نہ صرف ایران کے مشہور شہروں میں بلکہ ممالک یورپ میں یہاں کے فولاد کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا ۔ لیکن زمانہ کی رفتار اور یورپ کے سہل الحصول طریقے ارزاں قیمت پر فولاد کی نکاسی نے اس اہم صنعت کو خود نظام آبادیوں کے دلوں سے ایسا بھلا دیا کہ وہ اپنے ملک کے قیمتی بے نظیر فولاد سے بالکل نا آشنا ہیں ۔ ہم اپنے اس بیان کی تائید میں چند سیاحان یورپ کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے تین سو سال قبل مشاہدہ کے بعد اپنے بیانات قلمبند کئے ہیں ۔ مسٹر گلدڈل "گلمپ آف دکن" میں کہتے ہیں 22 کونا سمندرم (تعلقہ آرمور قریب قصبہ بھنگل) میں نہایت عمدہ لوہے سے جو وہاں نکلتا ہے ۔ نہایت عمدہ قسم کا فولاد تیار ہوتا ہے جو نہ صرف انگلینڈ کے فولاد سے بہتر ہوتا ہے ۔ بلکہ سویڈن کے فولاد سے بھی بدرجہا بہتر ہوتا ہے ۔ یہاں کا فولاد زیادہ تر ایرانی منڈیوں میں خریدا جاتا ہے ۔ جس سے اعلیٰ درجہ کی جوہردار اصفہانی تلواریں بنائی جاتی ہیں ۔ ایک ایرانی سوداگر نے ڈاکٹر دالیسی سے جو علم طبقات الارض کا مشہور عالم گذرا ہے ۔ کہا کہ ایران میں اس بات کی بیحد کوشش کیگئی

کہ جیسا فولاد "کونا سمندرم" میں تیار ہوتا ہے ویسا ہی وہاں بھی تیار ہو سکے
مگر کامیابی نہیں ہوئی"۔ میں اس حیرت انگیز فولاد کے متعلق مزید معلومات
حاصل کرنیکی کوشش میں تھا کہ کریم الدین صاحب مرحوم منتظم پولیس نے برسبیل
تذکرہ کہا کہ ایک دفعہ انہیں کشتہ کی غرض سے ایک سادھو نے بہترین فولاد
کا ٹکڑا لانے کو کہا۔ جب وہ بہت تلاش سے اچھے سے اچھا فولاد لاتے تو
ناپسند کرتا۔ آخر کار خود سادھو نے نشاندہی کی اور بڑی جستجو کے بعد
اندلوائی میں تلاش سے اُسکی حسب خواہش فولاد ملا۔ جب اس کو گرم
کرکے پھیلانا چاہا تو یہ ناممکن نظر آیا۔ جب سادھو سے دریافت کیا گیا تو
اس نے سنکر کہا کہ "یہ ہمارے ملک کا قدیم فولاد ہے جسے آگ میں جلا کر دوسرے
فولاد کی طرح ریزہ کر لینا آسان بات نہیں" پھر جب سادھو کی حسب
ہدایت اُسے بہت گرم کرکے مسلسل کئی روز کوٹا گیا۔ تو اُس کے ذرات نکلے
۱۶۷۶ء عیسوی میں موسو تھنو سیاح نے بھی اِس فولاد کی تجارت کا
ذکر اپنے سفرنامہ میں کیا ہے۔ ونیز رپورٹ مردم شماری ۱۸۸۱ء میں اس
صنعت کا ذکر ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک سو سال پہلے تک یہ
تجارت اس ضلع میں کامیاب طریقہ پر جاری تھی۔ علاوہ ازیں مورخ
حالات نظام آباد نے لکھا ہے کہ بھیکل میں فولاد کے چھوٹے اسلحہ تیار
ہوتے ہیں" لیکن آج اس کا وجود ضلع میں نہیں۔ ان بیانات کا
مادی ثبوت آج بھی ہم کو ملتا ہے۔ کہ کونا سمندرم تعلقہ آرمور۔ اندلوائی
و منچپہ تعلقہ آرمور۔ یلم پیٹھ تعلقہ کاماریڈی میں میل کے چھوٹے چھوٹے
ڈھیر پہاڑیوں کی شکل میں اس صنعت کی گذشتہ عظمت کے مرثیہ خوان

نظر آتے ہیں۔
کاغذ سازی۔ فن کاغذ سازی میں ضلع نظام آباد کو ایک خاص جگہ حاصل تھی۔ چنانچہ کورٹلہ* کا کاغذ اپنی عمدہ ساخت اور پائداری کے سبب آجتک مشہور ہے لیکن خود وہاں پر صنعت کا نام و نشان بھی نہیں رہا برائے نام دو چار کام جاننے والے باقی رہگئے ہیں۔
چوبی کام۔ چوبی کام اور نقش و نگار روغنی چوبی اشیاء پر نرمل اور بھیمگل میں ایسا اعلیٰ ہوا کرتا تھا کہ آج بھی یورپ باوجود اس ترقی کے وہاں کی قدیم صنعت کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ بھیمگل کے پیمانے۔ کشتیاں کھلونے اور مجسمہ و نیز چوبی پردوں پر جو بہت نقش کاری مختلف رنگوں سے کیجاتی ہے وہ دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔ بھیمگل کے بعض نقاش طلب معاش میں اپنے وطن کو خیرباد کہہ چکے ہیں۔ ملک کی بے قدری نے ان کی نسلوں سے اس فن کو چھڑا دیا۔ شاذ و نادر ہی اپنے آبائی پیشے کو بادل ناخواستہ چلا رہے ہیں۔ اگر اہل ملک نے اس جانب فوری توجہ نہ کی تو مستقبل قریب میں۔ یہ فن بھی نیست و نابود ہو جائے گا۔
فن سنجاری۔ بالکنڈہ فن سنجاری کی اعلیٰ قابلیت میں مشہور رہا۔ یہاں کے قلمدان جن کو چومرجی ہشت برجی و دوازدہ برجی قلمدان کہتے ہیں صنعت سنجاری کا اعلےٰ نمونہ تھے۔ گو آج بھی یہہ کام یہاں ہوتا ہے لیکن حالت کسمپرسی میں۔ بھیمگل میں بھی فن سنجاری کو نمایاں ترقی تھی۔ آج کل بھی بھیمگل کے سنجار مشہور ہیں۔

---

*۔ کورٹلہ جاگیر اب ضلع کریم نگر میں شامل ہو چکی ہے۔ اور پہلے بھیمگل کے تحت تھی۔ ۱۲

خوشبویات - مستقر نظام آباد کا۔ سر کا مسالحہ ، اور اگر بتیاں وغیرہ دکن بھر میں بہترین مانی جاتی تھیں۔ لیکن اب نظام آباد میں ایک بھی اُس کا جاننے والا اور بنانے والا نظر نہیں آتا۔

پارچہ بافی - تعلقہ آرمور میں صنعت ریشمی پارچہ بافی نے جو ترقی پچاس سالہ عمر میں کی اس کا حال مولوی عبدالسلام صاحب مرحوم مورخ "حالات نظام آباد" نے ان الفاظ میں کیا ہے۔ "ریشمی کپڑے آرمور میں کھتری قوم بناتی ہے ان کپڑوں کی بہترین قسمیں مستورات کی چولیاں اور ساڑیاں ہوا کرتی تھیں۔ ان پارچوں کی قیمت (سے) سے لیکر ڈیڑھ ہزار تک ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے زائد قیمت کی ساڑیاں بھی تیار ہوتی ہیں"۔ ۱۳۲۳ ف میں جب کہ میں نے آرمور کا گرداور تھا۔ تین تین ہزار کی ساڑیاں دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے۔ اس چھوٹی سی لبتی میں پانسو سے زائد کرگھے چلتے تھے لیکن ۔۔۔ ف کے بعد سے جبکہ ساگرمٹھ کو جاپان اور امریکہ کی صنعت نے پیش کیا تو یہاں کی تجارت پر کاری ضرب لگی۔ اب بھی یہ صنعت یہاں ہے۔ مگر روز بروز زوال پذیر اس کے علاوہ کھتری قوم کو کثرت استعمال مسکرات نے تباہ کر دیا ہے۔ جس کا ثبوت انکی صورتوں اور قوائے جسمانی سے آج مل رہا ہے۔

رنگریزی کھادی پر پختہ رنگ کا چھاپا اور مختلف قسم کے بیل بوٹے بنائے جاتے ہیں۔ جو پردے اور جاجم کے کام آتے ہیں۔ البتہ رنگریزوں نے ایک جدید طریقہ ۱۳۵ ف سے یہ اختیار کیا ہے کہ باریک ٹاٹ پر مختلف رنگ کے بیل بوٹے چھاپا کرتے ہیں جس سے

وہ دور سے معمولی قالین کیطرح معلوم ہوتا ہے۔ مگر رنگ پختہ نہ ہونیکے سبب کارآمد یا عام پسند نہیں ہے۔ قصبہ بانسواڑہ میں بھی رنگ سازی کا کام ہوتا ہے اور برا نہیں ہوتا۔

برنجی کام۔ قصبہ لنگم پیٹھ تعلقہ یلاریڈی میں پیتلی کام کرنے والے ہیں نظام آباد میں بھی یہ کام اچھا ہوتا ہے۔ صرف ایک دو خاندان اس کام کے کرنے والے ہیں۔ بھیگل میں بھی یہ کام ہوا کرتا تھا۔

ٹائیل یعنی بنگلوری کویلو۔ مستقر نظام آباد میں۔ سید شاہ پیران صاحب مہتمم سنٹرل جیل نے اس کارخانہ کو قائم کیا۔ اور بڑی توقعات اس سے وابستہ تھیں۔ لیکن سنٹرل جیل سب جیل بنادیا گیا کہ قیدیوں کی کمی تھی لہذا اس کارخانہ کو ختم کردینا پڑا۔

کارخانہ کانچ سازی۔ منور علیصاحب تاجر نے گورنمنٹ سے دس ہزار روپیہ قرض لیکر کانچ کے سامان بنانے کا کارخانہ قائم کرنا چاہا لیکن افسوس کہ نتیجہ صفر رہا۔ اس لئے نہیں کہ یہاں کام کی گنجائش نہیں تھی۔ بلکہ اس لئے کہ کام کرنا مقصود نہ تھا یا اچھے کام کرنے والے نہ تھے۔

بنگڑیوں کا کارخانہ۔ منور علی سوداگر نے (جو چوڑیوں کی تجارت کرتے تھے۔) اس کو قائم کیا تھا۔ کچھ دنوں کام چلا۔ اور بعد میں ختم ہوگیا چوڑیوں کا کام بھیگل میں بھی ہوا کرتا تھا۔ لیکن اب نہیں ہوتا۔

کارخانہ پٹرول سازی۔ بزمانہ مسٹر دیکفیلڈ ڈائرکٹر جنرل ال گلموڈ سے پٹرول بنانے کا اسکیم تیار کیا گیا۔ اور بمقام ٹیکریال قریب مستقر کاماریڈی

ایک گراں قیمت مشنری قائم کیگئی۔ لیکن ہماری بدنصیبوں کی وجہ کہ "ہر قائم مقام اپنے پیش رو کے کام کو فنا کر دینا ہی اپنی پالسی سمجھتا ہے" اس کا وہی حشر ہوا۔ لاکھوں روپیہ برباد ہونے کے بعد بالآخر اس کو ڈسٹیلری کے کام میں لایا جارہا ہے۔ یہاں شراب تیار کیجاتی ہے۔ جس کا نتیجہ بجز بربادی ملک کے کچھ نہیں۔ خدا وہ دن جلد لائے کہ اس بدترین صنعت کے بجائے یہاں پر مفاد ملک کی صنعت نظر آئے۔

دباغت چرم۔ ایک کارخانہ دباغت چرم کا مستقر نظام آباد سے قریب ۱۳۴۳ف میں قائم ہوا تھا جسکو عمودی کمپنی مدراس نے قائم کیا تھا نہ معلوم وہ کیوں ختم ہوگیا۔ کیونکہ یہ راز سربستہ بوجہ بیرون ملک کی کمپنی ہونے کے واضح نہ ہوسکا۔ اس کے پہلے بھی ایک کارخانہ دباغت چرم بمقام کنسیٹر قائم تھا۔ وہ بھی باقی نہ رہا۔

کارخانہ صابون سازی۔ سیٹ چمن سُوپ کے نام سے ۱۳۴۴ف میں ایک کارخانہ مستقر پر قائم ہوا۔ اور بڑی کامیابی سے بانیاں کارخانہ نے اُس کو چلایا۔ لیکن کاریگروں کی بدعہدی نے ایک سال میں اس کو ختم کردیا

بیڑی سازی۔ بیڑیوں کے کارخانہ بکثرت نظام آباد کے عرض وطول میں پھیلے ہوئے ہیں۔ چونکہ یہاں پر برگ آبنوس بہت ملتا ہے۔ اور مزدوری بھی سستی ہے۔ اس لئے بیرونی اشخاص یہاں پر کارخانہ قائم کرتے ہیں تمباکو باہر سے منگواکر استعمال ہوتا ہے کارخانہ تارا صاحب و گاندھی بیڑی رام سروپ صاحب یہ قدیم کارخانہ اور کاروبار کے لحاظ سے بڑے بھی ہیں۔
افسوس تو اس بات کا ہے کہ اس قیمتی تجارت میں نظام آبادی افراد کا

حصہ نہیں ہے ۔ حالانکہ اُن کے ملک سے غیر استفادہ حاصل کرتے ہیں
عموماً ہزار بیڑیوں کی تیاری کے لئے ۵ ر مزدوری لیجاتی ہے ۔ مزدور
اور مزدورنیاں بہترین بیڑی بنانے کے ماہر ہیں ۔ فیصدی (۷۵)
عورتیں بیڑی بناتی ہیں ۔ اور مسلمان عورتیں بھی گھر پر مزدوری سے
یہ کام کرتی ہیں ۔

گھریلو بافندگی ۔ کھادی ۔ کمل ۔ نواڑ ۔ دھوتیاں ۔ اور ساڑیاں عموماً
ہر قصبہ و تعلقات میں دستی کرگھوں سے تھوڑے بہت تیار ہوتے ہیں ۔
صرف ایک قصبہ ارموریں (۴۵۰) دستی کرگھے چلتے تھے ۔ لیکن زمانہ
کے انحطاط نے اُن کو گھٹا دیا ۔ البتہ کھادی بھنڈار ۔ دیسی کھادی کو
کامیابی سے چلا رہا ہے ۔ اور بیرون ملک اُس کی اچھی مانگ ہے ۔

پتھر کے گلاس و کٹورے ۔ پچیس ۲۵ سال قبل یہ کام بیگل میں ہوا کرتا تھا
لیکن اب مفقود ہو چکا ہے ۔

محبس کی صنعت ۔ قیام صدر محبس تک شطرنجی ۔ قالین ترکی توال ۔
جانمازیں اور مختلف قسم کے پارچہ خصوصاً بہترین کھادی تیار ہوتی تھی ۔
و نیز فرنیچر وغیرہ بھی بنایا جاتا تھا ۔ محبس کی تخفیف کے بعد یہ صنعت
ختم ہوگئی ہے ۔

کارخانہ شکر سازی

نظام شوگر فیاکٹری

نظام ساگر کے سلسلہ میں یہ کارخانہ ملک کے لئے خاص اہمیت رکھتا
ہے جو مبلغ [illegible] روپیہ کے سرمایہ سے بصورت کمپنی (۲۵) روپیہ

فی حصہ (عوام کے استفادہ کے لئے اس قدر کم رقم رکھی گئی تھی) رجسٹرڈ
کروادیا گیا۔ ۷؍ شہریور ۱۳۴۵ف / ۱۹۳۶ء میں تعمیری کام آغاز ہوا۔ لیکن بہت جلد انتظامات
کے ناقابل اطمینان ہونے کی وجہ انڈسٹریل ٹرسٹ فنڈ کے تحت زیادہ
پختہ تجربہ اور انتظامی قابلیت سے اس کو تقویت پہونچانے کی ضرورت
داعی ہوئی۔ اور ۱۶ لاکھ کے اضافہ کے ساتھ جملہ (لاکھ روپیہ) کے سرمایہ
سے کام آغاز شدہ مکمل کیا گیا۔ یہ فیکٹری مستقر بودھن میں قائم کی گئی۔
جو نظام آباد سے ۱۹ میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ جہاں پر جدید ریلوے
لائین بھی ڈالی گئی ہے۔ جس کا افتتاح حضرت والا شان پرنس آف برار
حضرت ولی عہد سلطنت آصفی نے اپنے مبارک ہاتھوں ۲؍ بہمن ۱۳۴۵ف
کو فرمایا۔

اس کارخانہ کو نظام شوگر فیاکٹری سے موسوم کیا گیا ہے جسمیں
روزانہ ایک ہزار سے بارہ سو ٹن تک نیشکر سے شیرہ نکالنے کی
گنجائش ہے اور اگر نرم نیشکر جاوے کی قسم کا پیدا ہو جائے، تو
ڈیڑھ ہزار ٹن تک گنجائش نکل سکتی ہے۔ توقع ہے کہ فیاکٹری کی
پیداوار سالانہ ۲۵ ہزار ٹن شکر تک ہو جائیگی۔ یہ مقدار شکر وہی ہے
جو اس وقت ریاست دکن میں درآمد و خرچ ہوتی ہے جس کا
اندازہ قیمت (۶۰) اور (۷۵) لاکھ روپیہ کے درمیان کیا گیا ہے
جس کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ اس رقم کا معتدبہ حصہ کاشتکاران
نیشکر تحت نظام ساگر کا حق ہوگا۔ اور سرکار عالی کو بھی محاصل کی صورت
میں پندرہ لاکھ روپیہ مل جائیگا۔

سفندار ۱۳۴۸ ف میں پہلی مرتبہ اس کارخانہ کی تیارہ شدہ شکر بازار میں آئی چونکہ افتتاح کے ساتھ ہی موسم جلد ختم ہو گیا۔ اس لئے ملک کے بازارمیں عام نہ ہوسکی۔ اس کارخانہ سے ملک کے بڑے توقعات وابستہ ہیں۔ خداوند تعالےٰ اس کے کاروبار میں برکت عطا فرمائے۔ آمین بیرونی کمپنیاں ابھی سے سابقت کی فکر دوں میں لگی ہیں۔ ابتداً راجہ دھنراج گیر نبجنگ ڈائرکٹر تھے۔ جب راجہ صاحب سے کام سنبل نہ سکا تو میر لائق علی صاحب جو ضلع نظام آباد ہی کے ایک سپوت ہیں ان کے ہاتھوں حکومت نے بڑی توقعات کے ساتھ اس کارخانہ کا انتظام دیا ہے۔ اور آپ ہی کے ہاتھوں اس کارخانہ کی تکمیل کے بعد کاروبار آغاز ہوئے۔ آپکے حسن کارگذاری کا اعتراف اڈریس میں بھی بوقت افتتاح کیا گیا تھا۔ ہماری دعا ہے کہ جس طرح اس ڈوبتی ہوئی کشتی کو سہارا ملا ہے انھی ناخدا کے ہاتھوں یہ منزل مقصود کو پہونچ جائے۔ آمین۔

اس کارخانہ پر مسٹر تارا پوری اکزیکیٹو انجنیر۔ اور محمد غوث الدین صاحب مہتمم فراہمی نیشکر کارگذار ہیں۔

کارخانہ جات ۔ ضلع نظام آباد میں حسب ذیل گرنیاں موجود ہیں
تعلقہ نظام آباد ۔ فلور مل ۔ رائس مل ۔ جنگ فیاکٹری ۔ پریسنگ فیاکٹری

عہ ۔ محمد عبد السلام مرحوم مورخ حالات نظام آباد نے ۱۳۲۰ ف میں ۲۸ سال پہلے نظام آباد میں کارخانہ شکر سازی کی ضرورت تبلاتے ہوئے حکومت کو توجہ دلائی تھی۔ بلاشبہ مرحوم کی پُر خلوص آواز عملی صورت اختیار کرلی ۔ مصنف

کریشر۔ تیل کا گھانہ۔ سمٹ کا کارخانہ

تعلقہ آرمور۔ فلور مل۔ کارخانہ پارچہ بافی ذریعہ مشنری

تعلقہ کاماریڈی۔ رائیس مل۔ فلور مل۔

تعلقہ بودھن۔ رائیس مل۔ فلور مل۔

تعلقہ بانسواڑہ۔ رائیس مل۔ فلور مل۔

کھاد سازی۔ ٹرنچینگ گراؤنڈ کے لئے بزمانہ مرزا محمد بیگ صاحب ۱۳۴۴ف میں خواجہ محی الدین صاحب سائنٹری انسپکٹر کو معلومات حاصل کرنے اندور اسٹیٹ روانہ کیا گیا تھا۔ صاحب موصوف نے کامیاب طریقہ پر معلومات بہم پہونچائے۔ جس کے بعد ۱۳۴۶ف میں اس کے قیام کی منظوری مجلس لوکلفنڈ نے دی۔ بالآخر ۱۳۴۸ف میں یہ کام آغاز ہوا۔ اور کامیاب طریقہ پر جاری ہے جس میں انسانی فضلہ اور آبادی کا کچرا ملاکر بہترین کھاد بنایا جاتا ہے۔ اس طریقہ کو رعایا بہت ہی پسندیدہ نظر سے دیکھتے ہوئے دیہات میں بھی اس کی تقلید کر رہی ہے۔ یقین ہے کہ اس سے زرعیات کی قوت نمو میں کافی مدد ملیگی۔

سبز کھاد۔ نباتات سے کھاد بنانے کے لئے سررشتہ جنگلات کوشش کر رہا ہے۔ چنانچہ پیرکرٹ تعلقہ آرمور ولوئی بیٹھ تعلقہ نظام آباد میں ۱۳۴۷ف سے سبز کھاد کی تیاری کے عملی تجربے ہو رہے ہیں۔

نمائش

سب سے پہلی نمائش مقامی ضلع کی ۱۳۳۳ف میں بمقام جاترا کنٹیشر

بزمانہ نواب تقی یار جنگ مرحوم تعلقدار وقت مختصر پیمانہ پر قائم کیگئی تھی ۱۳۴۷ف میں قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار کی سرپرستی میں محمد طاہر صاحب صدیقی دوم تعلقدار کی توجہ سے بمقام باغ عام نہایت شاندار و کامیاب طریقہ پر نمائش مصنوعات ملکی قائم کیگئی تھی۔ جس میں ملک سرکار عالی کے اکثر شعبہ جات صنعتی نے حصہ لیا تھا۔ اس کا افتتاح راجہ شامراج بہادر صدر المہام نے فرمایا۔

مدرسہ صنعت و حرفت

۱۳۱۶ف میں بربنار تحریک عماد الملک مرحوم برزو جنگ تعلقدار وقت نے اس مدرسہ کی بنیاد اُس عمارت میں رکھی جہاں پر سابق دفتر اول تعلقداری جو ایک وسیع کمپونڈ اور متعدد عمارتوں پر مشتمل تھا۔ اس کے اخراجات کے لئے صیغہ لوکلفنڈ سے پانچہزار روپیہ بطور امداد دلوائے گئے۔

سب سے پہلے مسٹر کالٹے دی ری اور اس کے بعد مسٹر پادھے من بعد محمود علی صاحب مدرسہ پر مہتمم مقرر ہوئے۔ بزمانہ محمود علیصاحب مہتمم ایک مختصر سا بورڈنگ بھی قائم کیا تھا۔

مدرسہ میں نجاری بید بافی آہنگری۔ کساری۔ اور ڈرائنگ کی مستقل تعلیم ہوتی تھی۔ قالین بافی۔ شطرنجی بافی۔ پارچہ بافی۔ اور کاغذسازی وغیرہ فنون بھی سکھلائے جاتے تھے۔ ۱۳۲۴ف میں مسٹر کیلکر مہتمم کا یہاں پر تقرر ہوا۔ اس کے بعد ضمیر الحسن صاحب ۱۳۳۶ف میں آگئے اور ۳۸ء میں نواب حسن علی خان صاحب و نیز عبد الرزاق صاحب بحیثیت منتظم

کارگزار ہوئے اول الذکر کا سلسلہ ختم ہوگیا اور ثانی الذکر اس وقت تک کارگزار ہیں۔

سنہ ۱۳۲۰ف سے پہلے یہاں پر کوئی نصاب تعلیم فنی موجود نہ تھا۔ مسلسل بارہ بارہ سال لڑکے فنی تعلیم پاتے اور مختلف فنون میں دست گاہ حاصل کرتے۔ لیکن عموماً ڈرائنگ کے امتحانات کے جانب خاص توجہ کیجاتی تھی قاضی فضل الدین احمد صاحب ڈرائنگ ماسٹر عرصہ تک فرائض تعلیمی انتہائی حسن توجہ سے انجام دیتے رہے۔ مہتمم محمود علی صاحب۔ اور قاضی صاحب موصوف کی دلچسپیوں نے سنہ ۱۳۲۰ف تک اس مدرسہ کو کامیاب رکھا۔ چنانچہ آج سررشتہ تعلیمات میں اکثر ڈرائنگ ماسٹر اسی مدرسہ کے فارغ کارگزار ہیں۔ (مصنف نے بھی ۱۹ف میں ڈرائنگ کی تعلیم پائی ہے) سنہ ۱۳۲۹ تک مدرسہ کی حالت قابل افسوس رہی ۳۰ف میں جب کہ یہ مدرسہ سررشتہ لوکلفنڈ سے علاقہ شاہی میں منتقل ہوا تو صرف چار فنون کو باقی رکھا گیا۔ یعنی فن نجاری۔ بید بافی۔ آہنگری۔ کساری۔ ما بقی تمام شعبہ جات ختم کردے گئے ونیز مدرسہ تحتانیہ علاقہ لوکلفنڈ کو بھی برخاست کردیا گیا۔ (مصنف نے تحتانیہ تعلیم ونیز ڈرائنگ کی تعلیم کے لئے حکومت کو اکثر مرتبہ توجہ دلائی کہ مدرسہ صنعت وحرفت میں یہ دونوں شعبہ بیحد ضروری ہیں۔ چنانچہ میکنزی اسکیم ملک میں زمانہ قریب میں رونما ہوگی) سنہ ۱۳۴۰ف سے نصاب تعلیمی کا سہ سالہ تعین کیا گیا۔ اور سنہ ۱۳۴۲ف میں اس کو چارسال قرار دیا گیا۔ شرکت کیلئے عمر ۱۲ سالہ کی قید عاید کیگئی نصاب کے لحاظ سے فنی تعلیم کے مدارج طے

کرنے کے بعد سند (یعنی ڈپلوما) دیجاتی ہے ۔

دور جدید کے نتائج تعلیم حسب ذیل ہیں

صراحت فن	تعداد فارغ التحصیل				کیفیت
	سنہ ۴۴	سنہ ۴۵	سنہ ۴۶	سنہ ۴۸	
سنجاری	×	۳	۳	۴	نوٹ ۔ سنہ ۱۳۴۷ف میں نصاب چار سالہ ہو(نے) کی وجہ نتیجہ برآمد نہ ہوسکا
بیدبافی	×	۳	۱	×	
آہنگری	۱	۴	×	×	
کساری	×	۱	۱	۱	

طلباء کو وظائف سال اول عصر دوم دو روپیہ سوم تین روپیہ چہارم چار روپیہ ماہانہ دئے جاتے ہیں ۔ اس طرح سالانہ (ا صما) اس مد میں خرچ ہوتے ہیں۔ حصول تعلیم کے بعد طلباء فنی ملازمت پر اکثر و بیشتر مامور ہوتے ہیں ۔ بہت کم ذاتی حیثیت سے پیشہ کو انجام دیتے ہیں۔ پیشہ کے مقابل ملازمت کو ترجیح دیجاتی ہے ۔ چنانچہ میں نے ایک ایسے طالب علم سے جس نے کامل بارہ سال اس مدرسہ میں کساری ڈرائنگ ، سناری سینگ کا کام وغیرہ سیکھا تھا ۔ ذاتی کام کرنے کے لئے بارہا کہا لیکن ایک طرف پست ذہنیت نے دوسری طرف افلاس کے خوفناک دیوتا نے اس کو (عہ) کی ملازمت پر قانع بنادیا ۔ بہرحال تعلیم کے ساتھ ذہنیت کی تربیت بھی ہونی چاہیئے ۔ گو عبدالرزاق صاحب موجودہ منتظم ان خیالات کو ذہن نشین

کراتے رہتے ہیں مگر ماحول طلبار کو اِس طرف رجوع ہونے نہیں دیتا رفتار زمانہ ماحول کو بدلنے کے لئے تیار ہے۔ جس کے بعد مدرسہ کا اصلی مقصد ظاہر ہوگا۔

۱۳۴۷ف میں طلبار کی تعداد حسب ذیل رہی۔

شعبہ	سال اوّل	سال دوم	سال سوم	سال چہارم	جملہ
نجاری	۲۰	۷	۶	۴	۳۸
جلد بانی	۳	۵	۰	۰	۸
آہنگری	۴	۱	۴	۲	۱۱
کساری	۹	۰	۰	۰	۹

اسٹاف مدرسہ ۱۳۴۷ف میں حسب ذیل رہا۔

نام	عہدہ	تنخواہ	نام	عہدہ	تنخواہ
عبدالرزاق صاحب	منتظم	ماہ عـــہ	مسٹر پا نیا	مددگار اوّل نجاری	ہی مـــہ /۸/
سید محمود صاحب حجی		ہی مـــہ /۸/	مسٹر حیدر یا	ماسٹر کساری	صـــہ
مسٹر دہن کوٹی پلی	ماسٹر نجاری	صـــہ	مسٹر مانیکم	ماسٹر آہنگری	ســـہ
ماسٹر نجاری	”	”	عبدالرحمن صاحب	ماسٹر ڈرائنگ	عـــہ

مسٹر با بینا سنجاری یہاں ۱۳۱۶ف سے کارگذار ہیں جو سب سے سینیر ہیں عبد الطیف صاحب سابق ماسٹر سنجاری بہترین فن دان تھے جنہوں نے دو چوبی تخت انتہائی صنعت کے ساتھ بارگاہ خسروی میں پیش کرنے کی عزت حاصل کی تھی۔

موازنہ۔ شاہی میں مدرسہ آنیکے بعد سے سالانہ موازنہ (سہ ہزار سے) روپیہ منظور ہوا۔

۱۳۴۷ف میں تیاری اشیاء کا خرچ (الکمہ ہے) روپیہ ہوا تھا۔ جس سے (سمالہ للعہ) کے اشیاء تیار ہوئے اور اسی سال (سمالعہ) کا مال فروخت بھی ہو گیا فی الوقت مدرسہ بودھن روڈ پر ایک کرایہ کے کشادہ مکان میں ہے۔ چونکہ قدیم عمارت بوسیدہ ہو چکی تھی۔ اسلئے اس کو چھوڑنا پڑا۔ یہہ تبدیلی مہر ۱۳۴۸ف میں عمل میں آئی۔

بلحاظ حالات مقامی۔ خیاطی۔ رنگریزی۔ سادہ کاری۔ ریڈیو موٹر میکانیکی وغیرہ شعبہ جات کو قایم کیا جا سکتا ہے۔ جس سے اہل ملک کو کافی فائدہ پہونچے گا۔ کہا جا سکتا ہے کہ موجودہ منتظم عبد الرزاق صاحب کی حسن کارگذاری نے بمقابلہ پہلے کے مدرسہ کی حالت کو کچھہ بہتر بنالیا ہے۔ اگر ذمہ دار عہدہ داران مقامی و سربرآوردہ مقامی حضرات کی توجہ ہو جائے تو یہ ایک کامیاب مدرسہ ہو سکتا ہے خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب قوت خانہ برقی بھی نظام آباد میں قائم ہو چکا ہے۔ جس کے بعد کوئی رکاوٹ ترقی میں نہیں ہے ضرورت ہے کہ حکومت نظام آباد کی بڑھتی ہوئی ترقیوں کے مدنظر اس مدرسہ پر فوری توجہ فرمائے

باب ۱۳

تجارت

زمانہ قدیم کے حالات اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ یہاں کی تجارت مسلمانوں کے قبضہ میں تھی۔ کیوں کہ کاغذسازی عطریات۔ پارچہ بافی۔ رنگ سازی۔ اور درآمد کی تجارت یہ مسلمانوں کا آبائی پیشہ تھا جس پر اُن کو ناز تھا۔ (لیکن تجارت سے آج مسلمانوں کو عار ہے ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بہ کجا۔ اس کے نتائج بھی افلاس و فاقہ کشی کے عذاب میں مبتلا ہو کر وہ جھیل رہے ہیں۔ مگر عقل نہیں آئی۔ تاہم فی زمانہ کچھ آنکھ کھلی ہے۔) نزل سے نولکھا سوداگروں کا ایک خاندان یہاں پر آباد ہونے کا پتہ چلتا ہے کیونکہ یہ ایک عالم طور پر مشہور ہے کہ قدیم قبرستان کے مقبرہ اسی خاندان کے ہیں۔ جو اپنے تنزلی و اختتام کو زبان حال سے آج بھی بیان کر رہے ہیں۔ تاریخ نزل سے بھی نولکھا خاندان کا پتہ ملتا ہے ف ۱۱۹۹ھ قاضی محمد محسن یہاں کے لکھپتی اور بڑے تاجر تھے

ف۱۔ نزل سے ایک خاندان سادات کا اندور کو ہجرت کیا تھا۔ جو بہت متمول تھا غالباً یہی خاندان نولکھا سے مشہور ہوا۔ اور اسی نے یہاں فروغ حاصل کیا۔

گنبد شابی بی کی۔ اتفاقی سند سے قیاس غالب ہے کہ یہ اسی سلسلہ کا گنبد ہے۔ جس کے سلسلہ خاندان میں اس وقت سید احمد الدین انعامدار موجود ہیں۔ یہ سند بنام میر ولایت علی ۱۲۷۲ھ میں مجدداً جاری ہوئی تھی اسی سند میں فتح اللہ بیابانی عرف

باوجود اس گری ہوئی حالت کے اس وقت بھی یہاں پر مسلمان تاجر کچھہ نہ کچھہ ضرور موجود ہیں۔ جن میں فی الوقت محمد امین سوداگر پارچہ کا خاندان جو نظام آباد کا متوطن ہے اور سید قادر صاحب مرحوم سوداگر جن کے فرزند سید یوسف صاحب بی۔ اے ایل ایل بی وکیل اور سید محمد صاحب وکیل متوطن نظام آباد گنج کی بڑی مسلم دکان ولی محمد حاجی موسیٰ سیٹھان۔ آڑھتی تجارت جلال میاں کی ہے۔ اور تمام اپنی تجارتی کاروبار و سرمایہ داری میں مشہور ہیں۔

تجارتی منڈی صوبہ میدک میں اسی ضلع کو قرار دیا جاسکتا ہے خصوصاً نظام ساگر کی وجہ کثرت پیداوار۔ اور کارخانہ شکرسازی کا قیام مستقبل قریب میں تمام ممالک محروسہ سرکار عالی میں اس ضلع کو تجارتی منڈی بنا دیگا۔ درآمد و برآمد کے اعداد باب (۸) کے دیکھنے سے ظاہر ہونگے

محبوب گنج ۔ میں (۸۰) دکان تھوک فروشی کے ہیں۔ جس کی تجارت کا سالانہ اندازہ یک کروڑ کے قریب قریب ہے۔ یہ گنج نظام آباد کا سب سے بڑا گنج ہے بزمانہ برزدجی تعلقدار المخاطب بیرزو جنگ سنہ ۱۳۱۶ ف میں بنا۔ جس کا افتتاح سر مہاراجہ یمین السلطنت کشن پرشاد بہادر مدارالمہام ریاست نے اپنے مبارک ہاتھوں فرمایا۔ اور اسکو بادشاہ وقت کے نام سے موسوم کیا۔ اس گنج کی تیاری میں ایک لاکھ ساٹھہ ہزار کے مصارف ہوئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۲۔ شاہ بیابانی کا ذکر ہے لیکن ان کے مزار کا کوئی پتہ مجھکو نہیں ملا ہولف۔

ت ۲ ۔ ملاحظہ ہو باب مشاہیر۔

یہاں پر مسلم تاجروں میں سب سے پہلے عبداللہ بیر محمد مرحوم کچی کی دوکان قائم ہوئی۔ اور اسوقت حاجی ولی محمد حاجی موسیٰ سیاں کے کاروبار تجارت بڑے پیمانہ پر ہیں۔ مارواڑی حضرات میں سب سے پہلے جھبرلال جی نے ۱۳۱۲ف میں یہاں پر دکان قائم کی۔ اور آج بھی ان کے کاروبار جاری ہیں۔ یہ ابتدا سے گنج کے معلومات رکھتے ہیں اور بلحاظ عمر و تجربہ گنج کمیٹی کے صدر ہیں مارواڑی قوم کے تجار ہیں دیوان بہادر رام گوپال کے کاروبار گری۔ اور گنج میں بنکٹ لال بدری نارائن کی دکان اڑتھ بڑے پیمانہ پر ہے۔ ملکی حضرات میں ڈہل ریڈی گنگا ریڈی کی دکان گنج میں اعلیٰ تجارت کی حامل ہے۔ ڈہل ریڈی گنگا ریڈی دو نو بھائی ہیں جو بانسواڑہ کے وطندار ہیں۔

بودھن۔ کی بڑھتی ہوئی تجارت کے مدنظر ۱۳۴۲ف میں ایک گنج کی بنیاد قاضی زین العابدین صاحب کے زمانہ میں رکھی گئی۔

کاماریڈی۔ فرحت اللہ صاحب دوم تعلقدار کی حسن سعی سے یہاں بھی ۱۳۴۲ف میں ایک گنج قائم ہوا ہے۔

بازار ہفتہ واری۔ ۱۳۰۸ف میں جن مقامات پر بازار تھے۔ انمیں سے اکثر ٹوٹ گئے۔ برائے نام بازار تھے۔ لیکن ان میں سے اکثر بازارات کو از سرنو کامیاب تجارت گاہیں بنا دیا گیا۔

۱۳۰۸ف کے بازارات اور ان کے ایام مقررہ کی تفصیل حسب ذیل ہے

نام بازار	یوم بازار	زمانہ قیام		نام بازار	یوم بازار	زمانہ قیام
۱۔ قصبہ اندور	پنجشنبہ	نواب سراب نواز جنگ		۲۔ نوی پیٹھ	چہارشنبہ	آقا محمود علی تحصیلدار
				۳۔ سرناپلی	"	حسب سابق

نام بازار	یوم بازار	زمانہ قیام
۴ - گندارم	چہارشنبہ	حسب سابق
۵ - بودہن	جمعہ	آغا شیخ علی رضا تحصیلدار
۶ - گوور	چہارشنبہ	حسب سابق
۷ - رودرور	شنبہ	آغا شیخ علی رضا
۸ - آرمور	"	"
۹ - کوتور	یکشنبہ	حسب سابق
۱۰ - جیگل	دوشنبہ	حسب سابق
۱۱ - بانسواڑہ	پنجشنبہ	"
۱۲ - گتیہ	دوشنبہ	"
۱۳ - بھکنور	شنبہ	"
۱۴ - اسکاریڈی	پنجشنبہ	حکیم عزت اللہ دوم تعلقدار
۱۵ - رنگم پیٹھ	چہارشنبہ	حسب سابق
۱۶ - سداسیونگر	جمعہ	"

ان مقامات پر مختلف مقامی ضروریات کے اشیاء اور خام پیداوار آتی اور فروخت ہوتی ہے - مولف کے اندازہ میں ہفتہ وار تجارت کا اوسط ان بازاروں کا کسی حال میں چالیس ہزار سے کم نہیں ہوسکتا - اسطرح سالانہ چالیس لاکھ کی یہ تجارت گاہیں قرار دیجاسکتی ہیں۔

اجناس روغندار کی پیداوار - ضلع میں روغندار اجناس کی پیداوار کا اندازہ ۱۳۴۷ف میں حسب ذیل تھا -

نام جنس	مقدار
تل	۲۴ ہزار من
سیاہ تل	۶ ہزار من
السی	۱۲ ہزار من
کرڈ	ایک ہزار من
ارنڈی	۵ ہزار من
ولایتی مونگ	(۸) ہزار من

(نوٹ) تجارتی نقطہ نظر سے دیگر پیداوار باب مالگذاری بعنوان ابواب ہراجی ملاحظہ ہوں۔

نرخ اجناس - اوسط نرخ اشیاء یحتاج کے اعداد حسب ذیل ہیں -

نام جنس	قیمت فی روپیہ ۱۳۰۸ف میں	قیمت فی روپیہ آخر ۱۳۲۴ف میں
عمدہ باریک چاول	۱۰½ آثار	(۵) آثار
موٹے چاول	۱۶½ "	(۸) "
جوار	۳۲ "	(۱۰½) "
تور	۱۰ "	(۹½) "
نخود	۸½ "	(۸) "
گیہوں	۸ "	(۸) "
ماش	۱۲ "	(۷) "
تل	۱۱ "	(۵½) "
گھی خالص	۱½ آثار	(۱) "
قند سیاہ یعنی گڑ	۵ "	(۴) "
شکر	۴½ "	(۳) "

تعہدات و متاجری - سمیات کا تعہد ۱۳۰۲ف میں (حسابیہ) کو دیا گیا تھا۔ اور ۱۳۰۴ف میں (سمیہ ساہوکار) پر یہ معاملہ مراج ہوا۔ باربرداری ہٹی - مارکٹ ہٹی - سنخ ہٹی - کوب ہائے جنگلات اور برگ آبنوس کے تعہدات کا ہراج بھی اس ضلع میں اچھی قیمتوں پر ہوا کرتا ہے۔ خصوصاً برگ آبنوس و جنگلات کی مانگ گران قدر ہے لکڑی کے بیوپار کرنے والے سید عبدالقیوم صاحب و ضیاء الدین صاحب و چندر بہان سنگھ صاحب و محمد علی صاحب وغیرہ متاجران جنگلات ہیں۔

بنکنگ

صدر بنک امداد باہمی نظام آباد۔ بزمانہ نواب تقی یار جنگ دی ۱۳۳۲ف میں اس بنک کا قیام عمل میں آیا جس کا مجوزہ سرمایہ دو لاکھ روپیہ قرار دیا جا کر فی حصہ ایک صد روپیہ کا مقرر کیا گیا۔ بغور افتتاح (مبلغ ۱۱۶) کے حصص فروخت ہوگئے فی الوقت اس کا سرمایہ حصص فروخت شدہ (۲۰۰) ہے۔ اور سرمایہ وصول شدہ کی مقدار (لو) روپیہ ہے اور مد محفوظ میں (۲۰۶۵ روپیہ) روپیہ جمع ہیں۔

ختم ۱۳۴۷ف تک اراکین شخصی کی تعداد (۱۱۶) اور انجمن ہائے ذیلی (۷۶) اور ایک شہری بنک اس بنک کے تحت کام کررہے ہیں اس بنک کی بہترین خصوصیات یہ ہیں کہ بوقت آغاز کاروبار بنک نے (۵۴۰۰) روپیہ کا قرض حاصل کیا تھا وہ اندرون پانچ سال ادا کرنے کے بعد اب تک اس نے قرض حاصل نہیں کیا بلکہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوا کاروبار چلایا جا رہا ہے۔ بحالت موجودہ زیر استعمالی سرمایہ کی تعداد (مبلغ) ۱۳۴۷ف میں رہی اس بنک کے اعزازی معتمد ابتدا ہی سے مسٹر کاشی راؤ صاحب وکیل ہیں۔ جن کے حسن انتظام کے متعلق سررشتہ اور بورڈ بنک ہر رپورٹ میں مشکور نظر آتے ہیں۔ اس بنک کے قیام میں مسٹر لچھی نارائن انسپکٹر سید محمد مہدی المخاطب مہدی یار جنگ کی خاص دلچسپیوں کو دخل ہے

بنک بانسواڑہ ۔ تعلقہ بانسواڑہ میں بھی ایک بنک قائم ہے جس کا سرمایہ معہ امانت (۳۴۸۶ کی للعہ) ہیں ۔ یہ بنک ہر قسم کی انجمنوں کو قرض دیا کرتا ہے ۔

شہری بنک ۔ ۱۳۳۶ف میں مسٹر لچھمی نارائن انسپکٹر انجمن ہائے امداد باہمی کے حسن سعی سے ایک شہری بنک کا قیام عمل میں آیا ۔ ابتداً اس کا عدم وجود یکساں رہا ۔ ۱۳۴۲ف میں پھر زندگی کے آثار نمایاں ہوئے ۔ اسوقت اس کا سرمایہ (سہ لاکھ) ہے ۔ اس کے میر مجلس جلال الدین صاحب وکیل تھے فی الوقت سید شرف الدین صاحب وکیل فرائض میر مجلسی انتہائی دلچسپی سے انجام دیتے ہیں ۔

امپیریل بنک ۔ ۱۳۴۷ف میں امپیریل بنک کی ایک شاخ یہاں قائم ہوئی ۔ جو اپنے کاروبار انجام دیتی ہے ۔

انجمن تجارت پیداوار ۔ یہ دوکان ایک لاکھ روپیہ سرمایہ رعایا سے محبوب گنج میں قائم ہوئی جو بحساب فی حصہ (صہ) بتیس ہزار حصص پر مشتمل ہے ۔ بوقت قیام سررشتہ زراعت نے بھی تعاون عمل کے وعدہ کئے تھے ۔ اسی امید پر کام شروع کر دیا گیا ۔ اس کا افتتاح بروز دیوالی ۱۳۴۴ف محمد فرحت اللہ صاحب دوم تعلقدار کے ہاتھ سے ہوا ۔ لیکن ابتدائی کاروبار آگے نہ بڑھ سکے قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار کے حسن سعی سے ۱۳۴۶ف میں اس کے کاروبار آغاز ہوئے ۔ نہایت کامیابی کے ساتھ یکساں جاری ہے ۔ ملک سرکار عالی کے لئے یہ ایک نمونہ کی انجمن ہوگی

جہاں رعایا اپنی پیداوار کو محفوظ کر کے منافع حاصل کر سکیگی۔ اس غرض کے لئے مختلف اسکیم زیر غور ہیں ۔ اس دوکان کا اعزازی معتمد ناچیز مولف ہی کو مقرر کیا گیا ہے۔ اسی قسم کی ایک انجمن بانسواڑہ میں بھی قائم ہے ۔

سررشتہ زراعت نے ابتک تو اس انجمن سے کوئی تعاون عمل نہیں کیا نہ معلوم آیندہ کیا صورت ہوگی۔ کوئی قابل اطمینان مینجنگ ڈایرکٹر نہ ملنے کی وجہ سے نیز سرمایہ کی کمی کے باعث حالات موجودہ یاس انگیز نظر آتے ہیں

تجارت شکر ۔ کارخانہ شکرسازی کی وجہ نظام آباد کی تجارت عنقریب ملک سرکار عالی میں واحد مرکز قرار پائیگی۔ (مفصل حالات ملاحظہ ہوں باب صنعت وحرفت کارخانہ شکرسازی۔)

باب ۱۴

طبابت وحفظان صحت

دواخانہ انگریزی

سنہ ۱۳۰۹ ف میں سب سے پہلا دواخانہ قایم ہوا۔ اور ڈاکٹر مسٹر قمرالدین کا تقرر دواخانہ پر ہوا۔ جن کے تحت ایک کمپونڈر اور ایک چیچک برار تھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ دواخانہ کے قیام کے ساتھہ ہی عوام نے توجہ کی کہ پہلے ہی سال مرضا کی تعداد (۲۹۱۳۰) ہوگئی اور (۲۱۲) بچوں کو ٹیکہ اندازی ہوئی۔

فی زمانہ ہر تعلقہ پر ایک سب اسٹنٹ سرجن اور مستقر ضلع پر ایک سیول سرجن اور ایک اسٹنٹ سرجن ایک سب اسٹنٹ سرجن مقرر ہیں۔ اس کے علاوہ حفظان صحت کے لئے دورہ کنان اسٹنٹ سرجن بھی ہیں۔ مستورات کے لئے ایک لیڈی سرجن مستقر ضلع کے دواخانہ پر متعین ہیں۔ جن کے ذمہ زچگی خانہ کے فرائض بھی ہیں۔ و نیز مرکز بہبودی اطفال کے نگرانی بھی لیڈی سرجن ہی کے ذمہ ہے۔

آلات جراحی و بستر۔ ۱۳۴۵ف میں ڈاکٹر یم۔ بی۔ داور صاحب سیول سرجن کی کوشش سے آلات جراحی و نیز پلنگ وغیرہ حاصل کئے گئے۔ اس طرح تمام ضروری آلات دواخانہ میں موجود ہیں۔

عمارت۔ دواخانہ کی عمارت ۱۳۳۶ف میں (للعہ عـــہ) کی لاگت سے تیار ہوئی۔ اس عمارت میں (۱۶) بستروں کی گنجائش ہے۔ اس کا افتتاح ڈاکٹر قطب الدین صاحب مرحوم نے کیا کوئی اسپشل کمرہ نہیں ہے۔ و نیز تقریباً (۲۴) بستر مرضاء کے اکثر یہاں پر نظر آتے ہیں بحالت مجبوری ورانڈے وغیرہ میں مرضاء کو رکھنا پڑتا ہے۔

زچگی خانہ کی عمارت ۱۳۴۶ف میں اور مرکز بہبودی اطفال کی ۱۳۴۷ف میں مکمل ہوئی۔

امراض وبائی

طاعون۔ بلحاظ آب و ہوا جراثیم پلیگ نظام آباد میں فنا ہو جانے کا یقین ڈاکٹروں کو ہو چکا تھا۔ اس لئے ۱۳۱۴ف سے اس مقام پر قرنطینہ قائم کیا گیا تاکہ حیدرآباد متاثر نہ ہو۔ لیکن بارہ سال کے اندر ہی

قدرت نے انسانی خیالات کو غلط ثابت کر دیا یعنی ۱۳۲۶ ف میں یہاں اس شدت کا طاعون آیا کہ روزانہ پچاس تک اموات کی تعداد پہنچ گئی اس کے بعد پھر کئی مرتبہ اس کا دورہ رہا آخری دورہ ۱۳۲۸ف میں ہوا اس کے بعد سے آج تک اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔

انفلوئنزا۔ ۱۳۲۸ ف میں یہ وبا عالمگیر رہی اور یہاں بھی سکانی اثرات رہے قیامت صغرا کا نمونہ سامنے تھا۔

ہیضہ۔ ۱۳۲۹ ف میں اس کا دورہ اچانک ہوا۔ غالباً منبع آبنوشی کی بے احتیاطی نے ایک دم اس وبا کو اچھالا لیکن مسٹر ایچ شاہ خیالی پائی تعلقدار نے رات دن محنت شاقہ برداشت کر کے ادویات کی آمیزش سے جراثیم کو دور کیا۔ اور اللہ کے فضل سے یہ وبائی مرض دور ہوا۔ روزانہ چالیس پچاس اموات تک تعداد پہونچ چکی تھی۔

ملیریا۔ ۱۳۳۰ ف تک اس مرض کو نظام آباد میں کوئی خاص اہمیت نہ تھی۔ البتہ یلاریڈی میں مچھروں کی کثرت کے باعث ملیریا کے غیر معمولی اثرات تھے اسی لئے دوئل بلاریڈی (یعنی مچھروں کی یلاریڈی) سے یہ مقام معروف تھا۔ نہر نظام ساگر کی روانی کے بعد سے مچھروں کی کثرت ہو گئی۔ خصوصاً نظام آباد میں مغرب کے بعد ان کا حملہ شروع ہو جاتا ہے اور تمام رات انسان کو کرب و بے چینی میں مبتلا رکھتا ہے ۱۳۴۵ف میں قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار نے تحریک کی کہ بنگالی تنگہ یہ ایک آبی نباتات مثل کنول کے ہے جو سطح آب پر نشو نما پاتا ہے۔ اس کا پتہ چوڑا ہوتا ہے۔ اور بالکل پودے کے مماثل اس کا پھول

بہت ہی خوبصورت اور نازک مثل مور کے پروں کے نقش و نگار رکھتا ہے۔ پتوں کا رنگ گہرا سبز اور پھول کا سنی رنگ کا اور اس میں زرد و نیلا نقش و نگار۔ اور پودے میں پانی دھو ابھرے رہتے ہیں۔ اُس کی جڑیں بہت لمبی اور گنجان ہوتی ہیں۔ میں نے دیکھا ہے کہ جہاں اس کی کثرت ہوتی ہے اس پر دو دو آدمی کھڑے ہونیکے بعد بھی معہ وزن کے تیرتا ہے کہتے ہیں سب سے پہلے یہ بنگال میں نمودار ہوا۔ اسی لئے اس کا نام بنگالی تنگہ ہو گیا) زیر نہر مواضعات میں بکثرت ہو گیا ہے اس سے نہ صرف ملیریا کے مچھروں میں اضافہ ہو رہا ہے۔ بلکہ پیداوار کے لئے بھی مضرت کا باعث ہو گیا ہے اور نہر کے لئے بھی نقصان دہ ہو جائے گا۔ اس کے فنا کرنے کے لئے تا وقتیکہ بنگال کی تقلید میں تعطیل دیکر ملازمین سرکار و رعایا کو تعاون کا موقع نہ دیا جائے۔ اس کا فنا ہونا ناممکن ہے"۔ چنانچہ ۱۳۴۰ف میں یہ تحریک (۵) سال کیلئے منظور ہوئی۔ اور ہر سال ماہ اردی بہشت میں ۲۹ و ۳۰ تاریخ ضلع نظام آباد کے لئے تعطیل عام دیدی جاتی ہے جس میں تمام عہدہ دار ملازمین رعایا زراعت پیشہ خوش باش بموجب نظام العمل تمام ضلع میں پھیل جاتے ہیں۔ اور رعایا کے ساتھ بلکہ اپنے ہاتھوں سے کام کرتے ہیں۔ اس طرح تین سالہ سعی عمل کا نتیجہ یہ ہوا کہ لاکھوں بنڈی مقدار کو فنا کر دیا گیا۔ خدا کرے کہ اس خوبصورت بلا سے جلد نجات ملجائے۔

اس کے علاوہ افسر حفظان صحت بھی اپنی اسکیموں کو برابر آگے

بڑھ رہے ہیں۔ خیال ہے کہ ڈرینج کی تیاری کے بعد مستقر نظام آباد میں توامن ہو جائے گا۔ خدا کرے کہ ایسا ہو۔ لیکن نہر کی وجہ کثرت آب جو تمام ضلع کو مرطوب بنا رہی ہے۔ آخر اس کے نتائج کیا ہونگے؟

اسمار سیول سرجن متعینہ دواخانہ نظام آباد۔

نمبر شمار	اسمار سیول سرجن	سنہ	نمبر شمار	اسمار سیول سرجن	سنہ
۱	ڈاکٹر قمر الدین صاحب	سنہ ۱۲۷۹ ف	۱۰	ڈاکٹر رضا خانصاحب	سنہ ۱۳۲۶ ف
۲	〃 محمد اسمٰعیل صاحب	سنہ ۱۳۰۳ ف	۱۱	〃 ڈیویٹ صاحب	۰
۳	〃 سید محی الدین صاحب	سنہ ۱۳۰۶ ف	۱۲	〃 قطب الدین صاحب	۰
۴	〃 جے رام صاحب	۰	۱۳	〃 قاضی احمد صاحب	۰
۵	〃 میری صاحب	۰	۱۴	〃 گرفے صاحب	۰
۶	〃 محی الدین شریف صاحب	۰	۱۵	〃 نیکٹ چند صاحب	۰
۷	〃 شافرڈ صاحب	سنہ ۱۳۲۱ ف	۱۶	〃 کریم عباس صاحب	۰
۸	〃 نائنڈ صاحب	۰	۱۷	〃 یم بی داور صاحب	۰
۹	ڈاکٹر لطیف سعید صاحب	سنہ ۱۳۲۶ ف	۱۸	〃 ریاض علی صاحب	۰

ڈاکٹر یم۔ بی داور کا تقرر جدید مہر سنہ ۱۳۴۳ ف میں ہوا۔ لیکن وہ بہت جلد عوام میں ہر دلعزیز ہو گئے۔ کیونکہ انتہائی احساس فرض کا ثبوت دیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر موصوف کے اکثر اپریشن دیکھنے کا مجھ کو اتفاق ہوا (اس لیے کہ میں تقریباً ڈیڑھ ماہ دواخانہ میں زیر علاج تھا) فیصدی (۹۵) کامیاب نظر آئے۔ مرضار دواخانہ کے ساتھ آپ کا

عسہ۔ درمیانی سلسلہ نہ مل سکا۔ ڈاکٹر محمد اسمٰعیل صاحب انچارج مجلس کیجی تھے۔

سلوک بہت اچھا دیکھا گیا۔ دواخانہ کی چمن بندی بھی انہیں کی حسن توجہ کا ثبوت ہے۔ ڈاکٹر داور صاحب کے تبادلہ کی وجہ ڈاکٹر ریاض علی خاں نے سیول سرجنی کا جائزہ لیا۔ یہ بھی خوش اخلاق ہمدرد انسان ہیں۔ ۱۳۴۶ف میں سیاسی قیدیوں کی وجہ نظام آباد کا جیل غیر معمولی انتظام کا طالب ہو گیا تھا۔ قیدیوں کی تعداد ہزار تک پہونچ گئی۔ بحیثیت مہتمم جیل ڈاکٹر صاحب موصوف کے حسن انتظام سے سیاسی قیدیوں کا انتظام اچھا رہا۔ باوجود اس مصروفیت کے آپ عوام کی جانب بھی ہمہ تن متوجہ رہتے ہیں۔ اور انتہائی ہمدردی سے پیش آتے ہیں اسسٹنٹ سرجنوں میں ڈاکٹر خلیل۔ ڈاکٹر جٹ کر۔ ڈاکٹر دور اسوامی ڈاکٹر ایم۔ ایس گنیش نے نظام آباد میں انتہائی ہر دلعزیزی حاصل کی خصوصاً دو آخر الذکر ڈاکٹر دل کو جراحی میں خاص مہارت تھی۔ ان کو اب تک نظام آباد کی پبلک یاد کرتی ہے۔ لیڈی ڈاکٹر کا تقرر ۱۳۳۴ف میں ہوا۔ ۱۳۳۵ف میں مس فیا نیکا لیڈی ڈاکٹر آئیں۔ مس صاحبہ نے ایسے بہترین اخلاق و ہمدردی کا نمونہ پیش کیا کہ ہر انسان آپکا گرویدہ و زیر بار احسان نظر آتا تھا۔ افسوس کہ دی ۱۳۴۴ف میں اس نوجوان خاتون کا اچانک انتقال ہو گیا۔ جس پر نظام آباد کا بچہ بچہ متاسف نظر آتا ہے۔ ۱۳۴۷ف میں مسز اطہر لیڈی سرجن یہاں پر آئیں یہ ایک مسلم خاتون ہیں جو بیحد خلیق و ہمدرد فرض شناس ہیں۔ پردہ کا خیال رکھتی ہیں۔ صرف فرائض کے وقت باہر نکلتی ہیں۔

لنگنا چیراسی - بیالیس سال سے فرائض تیمارداری انجام دیتے ہوئے یہ ایک اچھا جراح ہوگیا ہے - اور تمام نظام آباد اس کا گرویدہ ہے لنگنا کا ایک لڑکا امتحان ڈاکٹری میں کامیابی اور تقرر کے بعد مجنون ہوگیا - دوسرا لڑکا اعلیٰ تعلیم پا رہا ہے - باوجود ذات کا بھوئی ہونے کے لنگنا کے اولاد کا صاحب تعلیم ہونا اور خود لنگنا کا منکسر المزاج - اطاعت گذار رہکر ایاز قدر خود بشناس" کے مقولہ پر کاربند رہنا - قابل ذکر ضرور ہے -

خانگی ڈاکٹر - ڈاکٹر صوبہ دار ڈاکٹر - ابھنکر بھی خانگی پراکٹس کرتے ہیں - اول الذکر نظام آباد میں سینیر ہیں -

دار المجذدین - ۱۳۰ ف میں بمقام کنٹشرنظام آباد مستقر سے ڈیڑہ میل فاصلہ پر ویل سن مشن کا قیام عمل میں آیا - اور ڈچیلی کی آب و ہوا کے مد نظر ۱۳۲۱ ف میں بزمانہ نواب سہراب نواز جنگ قیام دار المجذدین کی تحریک ہوئی اور ۱۳۲۵ ف م ۱۹۱۶ عیسوی میں اس کا قیام عمل میں آیا سرکار عالی نے علاوہ بیش قرار امداد کے (۷۰) ایکر اراضی بلا قیمت و معافی محاصل مشن مذکور کو عطا فرمائی ۱۹۲۱ عیسوی میں (۵) وارڈ بیماروں کے لئے تھے - اور خانگی مریضوں کیلئے دو - ایک بہترین عمارت دواخانہ کے لئے وسط میں ہے - سرکار کی جانب سے فی مریض بشرح ماہانہ کے حساب سے ایک کثیر رقم کی امداد مشن کو ملتی ہے -

اس دواخانہ کی ابتداء (۱۷) بیماروں سے ہوئی تھی ۱۹۳۱ عیسوی میں (۳۶۷) تک یہ تعداد پہونچ گئی جن میں (۱۲۸) خاص نظام آباد کے

متوطن تھے۔ اور ۳۰ بہت مہینے میں (۳۹۰) مریض تھے۔ روز بروز اس میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔ اور منجانب سرکار و لوکلفنڈ و نیز مخیر حضرات کی جانب سے کافی امداد ادارہ کو مل رہی ہے ہندوستان کا یہ واحد دواخانہ سمجھا جاتا ہے۔

میرے خیال میں اس دواخانہ کے زیر علاج مجذومین کا ضلع ہذا کی رعایا سے میل جول بلاشبہ نظام آباد کے حق میں نہایت ہی خطرناک ثابت ہوگا۔ آیندہ نسلیں اس کا اندازہ کرینگی۔ میں نے بحیثیت رکن کمیٹی لوکلفنڈ اس مشن کی مجذوم نوازی کو انتہائی جذبہ خدمت خلق کے نظر سے دیکھکر قدر کرتے ہوئے اس متعدی مرض کے عوام میں نہ پھیلنے کی انسدادی تدابیر کے لئے برسوں آواز بلند کی ہے۔ جس کا ریکارڈ سررشتہ لوکلفنڈ میں موجود ہے میرا اعتراض ۱۹۳۱ء کی رپورٹ مردم شماری کی بنار پر تھا۔ جسمیں نظام آباد کو مرض جذام کا سب سے زیادہ متاثر مقام قرار دیا گیا ہے۔ کہ ہر (۹۲۶۹) نفوس میں جذامی (۲) تھے۔ لیکن اب اس مرض کا تناسب فی لاکھ نفوس (۱۹) ہوگیا ہے۔ نہ معلوم آیندہ اس کا کیا حشر ہوگا۔ ف اس مشن میں اہالیان ادارہ کی سچی اور مخلصانہ ہمدردی ایسے مریضوں کے ساتھ جسکو دنیا کے

ف۔ میری اعتراض کا ذکر اس موقع پر اس لئے ضروری خیال کیا گیا۔ کہ آیندہ آنے والی نسل مجھ پر الزام نہ دے کہ بحیثیت رکن کمیٹی میں نے عوام کی نمایندگی کا حق ادا نہیں کیا (الاعلم ۲۳ ف ملاحظہ ہو۔

ہر مذہب نے مردود ٹھہرایا ہے۔ بلاشبہ عیسائیوں کی انتہائی خدمت مخلوق خدا کا بہترین نمونہ ہے۔ درآن حالیکہ حکومت کے معاہدہ کے لحاظ سے ہر شخص یہاں آزادی سے اپنی مذہبی عبادت کا مجاز ہے پھر بھی عیسوی مشن کے خدمات دلوں کی گہرائی میں اپنا اثر چھوڑے بغیر نہیں رہتے [ف۱]

فی زمانہ حکومت کی توجہ سے برقی روشنی و واٹر ورکس و نیز وسیع رقبہ و مکانات رہائش مرضا نے یہاں خاص صورت پیدا کر دی ہے اور اس کی سالانہ رپورٹ اردو میں طبع ہونے لگی ہے [ف۲] ورنہ اسکی رپورٹ شائع ہی نہیں ہوتی تھی۔ ایک رپورٹ شائع ہوئی تھی۔ تو وہ بھی انگریزی صرف یادداشت کی صورت میں یہاں کا طریقہ علاج انجکشن کے ذریعے ہے۔ اور ساتھ ہی ساتھ مرضا کو انتہائی صفائی

ف۱۔ ۱۳۴۳ف میں جبکہ ڈاکٹر ۔ کرنے جلسہ سالانہ میں کہا کہ ہم تبلیغ مذہب نہیں کرتے۔ تو میں نے جواباً کہا تھا کہ اگر آپ تبلیغ نہیں کرتے تو فرائض میں کوتاہی کے مترادف ہوگا۔ کیونکہ آپکی مخلصانہ خدمت مخلوق اور انتہائی ہمدردیاں آپ کے مذہبی تبلیغ کو دل کی گہرائیوں میں جگہ دینے کی ضامن ہیں لہذا میرا اعتراض تبلیغی نقطہ نظر سے نہیں ہے۔ بلکہ تاثرات مرض کے پیش نظر حکومت کے مقابل اعتراض ہے۔

ف۲۔ یہ بھی مولف کی تحریک کا نتیجہ ہے۔ ملاحظہ ہو رویداد ہائے وکلفنڈ ۱۳۴۲ف و ۱۳۴۳ف۔

وردزانہ جسمانی ورزش کے ذریعہ چاق وچوبند رکھنے کی کوشش کیجاتی ہے
پہلا اور دوسرا درجہ قابل علاج سمجھا جاتا ہے۔ درجہ آخر ناقابل علاج و
غیر متعدی ہے۔ اس لئے ایسے مرضار کو نہیں لیا جاتا۔ اسی طریقہ علاج
کو ملک سرکار عالی کے تمام دواخانوں میں رائج کر دیا گیا ہے عملی تعلیم
حاصل کرنے سرکاری ڈاکٹر و طلبا یہاں آتے ہیں۔

مطب یونانی

۱۲۸۵ف میں یونانی دواخانہ کا قیام عمل میں آیا۔ اُس وقت
حکیم برہان الدین صاحب کارگذار تھے۔ اس کے بعد حسب ذیل اطبا رہے

حکیم عبداللہ صاحب
" عبدالسلام صاحب
" عبدالستار صاحب ۱۳۲۱ف
" سید احمد صاحب مرحوم ۱۳۲۴ف
" محمود الرحمن خانصاحب .... ۹ شہریور ۱۳۳۶ف کو جائزہ لیا

۱۳۴۷ف میں دواخانہ یونانی کا مرجوعہ (۷۷۵۰۵) رہا اس سے
موجودہ طبیب کی کارگذاری و یونانی طبیب کی ہر دلعزیزی پر روشنی
پڑتی ہے۔ موجودہ دواخانہ کی عمارت دیگر اضلاع ملک سرکار عالی
میں سب سے پہلے اسی ضلع میں تعمیر ہوئی۔ یہ تعمیر حکیم حافظ
محمود الرحمن خانصاحب طبیب یونانی کی انتہائی کوشش اور مرزا
احمد بیگ صاحب میر مجلس لوکلفنڈ کے حسن توجہ کا نتیجہ ہے۔ ایک

خوشنما عمارت دواخانہ اور ایک رہایشی مکان طبیب۔ قدیم عمارت اول تعلقداری کی افتادہ زمین پر تعمیر ہوئی ہے۔ جہاں فی الوقت ڈائرڈ ورکس بنایا جارہا ہے۔ اس عمارت کا افتتاح ۱۹ ہر دی ۱۳۴۵ف بدست حکیم محمد منیرالدین صاحب صدر مہتمم طبابت شاندار طریقہ پر ہوا۔ حکیم حافظ محمود الرحمن خان طبیب یونانی ہے۔ خود دار۔ ہمدرد مرضا ر اچھے نباض طبیب سمجھے جاتے ہیں۔ جسکا ثبوت مرجوعہ کے اعداد سے مل سکتا ہے۔ بڑی خوبی یہ ہے کہ طامع نہیں ہیں۔

حکیم محمد ظفر خانصاحب ۔ برادرزادہ حکیم اجمل خانصاحب مرحوم ۱۳۲۵ف میں اپنے عزیز مرزا سلیم بیگ صاحب کے ہاں ایک ہفتہ کیلئے بطور مہمان تشریف لائے تھے۔

خانگی مطب ۔ حکیم ضیاالاسلام صاحب لکھنو کے طبیب ہیں۔ آپکے والد نورالاسلام صاحب باوجود نابینا ہونے کے حاذق حکیم ہیں۔ تقریباً پچیس سال سے یہاں مطب کرتے ہیں۔

مصری اطباء

۱۳۰۰ف میں ضلع نظام آباد کے مصری اطبار کی تعداد تقریباً تین سو تھی صرف تعلقہ نظام آباد میں (۹) اور آرمور میں (۱۳۱) حکیم تھے۔ ۱۳۱۲ف سے حکیم سداسیو راؤ صاحب نظام آباد کے مشہور مصری طبیب کا مطب کامیاب طریقہ پر چلتا رہا۔ منجانب لوکلفنڈ امداد بھی دیجاتی تھی۔ ۱۳۲۹ف میں حکیم صاحب کا انتقال ہو گیا۔ اس کے

بعد آپ کے شاگرد حکیم بھیم راؤ صاحب ۱۳۴۳ف تک مصری حکمت کرتے تھے۔ صاحب موصوف کے انتقال کے بعد سے کوئی خاص مطب نہیں ہے۔ مختلف اشخاص گھروں میں خانگی علاج کر لیا کرتے تھے۔

ہومیوپیتھک

برہان الدین صاحب وکیل مرحوم کو اس سے دلچسپی تھی۔ اب آپکے فرزند وحید الدین صاحب وکیل اس طریقہ علاج سے عوام کو فایدہ پہونچاتے ہیں۔ یہ بالکل شوقیہ مشغلہ ہے۔ اور محبوب خاں صاحب محافظ دفتر بھی اس علاج میں دلچسپی لیتے ہیں۔

زچگی خانہ۔ موجودہ کتب خانہ کی جو عمارت ہے۔ وہاں پر ۱۹۱۱ء میں منجانب وکٹوریہ میموریل ایک زنانہ دواخانہ عوام کے چندہ سے تعمیر ہوا تھا۔ جو ۱۹۲۸ء میں بوجہ عدم گنجایش برخاست کیا گیا۔ اس سے متعلقہ زمین کو نرساگوڑ صاحب ساہو نے خریدا۔ چونکہ ملک سرکار عالی ہونے سے بیع دشریٰ فاسد تھی۔ اس لئے نرساگوڑ صاحب نے اس قیمتی اراضی کو زچگی خانہ کے لئے وقف کر دیا۔ اور اس کی تعمیر کے لئے کثیر رقم بھی دینے کا وعدہ کیا۔ تعمیر کے آغاز کے بعد جشن سیمین کی یادگار کا خیال جب ساہو موصوف کو آیا تو جو کچھ رقم لوکل فنڈ سے تعمیر میں شریک ہوئی تھی۔ وہ واپس کر دیکر سالم عمارت کی تعمیر اپنے ذمہ لے لی۔ اور جشن سیمین کی یادگار میں عقیدت مندانہ پیش کش کر دیا۔ اِس عمارت وزمین کی قیمت کا اندازہ

پچاس ہزار روپیہ ہے۔ اِس طرح مسٹر نرسا گوڑ نے بہت ہی سستے داموں حیات جاوید کو خرید لیا۔ اس عمارت میں (۸) بستر ہیں اور یہ عمارت دواخانہ کے تفویض ہے۔ اِس عمارت کا سنگ بنیاد بہمن ۱۳۴۳ف بیگم کرنل نارمن واکر ناظم طبابت نے اپنے ہاتھوں رکھا اور ۱۳۴۶ف میں اسی خاتون کے ہاتھوں اس کا افتتاح ہوا اس عمارت کی تعمیر و تکمیل مسٹر یم۔ بی داور سیول سرجن کے زمانہ میں ہوئی۔ بیگم داور جب تک یہاں رہیں۔ اپنے شوہر کے ہمراہ ہمیشہ بیماروں کی خبرگیراں رہیں۔ اِس زچگی خانہ کی تعمیر میں محمد علیصاحب صفوی کی دلچسپیاں بھی شامل رہیں۔ جنہوں نے بحیثیت معتمد لوکلفنڈ زچاؤں کی کثیر تعداد کو لقمہ اجل سے بچانے کمیٹی میں تحریک پیش کی اور اُس کو کامیاب بنا کر چھوڑا۔

مرکز بہبودی اطفال سب سے پہلے محمد علیصاحب صفوی معتمد لوکلفنڈ نے اِس مرکز کے قیام کے لئے ۱۳۴۲ف میں توجہ کی۔ لیکن بحیثیت رکن کمیٹی میں سنے اِس سے اختلاف کیا۔ اس لئے تحریک مسترد ہوگئی۔ چونکہ یادگار جشن سیمین کے لئے میں دارالاقامہ سے بہتر کوئی یادگار کو نہیں سمجھتا تھا۔ اور اسی کے لئے بحیثیت ایک رکن جشن میں نے انتہائی کوشش فراہمی رقم کے لئے باشتراک کل عہدہ داران مقامی کی تھی۔

ع۔ جشن سیمین کو مستقل یادگاروں میں منانے کیلئے سب سے پہلی تحریک جو ملک کے سامنے پیش کیگئی۔ وہ ناچیز مولف کی تھی۔ ملاحظہ ہو اخبار پیام ۱۷ صفر ۱۳۵۴ھ اور سب سے پہلے نظام آباد میں دارالاقامہ کی ضرورت کو ظاہر کیا گیا تھا۔ اور

اسی دارالاقامہ کی منظورہ رقم سے قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار نے اپنے زمانہ میں اس مرکز کی ضرورت کو مقدم قرار دیا۔ مرکز بہبودی اطفال کے لئے قاضی صاحب نے راجہ صاحب سرنا پلی کی گڑہی کی افتادہ زمین (جو وسط آبادی میں ہے) حاصل فرما کر اُن پر ایک خوشنما عمارت اور زنانہ کلب تعمیر کروایا۔ جس کا افتتاح بتاریخ ۲۱ر آذر ۱۳۴۷ف سر اکبر حیدری نواز جنگ بہادر صدر اعظم نے فرمایا۔ یہ مقام وسط آبادی میں ویران پڑا تھا۔ راجہ صاحب سرناپلی نے اپنے حسن عقیدت شاہانہ کے ثبوت میں اس قیمتی زمین کو عنایت فرمایا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وسط آبادی کا منظر نہایت خوشنما ہو گیا۔ اس مقام کا انتخاب مولوی شیخ محمد صاحب وکیل ورکن کمیٹی لوکلفنڈ کا مرہون منت ہے تو اس مرکز کا قیام قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار وقت کی خاص یادگار ہے۔

نل۔ مستقر ضلع نظام آباد کو جدید طریقہ آبرسانی سے حصول منفعت کا موقع سب سے پہلے ملا۔ کیونکہ ممالک محروسہ کے تمام اضلاع میں سب سے پہلے آہنوشی کے نل کا انتظام یہاں پر ہوا۔ یہ نل رگھوناتھ تالاب سے نکالا گیا۔ جو پہاڑی قلعہ کے دامن میں ایک مرتفع مقام پر واقع ہے اس کام کو مسٹر برزوجی الجہانی نے نظام آباد کے دو مخیر ہستیوں کے

اس کی ضرورت کے تحت سب کچھ کیا گیا۔ لیکن افسوس کہ اختلاف رائے کے آہنگ دارلاقامہ کی شدید ضرورت کو نظام آباد کے لئے باقی رکھا۔ اور بلغلبہ اراء کرسی صدارت کی تحریک کامیاب ہوگی۔ ملاحظہ ہو سدیداد ۲۱ر دی ۱۳۴۶ف۔

اشتراک عمل سے انجام کو پہونچایا۔ رانی جیلم جان کا بائی زمیندارہ سرنا پلی نے ۱۳۰۹ف میں ایک گراں قدر عطیہ پچیس ۲۵ ہزار کا دیا۔ اور مسٹر نرسا گوڑ ساہوکار نے بیس ۲۰ ہزار روپیہ بغرض توسیع نل ۱۳۱۲ف میں عطا فرمایا۔ لوکل فنڈ نے (۱۷) ہزار مد محفوظ سے خرچ کرکے اسکی تعمیر کو مکمل کیا۔ بلاشبہ یہ کارنامہ ان ہر سہ ہستیوں کے نام کو صفحۂ ہستی سے نہیں مٹا سکتا۔ کیونکہ پانی پلانے کا ثواب ہر مذہب میں لامتناہی ہے۔

نہر نظام ساگر کے وجہ اس تالاب کا رقبہ کم ہوگیا۔ اور نظام آباد کی بڑھتی ہوئی ترقیوں کے تحت جدید اسکیم ڈرینج اور واٹر ورکس کی ضرورت کو محسوس کرکے مرزا محمد بیگ صاحب نے تحریک پیش کی۔ پہلے تو خیال ہوا کہ تالاب ماسانی سے پمپ کے ذریعہ واٹر ورکس قائم کیا جائے لیکن مصنف کو اصرار تھا کہ قدرتی ذرائع حاصل کرنے میں زاید خرچ بمقابلہ مصنوعی ذرائع کے کم خرچ کے زیادہ بہتر ہے مری نحیف آواز پر غور کرکے بعد منجیہ تالاب سے (جو نظام آباد سے ۹ میل فاصلہ پر ہے۔) فراہمی آب کا انتظام کیا جارہا ہے۔ منجیہ کی نشاندہی مولوی شیخ محمد صاحب وکیل نے کی تھی کیا عجب کہ قریب تر زمانہ میں جدید انتظام آبرسانی مزید سہولت آب کا باعث ہوجائے۔ فروردی ۱۳۴۸ف میں سابقہ عمارت اول تعلقداری (جو بعد میں دفاتر تحصیل و بندوبست کے کام میں لائی جارہی تھی) کو توڑ کر اس مقام پر عمارت واٹر ورکس کی تعمیر ہورہی ہے۔ اسلئے کہ یہ وسط آبادی کا بلند تر مقام ہے۔ آبرسانی

کیلئے سات لاکھ اور ڈرینج کے لئے تین لاکھ کے اخراجات کی بطور اندازہ منظوری ہوئی ہے۔

باب ۱۵

ٹپہ خانہ

ضلع نظام آباد کے حدود ارضی میں مستقل تعداد ٹپہ خانجات (۳۵) ہے۔ سنہ ۱۳۲۰ ف میں (۳۱) تھی۔ سنہ ۱۳۴۸ ف میں مزید اضافہ ہوا سنہ ۱۳۸۱ ف میں ٹپہ ٹکٹ کے فروخت کی آمدنی [illegible] ہوئی۔ ف۱

سنہ ۱۳۴۰ ف ” ٹپہ خانہ کی جملہ آمدنی [illegible]

سنہ ۱۳۴۷ ف ” ” ” ” [illegible]

تعداد ٹپہ خانہ - ضلع ہذا میں (۸۷) ٹپہ خانہ سرکار عالی ہیں (اس تعداد میں ملحقہ اضلاع کریمنگر و میدک کے بھی شامل ہیں) جو صوبہ میدک و ورنگل کے مہتمان ٹپہ کی زیر نگرانی ناظر ٹپہ ضلع نظام آباد کے تحت فرائض انجام دیتے ہیں۔ جنکی درجہ واری تعداد حسب ذیل ہے۔

ہیڈ آفس۔ سب آفس۔ برانچ آفس مفوضہ اہلکاران سررشتہ برانچ آفس مفوضہ ایجنٹ و مدرسین۔

ہر مہتمم ٹپہ کے ماتحتی ٹپہ خانہ جات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

ف۱ - داخلہ از رپورٹ نظم و نسق ضلع بابتہ سنہ ۱۳۸۱ ف

تفصیلی ٹپہ خانہ تحت مہتمم ٹپہ صوبہ میدک

۱	نظام آباد	۱۳	بانسواڑہ	۲۶	رامکا پیٹھ	۳۹	ماسائی پیٹھ
۲	ایڈپلی	۱۴	بیرکور	۲۷	لیچھا پیٹھ	۴۰	یلدرتی
۳	رودرور	۱۵	دیسائی پیٹھ	۲۸	پوتاریڈی پیٹھ	۴۱	نظام ساگر
۴	چینتہ کنٹہ	۱۶	مرزاپور	۲۹	بھوم پلی	۴۲	اچم پیٹھ
۵	کلڑی	۱۷	میلارم	۳۰	کلواکنٹہ	۴۳	کلہر
۶	موسرہ	۱۸	ڈڑکی	۳۱	کوٹ گیر	۴۴	پٹلم
۷	نوی پیٹھ	۱۹	بمندیو پلی	۳۲	پوتنگل	۴۵	جلرگی
۸	سرنا پلی	۲۰	بودھن	۳۳	تگلے پلی	۴۶	رام پور کلاں
۹	کمیال	۲۱	راما یم پیٹھ	۳۴	مرزا پلی	۴۷	کورپکلی خورد
۱۰	دودھ گاؤں	۲۲	اکنا پیٹھ	۳۵	چندم پیٹھ	۴۸	بنولہ
۱۱	بالکنڈہ	۲۳	دوباک	۳۶	سورارم	۴۹	کارخانہ شکر بودھن
۱۲	رنجل	۲۴	تما پور	۳۷	منگل پرتی		
		۲۵	مردوڑی	۳۸	وڈیارم		

تفصیل ٹپہ خانہ جات تحت مہتمم ٹپہ صوبہ ورنگل۔

(۱) اندلوای (۲) ورپلی (۳) سرکنڈہ (۴) آرمور (۵) بھکنور (۶) بی بی پیٹھ (۷) ددم کنڈہ (۸) ملاریڈی (۹) ڈچپلی (۱۰) بھیگل (۱۱) جکران پلی (۱۲) ارگل (۱۳) دلیپور (۱۴) بالم (۱۵) برگٹلہ (۱۶) لنگاپور (۱۷) موڑتاڑ (۱۸) چوٹ پلی (۱۹) کمرپلی (۲۰) ڈِذکل (۲۱) بڑگل (۲۲) کلی کوٹ (۲۳) نرکھوڑہ (۲۴) کاماریڈی (۲۵) گمبی راؤ پیٹھ (۲۶) لنگم پیٹھ

(۳۱) کشن داس پیٹھ (۳۲) گندھاری (۳۳) راما ریڈی (۳۴)
اڈلور (۳۵) سداسیو نگر (۳۶) گندوٹ (۳۷) پونگل (۳۸) متابادُ۔

حصۂ پنجم متفرقات

باب ۱۶

معابد و مقابر

رپورٹ ۱۲۸۱ف کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ضلع ہذا میں اُس وقت (۱۰۲۴) مساجد اور (۵۳۹) مندر۔ اور (۲۱) منٹھ جملہ (۱۵۸۴) معابد تھے۔ عـــہ

۱۳۴۷ف میں ایسے معابد جن کو سرکار نے معاش عطا کی ہے (۱۷۸۲) کی تعداد ہے جسمیں مساجد کی تعداد ۱/۸ دیولوں کے مقابل ہے اور بلا معاش معابد (۲۶۱) ہیں۔ اس طرح جملہ تعداد معابد و مساجد وغیرہ (۲۰۴۳) ہے۔ بمقابلہ مساجد کے مندر میں اضافہ ہوگیا ہے اور مساجد ویران و شہید ہوگئے اس لئے اُنکی تعداد میں کمی واقع ہوگئی ہے ضلع ہذا میں جاترا اور اعراس کی تعداد (۶۱) ہے۔ تختہ ذیل میں صرف اُن جاترا اور اعراس کی تفصیل بتلائی جاتی ہے۔ جس میں ایک ہزار سے زاید مجمع ہوتا ہے۔

عـــہ ۔ یہ تعداد نو تعلقات کی ہے۔ پانچ تعلقات میں مزید اضافہ سلطنت آصفیہ کی رواداری کا بین ثبوت ہے۔

تختہ جاترا

نام تعلقہ	نام موضع	نام جاترا	تاریخ جاترا	نام تعلقہ	نام موضع	نام جاترا	تاریخ جاترا
نظام آباد	نظام آباد	جھنڈا بالا گے	یکم بھادون تا ۱۵ بھادون	بودھن	جانکم پیٹھ	نرسمہا سوامی	پونم اگہن سدی
〃	کنٹیشر	نیل کنٹھ سوامی	۱۲ پوس بچ گہ	〃	کندکرتی	رام لونی	چیتر سدی
آرمور	موڑتاڑ	سری دنیکٹ ی	یکم پھاگن	〃	گور	〃	〃
〃	بھیگل	سری لکشمی نرسمہا سوامی	پونم کارتک سکھی	بانسواڑہ	تماگر	الم پربھو	۱۳ پوس سدی
〃	〃	سری رامی	〃 دیپاکہ سد	〃	گودار سکلاں	سری ماروتی	۳ پھاگن
〃	کشٹاپور	راما سوامی	سرا گہہ سدی	〃	بانسواڑہ	بیتال سوامی	پونم جیٹھ
کاماریڈی	راماریڈی	راما سوامی	۳ جیٹھ سدی تا ۱۳ جیٹھ بدی				

تختہ اعراس

نام تعلقہ	مقام	نام عرس	تاریخ
نظام آباد	کنٹیشر	کمال شاہ بیابانی قدس سرہٗ	۱۹؍ جمادی الاول
〃	شیخا پور جاگیر	حضرت مخدوم عطاء اللہ قدس سرہٗ	۲۹؍ شوال
〃	قلعہ	سید شاہ امان اللہ حسینی قدس سرہٗ	۱۷؍ جمادی الاول
آرمور	بالکنڈہ	سید شاہ ملتانی بادشاہ قدس سرہٗ	۶؍ شعبان
〃	باباپور	سید شاہ بابا نہرا بدال قدس سرہٗ	۱۳؍ رجب
بودھن	بودھن	سید جمال شاہ بخاری قدس سرہٗ	۱۵؍ صفر
〃	جلال پور	بڑا پہاڑ	

ان جاترا اور اعراس کے علاوہ چھوٹے چھوٹے عرس و جاترا بہت سے ہوتے ہیں جو فی الوقت ناقابل ذکر ہیں۔

مساجد مستقر

مسجد کوٹ۔ اندرون احاطہ کوٹ ایک مسجد سنگ بستہ شکستہ ہے۔ قراین سے پتہ چلتا ہے کہ یہ مسجد نظام آباد کی سب سے قدیم مسلم عبادت گاہ ہے۔ کیونکہ سید محمدؒ شہید قدس سرہٗ کا مزار قدیم ہے اور میری تحقیق میں ملک کافور کا زمانہ اُن کی شہادت کا معلوم ہو رہا ہے۔ اسی لحاظ سے اس مسجد کو میں سب سے قدیم قرار دیتا ہوں۔

جامع مسجد۔ یہ ایک قدیم عمارت ہے۔ اسناد الغامی غوث الدین و ضیاء الدین فیض منتخب نشان ~~۱۲۹۶~~ ۱۳۲۱ ف کے دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ ~~۱۰۵۲~~ھ میں یہ مسجد تیار تھی۔ کیونکہ ایک سند شاہ جہاں نے بربنا رسفارش شاہزادہ عالمگیر بانگ و صلوٰۃ کے لئے انعام در وجہ مدد معاش بنام ملا علی عطار فرمائی ہے (سند کو مولف نے انعامدار موصوف کے خاندان سے لیکر بچشم خود دیکھا ہے) ملا علی کے پیشتر ملا فاضل کے نام اس انعام کا بحال رہنا۔ اسی سند سے ظاہر ہوتا ہے۔ اس سند پر مراد بخش ابن شہاب الدین کی مہر ثبت ہے معلوم ہوتا ہے کہ اس قدیم عمارت کے شکست ہونے کے بعد ۱۳۱۴ ف میں اس کی چھت تعمیر ہوئی۔ اور ۱۳۱۸ ف میں مقامی مسلمانوں کے چندہ سے اس کی توسیع کی گئی جسمیں شیخ محمد صاحب وکیل و دھوندے خانصاحب وغیرہ مقامی گتہ داروں نے کافی حصہ لیا۔ مولوی محمد اکبر صاحب پیش امام

جامع مسجد نے ۱۳۴۷ف میں ایک ملحقہ زمین کو نظام آباد کے مخیر حضرات کی امداد سے خرید کر اس کو مزید وسعت دی۔ مولوی محمد عثمان رضا صاحب پیش امام جامع مسجد کی انتھک کوششوں سے اس زمین پر دارالاقامہ کی عمارت تعمیر ہو رہی ہے۔ جس میں چوبی کام خود دارالاقامہ کے لڑکوں کے ہاتھوں ہوا ہے۔ اس عمارت کو غور سے دیکھا جائے تو مسلم فاتحین کی رواداری کا انتہائی ثبوت ملتا ہے کہ مسجد کے عقب میں ایک قدیم دیول موجود ہے۔ درمیان میں صرف ایک چھوٹا سا راستہ ہے۔ ہر ملت اپنے معابد میں فریضہ عبادت آزادی سے ادا کرتی ہے۔ اگر مسلم فاتح دراصل متعصب ہوتے تو یہ صورت ہرگز نہ ہوتی۔ اس مادی شہادت سے اس بات کا ثبوت ملتا ہے کہ ہندوں نے مسلمانوں کی حکومت کو اس قدر اطمینان کی نظروں سے دیکھا اور ان کی رواداری پر کامل بھروسہ کرتے ہوئے خدا کی عبادت گاہ بنانے میں کوئی اعتراض نہیں کیا اور مسلمانوں نے باوجود فاتح ہونے کے مفتوح کی عبادت گاہ کو باقی رکھکر اپنی بے تعصبی کا ثبوت دیا۔ جس کی ہزاروں مثالیں ہندوستان کے طول و عرض میں مل سکتی ہیں۔ یہ تعصب کے قصے تو "باہمی پھوٹ ڈالو۔ اور حکومت کرو" اصول کے تحت ہیں۔ عبرت حاصل کروائے عقلمند و۔ جامع مسجد میں بتاریخ ۱۴ ار دی ۱۳۴۴ف روز جمعہ حضرت والاشان ولی عہد بہادر نے نماز جمعہ ادا کی۔ یہ عجیب سما تھا جب کہ والاشان بارگاہ رب العزت سبحانہ تعالے میں سربسجود دُعا مانگ رہے تھے۔ اُسی طرح جیسے کہ ایک غلام اپنے مالک سے مانگتا ہے۔

بعد فراغت فریضہ جمعہ منجانب مسلمانان نظام آباد عقیدت کے
پھول پیش کرنے کی عزت اس ناچیز مصنف نے حاصل کی۔ اور بعد
شرف قبولیت نذر عقیدت حضرت والا شان ولی عہد دکن سپہ سالار
آصفی کے ساتھ وفاداری و جاں نثاری کا عہد کرتے ہوئے اپنے شاہ
ذی جاہ خلد اللہ ملکہ اور خانوادہ آصفی کیلئے بارگاہ رب العزت میں
دست بدعا ہوا۔ دوران تقریر میں تقریباً پاؤ گھنٹہ حضرت والا شان
بہادر تلوار پر سہارا لئے ہوئے دست بدعا رہے تھے۔ اس عمل سے مسلمان
نظام آباد کے قلوب مسخر ہو رہے تھے۔ اس مسجد کو اسوقت تو
کوئی معاش نہیں ہے۔ ۱۳۴۳ف سے جدید اسکیم کی تحت ایک عالم
پیش امام مواجبی (عہ) + عہ) مقرر ہوئے جس پر سب سے
پہلے مولوی محمد موسیٰ صاحب فارغ التحصیل دیوبند کا تقرر ہوا تھا۔
اس کے پہلے عبدالعزیز صاحب مواجبی عہ پیش امام تھے اور ۱۳۱۷ف
میں عبدالکریم بیگ مواجبی (عہ) پیش امام مقرر تھے۔ کہا جاتا ہے کہ
اس مسجد کو کثیر معاش تھی۔ جس کو مدد معاش قرار دیکر غصب کر لیا گیا۔
جب کہ یہ قدیم مسجد ہی تو اس کو معاش کا نہ ہونا قرین قیاس بھی نہیں
بیرون کمپونڈ مسجد سے ملی ہوئی جو مزار ہے وہ داد بادشاہ محمد و قدس سرہ کی
ہے۔ جنکا انتقال ۱۳۱۶ف میں ہوا اس مزار کو گادی نیمچھیا ساہو نے
تعمیر کرایا جو آپ کا بے حد معتقد تھا۔

مسجد کمان گڑہی یہ ایک تاریخی مسجد ہے اسکی صرف دیواریں
کھڑی تھیں۔ بانگ صلوٰۃ کا ذکر ہی نہ تھا۔ ۱۳۴۲ف میں عبدالرحمان صاحب

فرزند بسم اللہ شاہ مرحوم کی انتہائی کاوشوں رات دن یکا دوکا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک خوشنما مسجد قدیم دیواروں پر کھڑی ہو گئی۔ صاحب موصوف نے تیاری مسجد کے بعد معاش کے لئے بھی مختلف کاروائیاں کیں۔ اس مسجد کا مجدد عبدالرحمن صاحب ہی کو کہا جاسکتا ہے جو کتبہ محراب پر نصب تھا۔ وہ بالکل چھیل دیا گیا ہے۔ اس لئے پڑھا نہیں جاتا۔

مسجد کوثر علی اس کی تاریخ تعمیر ۱۱۴۴ھ ہے۔ اسکو قاضی شیخ محی الدین عرف حاجی میراں ولد قاضی محمد محسن صاحب نے تعمیر کیا اور قاضی محمد جعفر ابن قاضی محمد محسن نے اس کی ترمیم کی اور اس میں شاندار حوض بنایا جو بعد میں باولی بن گئی اور بالآخر ۱۳۳۲ف میں بند کر دیا گیا۔ اس کے اسناد متولی مسجد محمد علی صاحب العامدار کے قبضہ میں ہیں۔ کوثر علی صاحب ملازم سرکار تھے اُن سے اِس مسجد کی خدمت کا تعلق تھا۔ اس لئے وہ اُن کے نام سے موسوم ہو گئی۔ اور آج تک موسوم ہے۔

مسجد گنج۔ اس کو کچھیوں کی مسجد بھی کہتے ہیں۔ ۱۳۲۷ف میں مسلم تاجران گنج نے اِس مسجد کا سنگ بنیاد نواب فضیلت جنگ مرحوم وحضرت پیر جماعت علی شاہ صاحب کے ہاتھوں رکھوایا۔ اور نہایت شاندار مسجد تعمیر کی۔ اِس تعمیر میں حاجی ولی محمد دکا کا آدم جی۔ اور حسین بھائی صاحبان تاجران گنج نے خاص طور پر حصہ لیا۔

مسجد اسٹیشن۔ سید احمد اللہ صاحب المخاطب احمد نواز جنگ تعلقدار وقت نے ۱۳۲۹ف میں اس کے لئے تحریک کی۔ جس کی منظوری

سنہ ۱۳۲۱ ف میں آئی۔ سید احمد صاحب قادری المخاطب احمد یار جنگ تعلقدار نے اس کا سنگ بنیاد رکھا۔ اور مسٹر گوبند نائک تعلقدار وقت نے دلچسپی لیکر اس کو تکمیل کروایا۔ نواب تقی یار جنگ مرحوم کے زمانہ میں مسجد مکمل ہو گئی۔ اور سنہ ۱۳۳۳ ف سے بانگ و صلواۃ کا آغاز ہوا۔

مسجد قلعہ۔ سید شاہ پیران صاحب مہتمم مجلس کے حسن سعی کا عملی نتیجہ سنہ ۱۳۲۰ ف میں بصورت تعمیر پختہ ظاہر ہوا۔ اس کے پہلے یہاں پر ایک سفال پوش مسجد تھی۔

مسجد اوپر ٹیکڑی۔ یہ مسجد دا بہ کی تنگ تھی۔ حمید الدین صاحب و میر ولایت علی صاحب انعامدار و عبدالرحمن صاحب کے انتھک کوشش نے اس کو بامداد سرکار و بامداد مخیر حضرات سنہ ۱۳۳۴ ف میں مکمل کردیا جو ایک پختہ و خوشنما عمارت کی صورت میں آج نظر آتی ہے۔

مسجد دہارو گلی۔ یہاں پر علم استادہ ہوا کرتا تھا۔ لال محمد صاحب مرحوم نے عبدالرحمن صاحب وکیل کی سرپرستی میں مسلمانان محلہ کی امداد سے سنہ ۱۳۴۰ ف میں اس کو عبادت گاہ معبود حقیقی بنا دیا۔ جہاں پر روزانہ مولوی حامد حسین صاحب درس تفسیر دیا کرتے ہیں۔

مسجد ہتاکی۔ پہلے سفال پوش تھی۔ عزیز علی شاہ صاحب مرحوم کی آمد کے بعد اس کی تعمیر و توسیع ہوئی۔ سنہ ۱۳۴۶ ف میں شاہ صاحب کی حسن توجہ سے پختہ عمارت کی صورت اختیار کر لی۔

مسجد محلہ اسلامیہ۔ یہ بھی ایک سفال پوش مسجد تھی۔ اہلیان محلہ کی حسن توجہ سے سنہ ۱۳۴۴ ف میں بلند کردی گئی۔

شہید شدہ مساجد۔ محلہ کوٹ میں ایک مسجد اور جانب مغرب (مشرق) بیرون کوٹ پتھر کی مسجد اور مقبرہ محمد محسن مرحوم میں ایک مسجد شہید ہو چکے ہیں۔

جامع مسجد کاماریڈی۔ یہ جامع مسجد نہایت شاندار اور بلند ترین زینہ پر بنائی گئی ہے اس ضلع میں ایسی بلند زینہ مسجد کوئی نظر نہیں آتی۔

جامع مسجد آرمور۔ بالکل ہی مختصر ناقابل ذکر۔

جامع مسجد بودھن۔ یہ قدیم عمارت سابق میں دیول تھی۔ سنہ ۹۰ ہجری شاہ تغلق کے زمانہ میں مسجد بن گئی اسلئے پہلے بھی عبادتگاہ تھی بعد بھی عبادتگاہ رہی لیکن افسوس کہ فی زمانہ یہ عبرت گاہ آثار قدیمہ ہے۔ جس کی تفصیل باب دوم میں ملاحظہ ہو سکتی ہے۔

مسجد عثمانیہ بودھن (جامع مسجد)۔ وسط آبادی قدیم میں ایک وسیع رقبہ پر ۱۳۳۱ف میں تعمیر ہوئی ہے جہاں فی زمانہ نماز جمعہ ہوا کرتی ہے۔

قدیم مساجد۔ مسجد عالمگیر و مسجد مشایخان یہ دونوں قدیم مساجد ہیں۔

عیدگاہ۔ قدیم عمارت مختصر سی تھی ۱۳۱۵ف میں غلام محی الدین صاحب سلچر رامایم پیٹھ نے تقریباً گیارہ ہزار چندہ دیا تھا ما بقی سرکار نے اس طرح تین ہزار بمد امانت محفوظ تھے۔ کیونکہ قدیم عیدگاہ کے اطراف قبور کی کثرت ہو چکی تھی۔ اور توسیع آبادی کی وجہ عیدگاہ اندرون شہر واقع ہو گئی تھی۔ لیکن مقام کے انتخاب میں اختلاف تھا اس لئے تعمیر ملتوی رہی بالآخر بزمانہ نواب تقی یار جنگ بہادر مرحوم تعلقدار وقت حکیم سید احمد صاحب طبیب یونانی و شیخ محمد صاحب وکیل کی حسن سعی سے ۱۳۳۲ف میں موجودہ عیدگاہ کی توسیع کردی گئی۔ لیکن نظام آباد کی بڑھتی ہوئی آبادی کے لئے یہ بھی غیر مکتفی ہے ۱۳۴۵ف میں مصنف نے حیات جاوید حاصل کرنیکا نسخہ خواجہ محی الدین صاحب

انسپکٹر صفائی و عغفار شریف صاحب داروغہ صفائی کو تبلایا۔ جسپر فوری توجہ کیجا کر سایہ دار درخت لگادے گئے۔ جو مستقبل قریب میں تمام عیدگاہ کو سایہ دار بنا دینگے۔ عیدگاہ کے خطابت کیلئے کریم الدین خطیب کے خاندان میں معاش بجال دجاری ہے

مقابر

قبرستان - نظام آباد میں یوں تو مختلف مقامات داسمات میں قبرستان ہیں لیکن قدیم و وسیع قبرستان عیدگاہ کا ہے۔ اس قبرستان کو ۱۳۱۶ف میں بند کردیا جا کر قلعہ کے خالی حصہ میں ایک وسیع رقبہ تدفین کے لئے مختص کر دیا گیا تھا۔ لیکن گنجائش قربت شہر کے مدنظر ابھی سلسلہ تدفین قدیم قبرستان میں جاری ہے۔ قبرستان محصور نہ ہونے کی وجہ سے مسلمانوں نے جیل سینڈ سے اس کو محصورہ کر لیا تھا لیکن آب و ہوا کے خرابی و تکلیف کے خیال سے مرزا محمد بیگ صاحب نے جو قسم قاطع جیل سینڈ سے اس کو فنا کر دیا اور ساتھ ہی حصار کے لئے تحریک کی۔ مولوی علی الدین احمد صاحب ناظم امور مذہبی نے بہمن ۱۳۴۶ف میں بوقت دورہ اسکی منظوری لطف فرمائی۔ اور قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار نے اس کی تعمیر کا کام ایک کمیٹی کے ذمہ فرمادیا۔ محمد یوسف علی صاحب صیغہ دار ضلع کی انتہائی کفایت شعاری و حسن تدبیر سے ۱۳۴۷ف میں یہ کمپونڈ بجائے ڈھائی تین ہزار کے ایکہزار روپیہ میں مکمل ہوگیا۔

سید محمد شہید قدس سرہ - آپ شہدا کے درجہ میں شمار کئے جاتے ہیں قدیم حصار کوٹ نظام آباد کے شمالی باب الداخلہ پر ایک مزار ہے۔

آپ کا سلسلہ رفاعیہ کہا جاتا ہے۔ افسوس ہے کہ آپکی تاریخ شہادت کا پتہ نہ ملا لیکن نظام آباد کے تمام مزاروں میں آپ کا زمانہ قدیم کہا جاتا ہے۔ چنانچہ ۱۲۵۰ھ کی ایک سند سے پتہ چلتا ہے کہ سید میران کے نام حمید خان کے حکم سے سید محمد شہید و قریش محمد خان شہید کے روضتین کی خدمت کیلئے معاش بحال ہوئی ہے۔ غوث الدین و ضیاء الدین کے خاندان میں اِس مزار کے عود و گل کا انعام بحال ہے۔ جس کا منتخب نشان ۱۲۹۶ف ہے۔ اِس خاندان کے جانشین لطف الدین ولد غوث الدین داماد ضیاء الدین اس وقت موجود ہیں۔

سید شاہ امان اللہ حسینی قدس سرہٗ۔ آپ کا مزار قلعہ نظام آباد کے شمال مغرب گوشہ میں ایک پہاڑی پر واقع ہے۔ پہلے کوئی گنبد نہ تھا۔ صرف حصار تھا۔ ۱۳۴۵ف میں مسٹر نرساگوڑ نے اپنی حُسن عقیدت سے گنبد تعمیر کروادیا۔ تاریخ حسینی محترم جلال شاہ صاحب سجادہ مزار نے فارسی میں لکھی ہے جس کا قلمی نسخہ محررہ ۱۳۴۹ھ میں نے دیکھا ہے۔ اِس تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ صاحب مزار، سید شاہ اسحاق قدس سرہٗ کے فرزند ہیں آپ ۸۹۰ھ میں بمقام دہلی پیدا ہوئے۔ اپنے والد سے بارہ سالہ عمر میں خلافت حاصل کی اور ۹۳۰ھ میں نظام آباد براہ کرنول تشریف لائے۔ تعمیر دیول حلقہ رگھو ناتھ داس کا زمانہ اور آپ کا زمانہ قریب قریب کہا جاتا ہے۔ آپ کا سلسلہ حضرت سید عبدالقادر جیلانی رح

علہ۔ کیا عجیب کہ ملک کافور ۷۰۹ھ میں جب اندور کو فتح کیا تو اُسی وقت آپ کی شہادت بھی ہوئی ہو۔ کیونکہ مسلمانوں کا پہلا قدم اسی زمانہ میں سرزمین اندور پر نقش ہوتا ہماری تحقیق سے ظاہر ہے۔ (مصنف)

سے ملتا ہے موجودہ سجادہ نشین آپکی ساتویں پشت میں ہیں۔

سید افضل شاہ بیابانی قدس سرہٗ - آپ کا مزار کنٹشر میں ایک چھوٹی سی پہاڑی پر ہے - اس مزار کی عمارت بھی مسٹر زیبا گوڑ نے سنہ ۱۳۵۱ھ میں بنوادی ہے - آپ کا سلسلہ چشتیہ کہا جاتا ہے -

شاہ کمال بیابانی قدس سرہٗ - آپ کا مزار کنٹشر میں واقع ہے اس مقام پر مذاہب ہنود - اسلام - عیسائی کے معابد قریب قریب ہیں جس سے ملک دکن کی رواداری کا پتہ چلتا ہے - آپ کا زمانہ سنہ ۱۲۳۹ھ کا کہا جاتا ہے سنہ ۱۲۴۲ھ میں آپ واصل بحق ہوئے - سنہ ۱۲۴۳ھ میں ایک برہمن نے کا آپ کا مقبرہ تعمیر کیا - آپ کا سلسلہ چشتیہ نظامیہ ہے ہے آپکے عرس کیلئے جاگیر بور گاؤں وارد و صادر - وغیرہ کیلئے سنہ ۱۲۵۶ھ میں آپ کے سجادہ نشین حضرت نور شاہ قدس سرہٗ کو عطا ہوئی آپ کے بعد خورشید علی شاہ قدس سرہٗ سجادہ نشین ہوئے محترم منصور علیشاہ سنہ ۱۳۴۷ف میں سجادہ نشین ہوئے - سالانہ عرس ہوتا ہے - کاش عرس و وارد و صادر کے مصارف سے طالب العلم طلباء کے لئے (جو حصول تعلیم کیلئے مواضعات و تعلقات سے نظام آباد آتے ہیں - اس مقام پر ایک دارالاقامہ قائم کر دیا جاتا - تو شل ہر دیگر مذاہب کے دارالاقاموں کے مسلم طلباء کے لئے بھی سہولت ہو جاتی - اور پیشہ ور فقراء کیلئے عرس کے رسومات پر جو روپیہ صرف ہوتا ہے - اس بلے معنی ایصال ثواب کے بجائے صاحب مزار کو مسلم طلباء کی تعلیم سے ثواب جاریہ حاصل ہوتا

سید بابا شاہ منتھر قدس سرہٗ بجگل کے قریب یہ مزار ہے کہا جاتا ہے کہ

محمود بہمنی کے زمانہ میں عمارت کو پختہ کیا گیا ہے۔ عود وگل کیلئے بابا پور جاگیر بحال تھی۔ جو شریک خالصہ کرلیا گیا کر سالانہ سات سو روپیہ کے معمولات خدام کے نام ہیں عرس زیر نگرانی تحصیل ہوتا ہے۔ فقرا اس مقام کا احترام بہت کچھ کرتے ہیں۔ اور اپنی اصطلاح میں "یاد سیلان" اس مقام کو کہتے ہیں

خواجہ مخدوم عطار اللہ قدس سرہٗ۔ شیخا پور فخر آباد اسٹیشن سے پانچ میل پر واقع ہے تقریباً تین سو سال کا زمانہ آپ کا ہے۔ آپ کا سلسلہ خاندان چشتیہ سے ملتا ہے۔ ایک جاگیر شیخا پور تقریباً تین ہزار روپیہ عرس کے لئے مقرر ہے۔ اس خاندان میں شاہ نصیر الدین و محمد امین الدین وشاہ سعید الدین تابعض جاگیر وسجادہ نشین ہیں۔

سلسلہ مہدویہ ۔ حضرت سید علی صاحب قدس سرہٗ بمقام موضع مدک پلی مدفون ہیں۔ جو نظام آباد سے سات میل کے فاصلہ پر ہے جہاں پختہ سڑک اور ریلوے موٹر بس روزانہ جاتی ہے اور حضرت سید نور محمد صاحب قدس سرہٗ بمقام منچیہ تالاب کے جانب جنوب مدفون ہیں۔ یہاں بھی عمدہ سڑک اور ریلوے بس روزانہ جاتی ہے۔

ہر دو حضرات سلسلہ مہدویہ کے قابل احترام بزرگ ہیں۔ اکثر مہدوی حضرات اس مقام پر زیارت کیلئے آیا کرتے ہیں۔

شتنا بی بی قدس سرہا۔ اعظم روڈ مستقر نظام آباد کے جانب مشرق وسط بازار میں ایک گنبد ہے۔ یہ گنبد اور عیدگاہ کی گنبد ہر دو میں اناث کے تعویذ کے نشان میں نے دیکھے ہیں (اگر میرا حافظہ غلطی پر نہیں ہے) سنہ ۱۳۳۰ ف میں کسی نے عیدگاہ کے گنبد سے زنانہ تعویذ نکالکر مردانہ تعویذ رکھدیا۔

اس کی نسبت میں نے بزمانہ صیغہ دار مذہبی ایک رپورٹ بھی لکھی ہے بہرحال ان ہر دو گنبدوں کو میں تو لکھا خاندان کے سمجھتا ہوں۔ بازار کی موقوعہ گنبد میں ایک قبر کی جگہ بھی خالی موجود ہے۔ جس سے میرے بیان کا ثبوت ملتا ہے۔ (مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو باب دوم سنہ ۱۳۲۰ تاریخ نزول و باب تجارت) اس سلسلہ میں احمد الدین صاحب لنعادار موجود اور قابض معاش ہیں۔

منادر مستقر

دیول کنیٹنر۔ اس دیول میں شنکر جی کا لنگ ہے جو پڑا کنڈ لیشور کے نام سے موسوم ہے۔ یہ قدیم دیول کی عمارت مختصر سے کمپونڈ کے ساتھ تھی سنہ ۱۳۳۲ف میں مسٹر ترساگوڑ نے حسب ہر کے صرفہ سے اس کے ملحقہ عمارات و کمپونڈ تیار کیا یہاں بھی شاندار جاترا ہوا کرتی ہے۔

دیول سارنگ پور۔ یہ دیول صحرائی مقام پر غیر آباد تھی سنہ ۱۳۳۴ف میں ترساگور صاحب نے تمام متعلقہ عمارات کو دس بارہ ہزار خرچ کر کے بنوا دیا۔ مشہور ہے کہ اس مندر میں ہنومان جی کی مورتی کو رام داس مہاراج نے اپنے ہاتھوں سے بٹھلایا ہے۔ اور رام مٹھ کا تعلق اس سے ہے۔ رام مٹھ کے تمام گرو مہاراجوں کی سمادھیں یہاں پر ہیں۔ (دیکھو واقعات رام مندر)

دیول شنبو گڑی۔ یہ ایک قدیم مندر کس میرسی کے عالم میں تھا جس میں شنکر جی کا لنگ ہے۔ جس کو سنہ ۳۹ف میں ترساگوڑ صاحب نے نصف ہر بلدیہ کے صرفہ سے محصور کر کے خوبصورت بنا دیا۔ اس دیول کے باز و وہ ایک دھرم سالہ بنانا چاہتے تھے۔ چونکہ محلہ مسلمانوں کا قبرستان اس سے

ملحق تھا۔ اس لئے عذرداری کی اور تصفیہ ہوا کہ قبرستان کو محصور کردینے کے بعد اپنے اعتراض کو اٹھا لیا جائے۔ جس پر ساگوڑ نے (صما) کی لاگت سے کمپونڈ بنا دیا۔ اس کے بعد بھی جب عام مسلمانوں کو دہرم سالہ کی تعمیر پر اعتراض رہا تو آپ نے اس عمارت کو مدرسہ نسواں کے لئے بیادگار جشن سیمین وقف کردیا۔

سنتاچاری کا مٹھ۔ جامع مسجد کے عقب میں ایک قدیم مندر ہے جسمیں دتاتری مہاراج کی مورتی ہے۔ یہاں پر سالانہ اچھاد ہوتا ہے۔ اس مٹھ کے بانی سنتاچاری تھے۔ اس مٹھ کو سرکار سے کافی معاش ہے۔ مورتی مادہو اچاری دناگاری جد سنتاچاری نے بٹھلایا تھا۔ اس وقت سنتاچاری عرف تاتاچاری مہنت ہیں۔

رام مندر۔ یہ بھی نظام آباد کا ایک قدیم مندر ہے! اسکا زمانہ تین سو سال کا کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ سمرتھ رام داس سوامی کی پیدائش تک ۱۵۳۰ م سنہ ۱۶۰۸ء بمقام موضع جام تعلقہ عنبر ضلع اورنگ آباد گوداوری کے کنارے ہوئی۔ جب کہ داس موصوف نے علم حاصل کرلیا تو ان کی والدہ نے بلوایا آپ دوران سفر میں بمقام سارنگ پور ٹھیرے اُس وقت امساک باران کی وجہ برہمن پوجا پاٹ کر رہے تھے۔ داس موصوف نے سارنگ پور میں ہنومان جی کی مورتی کو بٹھلایا۔ اور پوجا کی جس کی وجہ بارش ہوئی۔ اندور کے تمام لوگ آپ کے پاس پہونچکر آپ کو لائے۔ اور موجودہ مندر کے مقام پر آپ کو ٹھرایا۔ یہاں پر آپ نے مندر کی تعمیر کے بعد رام کی مورتی کو بٹھلا کر اپنے چیلے ادہو سوامی کو مقرر کیا۔ یہ زمانہ تک ۱۵۶۹ م سنہ ۱۶۴۷ء

کا کہا جاتا ہے یہ اس کے بعد سے مسلسل اس مٹھ پر بارہ مہنت گدی
نشین ہوئے۔ موجودہ مہنت سری سمرتھ داس ہیں۔ جب
رام سوامی کا انتقال تیر ۱۳۴۰ف میں ہوا۔ تو انتظامات زیر نگرانی
سرکار سے لیے گئے۔ بعد میں برہمنان نظام آباد نے بورگاوں علاقہ بمبی
کے گیشواسوامی سمرتھ داس کا انتخاب کر کے گدی نشین کیا اور صدر سے
منظوری حاصل کی۔ کیونکہ قدیم رواج یہاں کا یہی ہے۔ کہ نامزدہ مہنت
کا انتخاب بحیثیت چیلہ کیا جاکر سرکار سے منظوری لیجاتی ہے۔ بعد منظوری
وہ تمام انتظامات وانعامات پر قابض ومتصرف ہوجاتا ہے۔ لیکن
شرط یہ ہے کہ مہنت برہما چاری (یعنی بلا شادی شدہ) ہو۔ کہا جاتا ہے
کہ اس مندر میں قدیم زمانہ کا خزانہ تھا۔ جس کے متعلق سینہ بسینہ
روایات چلے آتے ہیں لیکن اسوقت وہ لاپتہ ہوگیا ہے۔ تغلب کے
زمانہ کا تعین نہیں کیا جاتا کہ کس زمانہ میں وہ برباد ہوگیا ہے موجودہ
مہنت صاحب روشن خیال تعلیم یافتہ ہیں قدیم طریقوں کو جو بے معنی رسم و
رواج کے تحت تھے۔ آپنے مسدود کر دیا۔ اس پر عوام میں کچھ ناراضی پھیل گئی
اس مندر کو (۲۸) مواضعات میں انعام ہے۔ نیز ضلع ناندیڑ کے
مواضعات میں بھی معاش بحال ہے جس کا محاصل تقریباً دو ہزار سالانہ
ہے۔ اس کے علاوہ سالانہ (مالہ عہ) نقدی بھی ملا کرتا ہے رام نومی
کا سالانہ اچھاؤ نو دس روز بڑے شاندار طریقہ سے کیا جاتا ہے اس
مندر کے صحن میں ایک شاندار ٹین کا شیڈ ۱۳۴۲ف میں سمرتھ..

سہ۔ تاریخ رام داس سوامی بزبان مرہٹی۔

کی لاگت سے تیار ہوا جس میں تاتیا صاحب رنجل نے ۱۰ مار ر کا سامان دیا۔ و نیز چند پختہ حصہ عمارت ضروریات بود و باش کیلئے بھی بنائے گئے ہیں۔

بالاجی کا مندر۔ یہاں پر بالاجی کی مورتی ہے۔ جس کے پوجاری کشنماچاری ولد نرسیوان چاری ہیں۔ اس کو بھی (مار) سالانہ کی معاش ہے۔ مندر کی عمارت بہت ہی وسیع و شاندار ہے۔ اِن کا زمانہ بھی ڈھائی تین سو سال کا کہا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس کو نکوجی گوسائیں نے بنایا تھا۔

دہرم سالہ گنج۔ بزمانہ نواب سہراب نواز جنگ اس عمارت کا سنگ بنیاد سا ہوان گنج نے ۱۳۲۲ف میں رکھا۔ اور کافی خرچ چالیس ہزار سے اس کی تعمیر کروائی۔ یہاں پر ایک کتب خانہ شاستر دہرم کا اور ایک رسبھی ہر

نندی گٹہ۔ جانب مغرب قلعہ ایک مرتفع مقام پر یہ مندر واقع ہے۔ قدرتی مناظر کا یہ حال ہے تین بڑے بڑے پتھروں نے یہاں پر ایک قدرتی عمارت بنادی ہے۔ یہاں پر سانپ جی۔ دہرمان جی کی مورتیاں ہیں۔ اور نندی بھی ہے۔ لچھما تائی طوائف نظام آباد اس کی تعمیر میں بہت روپیہ صرف کی کیونکہ وہ اس کی پرستار تھی۔

بالاجی کا جھنڈا۔ بالاجی کا جھنڈا دکن کے حصص سے گھومتا ہوا۔ یہاں یکم بھادون کو پہنچتا ہے اور بمقام کوٹ پندرہ روز مٹھ بالاجی میں کھڑا کیا جاتا ہے۔ جس میں اطراف واکناف سے معتقدین آتے ہیں۔ پندرہ روز اس کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ تقریباً اٹھ دس ہزار

کا اجتماع ہوتا ہے۔

گرجا۔ ویل سن مشن نے ۱۹۰۰ء میں بمقام کنٹیشر ایک گرجا تعمیر کیا۔ اور ایک دواخانہ زنانہ بھی بمقام نظام آباد ۱۹۰۱ء میں رعایا نظام آباد کے چندہ سے تعمیر کروایا تھا۔ جو عرصہ تک کامیاب طریقہ پر کام کرتا رہا۔ اب مختصر دواخانہ کنٹیشر میں ہے آبادی کا دواخانہ ۱۳۴۲ف میں نجاست ہوگیا۔ دواخانہ کے مقام پر اب کتب خانہ عثمانیہ کی عمارت ہے۔

گرودوارہ۔ قدیم سے ایک گردوارہ تھا۔ ۱۳۴۰ف میں مقامی کھولوں نے اس کو پختہ بنالیا ہے۔ یہ جامع مسجد کے جانب مغرب لب سڑک واقع ہے۔

آریہ سماج۔ آریہ کی عبادت گاہ ۱۳۴۶ف میں ایک کرایہ کے مکان میں بمقام گلی کمان دلیسیانڈیہ قائم ہوئی تھی ۱۳۴۸ف میں اس مکان کو خرید لیا گیا ہے یہ ایک سفال پوش مکان ہے۔

باب ۱۷

شعور عامہ

مسلم بیداری۔ ۱۳۱۹ف میں جبکہ جنگ بلقان کے مظالم آشکار ہورہے تھے۔ ممبران یونین کلب کے احساس کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ تقریباً سات ہزار روپیہ ترکی کو امداداً (تاج الدین محمد صاحب خزانہ دار و معتمد یونین کلب کے حسن عمل سے) روانہ کیے گئے۔ اس کے بعد جنگ طرابلس کے موقع پر اس ناچیز مصنف نے مسلمانوں کے سامنے اپنا دامن پھیلایا (اس لئے کہ کوئی ادارہ اسوقت موجود نہ تھا۔ جو اس جانب متوجہ ہوتا) اور

تقریباً تین ہزار روپئے خلافت کمیٹی کے توسط سے ترکی کو روانہ کیا گیا۔
۱۳۳۲ف میں انجمن اصلاح المسلمین قائم ہوئی جس نے مسلمانوں کی بے حسی میں کچھہ حرکت پیدا کر دی۔ ۱۳۳۷ف میں مولانا شوکت علی صاحب مرحوم نظام آباد کے دورہ پر تشریف لائے اور خلافت کمیٹی کے لئے دامن پھیلایا۔ (مرحوم کا قیام کاشانہ میں ہی رہا۔)[1] اسوقت بھی مسلمانوں میں کچھہ بیداری پیدا ہو گئی۔
۱۳۴۰ف میں بسلسلہ تعلیم القرآن پہلی مرتبہ قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر اور مولوی ابو محمد مصلح صاحب نظام آباد تشریف لائے۔ ترجمان القرآن کی تحریک پر حضرات ممدوح کی تقریر ہوئی۔ جس نے مسلم کو بے خواب کر دیا۔ ۱۳۴۰ف میں جب کہ انجمن اسلامیہ نے دوسرا جنم بدلا اور مولوی محمد موسیٰ صاحب پیش امام جامع مسجد نظام آباد آئے تو ان کی آواز حق نے مسلم شعور کو سیماب بنا دیا۔ گہری نیند سے مسلمان جو بیدار ہوئے تو جگانے والے پر ٹوٹ پڑے اس لئے کہ انہوں نے اسلام کی حقیقی تعلیم کو سنا دیا تھا۔ سونے والوں نے کہا ہم اپنے باپ دادا کی تعلیم پر ہیں۔ بہر حال شدید مخالفت کا یہ زمانہ گذرا اس اثنا میں مولوی حبیب الرحمن خان صاحب شروانی صدر الصدور ہندوستان سے بلدہ تشریف لائے تھے۔ آپ کی صدارت میں ایک جلسہ بہمن ۱۳۴۱ف کو ہوا[1] انجمن اسلامیہ کے معتمد کی پرخلوص سعی اور مولوی اکبر صاحب و مولوی حافظ عثمان صاحب کی حق و صداقت

[1] اس صدارت کو منظور کرانے کی سعی حکیم محمود الرحمن خانصاحب کی تھی مصنف

بھری آوازوں نے حواس باختہ مسلمانوں کے حواس کو برقرار کر دیا تھا۔ کہ ۱۳۴۶ف میں قائد ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر کی صدارتی تقریر (جو بضمن بیت المال بمقام جامع مسجد ہوئی) اور اندبھر اکانفرنس کے مشاہدات نے مسلمانوں کو چونکا دیا۔ اس کے بعد ہی انجمن اتحاد المسلمین کی تحریک سے لسان الامت نواب بہادر یار جنگ بہادر کی آواز کو سمجھنے کا شعور مسلمانوں میں پیدا ہو گیا۔ پھر مولوی حافظ عثمان صاحب جیسی شخصیت نے اسلام کی سچی دبے تعصب تعلیم (جس میں دنیا و دین ہر دو ہیں) اُن کے سامنے پیش کرنا شروع کر دی درس تفسیر جس کی ابتداء مولوی موسیٰ صاحب نے کی تھی بہت سے مسلمانوں کی اصلاح کا باعث ہوئی۔ اور یہ سلسلہ مولوی اکبر صاحب و مولوی حافظ عثمان صاحب کے زمانہ میں کمی و زیادتی کے ساتھ جاری رہا۔ اور جاری ہے مولوی حامد حسین صاحب نے (جنہوں نے مولوی موسیٰ صاحب کے درس تفسیر میں شرکت کی تھی) اس سلسلہ کو مسجد دہار وگلی میں جاری کر دیا۔ جو آج تک جاری ہے اسطرح نظام آباد میں مسلم بیداری کی بسم اللہ ہوئی۔ اور آج مسلمان درس بیداری کا مطالعہ کرتے ہوئے نظر آرہے ہیں۔

ہندو بیداری۔ ۱۳۲۲ف میں ہندو سماج کے لئے مسٹر گورے رامچندر راؤ وکیل نے برہمنوں میں سنسکرت کی تعلیم کا شوق پیدا کرایا اور ایک پاٹ شالہ قائم کیا اس کے بعد باپو راؤ صاحب وکیل و کالے رامچندر راؤ صاحب وکیل نے بیداری قوم کیلئے اپنی انتہائی

کوشش صرف کی۔ جس کے مخلص کارکن مسٹر ہری راؤ حیفنہ دار بھی تھے
لیکن قوم بیدار نہیں ہوئی۔

۱۳۴۷ ف میں جب کہ اندھرا کانفرنس کا اجلاس نظام آباد میں ہوا
جس کے صدر مسٹر نرسنگ راؤ اڈیٹر اخبار رعیت تھے۔ اس کانفرنس
میں تقریباً پانچ ہزار کا اجتماع تھا۔ نظام آباد کے ہندو مخیر حضرات نے
اس کو کامیاب بنانے میں دل کھول کر حصہ لیا۔ (مسلم جماعت نے کوئی
حصہ نہیں لیا بجز مورخ کے جو بحیثیت ترجمان رعایا نظام آباد شخصی طور
پر اپنی شرکت کو ضروری سمجھتا تھا) اس کانفرنس میں جھنا چیز کی تحریک
و مسٹر کاشی ناتھ راؤ بکپال کروکیل کی تائید سے پہلی مرتبہ اردو زبان
میں تقاریر کا رزولیوشن بعلیہ آراء منظور ہوا۔ اور پہلی مرتبہ ہم نے
اردو میں تقریر کی۔ عہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کانفرنس کے بعد سے
اہل ہنود میں بیداری کے آثار نظر آنے لگے جو روز بروز ترقی پذیر ہیں

ہر دو فریق کی بیداری کے متعلق میری ذاتی رائے

نظام آباد کی ہندو مسلم ذہنیتوں کا میں عرصہ سے مطالعہ کر رہا ہوں
میرا نتیجہ فکر یہ رہا کہ یہاں پر دو فریق کے جذبات بالکل ٹھنڈے ہیں
اس پر مجھکو تعجب تھا۔ جب میں نے تاریخ کی ورق گردانی شروع کی تو

عہ۔ اس کانفرنس میں مجھکو شرکت سے باز رکھنے کیلئے اکثر مخلص حضرات نے انتہائی
کوشش کی لیکن میں اس بناء پر شرکت کیلئے مجبور تھا۔ کہ عرصہ سے رعایاء نظام آباد کی
ترجمانی کر رہا تھا۔ اور پلیٹ فارم سے کوئی آواز بلند نہیں کر سکتا تھا اور سمجھ رہا تھا کہ

اس نتیجہ پر پہونچا کہ نظام آباد کی سرزمین میں انسانی خون جذب نہیں ہوا ہے۔ (کیونکہ یہاں پر کوئی قابل ذکر معرکہ کا پتہ تاریخ سے نہیں ملتا۔) تو اس مقام کی اب و ہوا کے اثرات میں جمود لازمی ہے۔ برخلاف اس کے تعلقہ آرمور۔ و تعلقہ بودہن کا دوران خون بمقابلہ نظام آباد کے بہت تیز ہے۔ اسلیئے وہاں کی زمین نے خون پیا ہے۔ بس یہہ کہا جاسکتا ہے کہ نظام آباد کی سرزمین خود ایک امن پسند حصہ ہے۔ جہاں کے رہنے والے شر فساد سے دور باہم میل جول کے حال۔ امن پسند ہیں۔ اگر کبھی کوئی بیرونی اثرات نے خلل اندازی کی اور انتشار پیدا ہوگیا۔ تو وہ ایک ہنگامی صورت ہے۔ اُس سے نظام آباد کی خصوصیات متاثر نہیں ہوسکتے۔

مسلم ادارے

انجمن اسلامیہ۔ امرداد ۱۳۳۲ف میں محترم عبدالرحیم صاحب بانی انجمن اصلاح المسلمین رائچور نے یہاں پر قیام انجمن کی تحریک کی جسپر مسلمانان نظام آباد نے لبیک کہا۔ اور اس انجمن کے اعزازی صدر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۰۶۔ یہ کانفرنس مشترکہ پلیٹ فارم ہے لیکن اسمیں شرکت کے بعد ثابت ہوا کہ یہاں پر اکثریت کی ذہنیت فرقہ پرستی کی ہے گو صدر کانفرنس نے انتہائی کوشش سے اس تحریک کو کامیاب کیا۔ اور میرے استعفا کو مسترد کر دیا لیکن عام رجحان نے مجھ کو بالکل مایوس کر دیا تھا۔ اس لئے اس سے کنارہ کشی اختیار کرنی پڑی۔ مصنف

نواب تقی یار جنگ مرحوم و معتمدیہ خاکسار مصنف۔ یا تین سال تک اس انجمن نے عام مسلمانوں میں مذہبی اصلاح کی ایک نئی روح پیدا کر دی۔ اس کارکردگی میں میر ولایت علیصاحب انعامدار نظام آباد کی عملی زندگی شریک حال تھی۔ میر صاحب کے تبادلہ اور معتمد کی تن آسانی نے چار سال بعد اس کو معطل کر دیا۔

۱۳۴۰ف میں اس انجمن کے لئے ایک مخلص کارکن جلیل احمد صاحب کو معتمدی کے لئے چن لیا گیا۔ جن کے ہاتھوں اس انجمن کو ارتقا نصیب ہوا۔ یہ عجیب خوش قسمتی تھی کہ نہ صرف معتمد ہی مخلص ملا۔ بلکہ نائب معتمد (محمد علی صاحب) بھی پُرخلوص کام کرنے والا ملا۔ جو باوجود نظام آباد کے متوطن نہ ہونے کے باوجود ملازم سرکار ہونے کے نہایت خاموشی سے اپنے فرائض ۱۳۴۳ف سے اس خوبی کے ساتھ انجام دے رہے ہیں کہ حسابات کو دیکھکر ہر دو کے متعلق جزائے خیر کے لئے دعا نکلتی ہے۔ ان ہر دو حضرات کے اخلاص عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ آٹھ سال سے یہ انجمن اس اعلےٰ طریقہ پر اپنے فرائض حقیقی انجام دے رہی ہے کہ دوسری انجمن اس کی مثال مشکل ہی سے پیش کرسکتی ہے۔ انجمن نے تمام صدقات و خیرات مسلمانان نظام آباد کو منظم کر لیا ہے۔ تمام مستحقین کی فہرست انتہائی جانچ کے بعد تیار ہوتی ہے۔ جن کو ماہانہ وظائف بتوسط میر محلہ گان پہونچادئے جاتے ہیں دارالاقامہ میں (۴۷) نادار و یتیم لڑکوں کو رکھکر ان کے کھانے پہننے کا انتظام کرتے ہوئے۔ اُن کو صنعت و حرفت کی تعلیم دلائی

جاتی ہے جسمیں۔ سنجاری۔ لوہاری۔ کساری۔ ڈرائنگ۔ خیاطی صحافی کی بہترین دست گاہ حاصل ہوتی ہے اور ساتھہ ہی ساتھہ دینی تعلیم کا خاص طور پر انتظام ہے۔ لڑکوں کے کردار کو سنوارا جاتا ہے انمیں تقریر کی عادت مطالعہ اخبارات کا شوق پیدا کرایا جاتا ہے۔ اور فنون سپہگری بھی سکھائے جاتے ہیں۔ سب سے اعلیٰ و افضل کام جو اس انجمن نے کیا ہے وہ قیام بیت المال ہے۔ محترم جلیل احمد صاحب کی انتھک کوششوں نے ۱۳۵۶ھ سے نظام آباد میں بیت المال قائم کر لیا جو نہایت کامیابی سے چل رہا ہے۔ عاملین بیت المال مسلمانان نظام آباد کا سالانہ محاسبہ نہایت جانچ کے ساتھہ شرعی احکام کے تحت کرکے زکوٰۃ کا تعین کرتے ہیں۔ زکوٰۃ نہ دینے والوں پر اخلاقی اثرات ڈالے جاتے ہیں۔ اس انجمن کے میر مجلس ۱۳۴۶ سے محمد عبدالرحمن صاحب صدیقی وکیل ہائیکورٹ ہیں۔ جن کی حسن سعی و توجہ کامل ضبط و نظم کی سختی انجمن کے لئے بہترین ثابت ہو رہی ہے اور آپ ہی کی کوششوں کا نتیجہ ہے کہ انجمن اپنے لئے ایک منفعت بخش جائداد کی بموقعت مالک ہے مولوی محمد موسیٰ صاحب فارغ التحصیل دیوبند وپیش امام جامع مسجد پہلے بیدار کرنے والے تھے فی زمانہ سب سے زیادہ روشن خیال حالات حاضرہ کو سامنے رکھکر احکام مذہبی کے روشنی میں کام کرنے والی ہستی مولوی حافظ محمد عثمان صاحب فارغ التحصیل دیوبند کی ہے جس کو انجمن کا حساس بھی خواہ کہا جا سکتا ہے

مدرسہ دینیات ۔ قدیم زمانہ میں یہاں اکثر مکتب تھے لیکن فی زمانہ

قلعہ میں بہلول شاہ صاحب کا ایک دینی مدرسہ۔ اور محلہ پہولانگ میں
ایک مدرسہ تحت انجمن اسلامیہ۔ اور ایک مدرسہ جامع مسجد میں
جہاں پر عربی۔ فارسی۔ اردو حساب کی تعلیم دیجاتی ہے کامیاب طریقہ
پر چل رہا ہے۔ جہاں نہ صرف دار الاقامہ کے بچوں کو تعلیم دیجاتی ہے
بلکہ بیرونی مسلم لڑکوں کی تعلیم کا بھی انتظام ہے۔ اس کے علاوہ درس
تفسیر بالقرآن جامع مسجد میں مولوی حافظ عثمان صاحب اور دھارو گلی
کی مسجد میں مولوی حامد حسین صاحب روزانہ دیا کرتے ہیں۔ متعدد
حفاظ مدرسہ سے فارغ ہو چکے ہیں۔ اور بعض لڑکے مدرسہ دیوبند کو
فارغ التحصیل ہونے کیلئے جا چکے ہیں۔ جن میں سے ایک طالب علم کا خرچ
سرور خانصاحب گتہ دار برداشت کرتے ہیں۔ اسی انجمن کا ایک
کامیاب کتبخانہ عام بھی تھا۔ جو افادہ عامتہ الناس کے لئے عثمانیہ
جوبلی کتب خانہ میں منتقل کیا گیا ہے۔ اس انجمن کے تحت ہر محلہ میں میر محلہ کا
تقرر ہے جنکے مکانات پر بورڈ لگے رہتے ہیں۔ ان میں تغیر و تبدل بھی
ہوتا رہتا ہے۔ ان کی مجلس مشاورت کے بعد مجلس انتظامی سے منظوری
ہوتی ہے حسابات کی جانچ سالانہ صیغہ حساب سرکار عالی کے کسی ذمہ دار
شخصیت سے خانگی طور پر کرائی جاتی ہے۔ اور رپورٹ شائع ہوتی ہے
بہر حال اس انجمن کی تفصیلی کارگزاری کو ظاہر کرنے کے لئے ایک مستقل
رسالہ کی ضرورت ہے بیت المال کی مطبوعہ رپورٹ سے معلومات حاصل کیے جا سکتے ہیں

صدائے احتجاج ۔ قواعد اراضیات تحت نہر نظام ساگر کی
ترتیب جبکہ ۱۳۳۳ ف میں ہو رہی تھی۔ تو اس کے خلاف منجانب رعایا

رسالہ ماہانہ مشیر اہل دہ بابتہ دی ۱۳۳۹ف میں (جو مصنف کے زیرادارت شائع ہوتا تھا) قواعد کی خامیوں کے متعلق صدائے احتجاج مفاد ملک کے لئے بلند کیگئی لیکن اس کو صدا بصحرا سمجھا گیا۔ مہر ۱۳۴۲ف میں رعایا کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک پمفلٹ موسوم "تین سال" شائع کر کے ارکان حکومت کے سامنے پیش کیا گیا و نیز بارگاہ خسروی میں بھی واقعات گزرانے کی عزت حاصل کیگئی۔ ارکان حکومت نے جب اس پر بھی توجہ نہیں کی تو آذر ۱۳۴۶ف میں دوسرا پمفلٹ "اور تین سال" شائع کیا گیا۔ چونکہ میری تمام پیشین گوئیاں ظاہر ہو چکی تھیں۔ اور رعایا کی بڑھتی ہوئی پریشانیوں کو ذمہ داران نظم و نسق بچشم خود دیکھ رہے تھے۔ اس لئے بحالت مجبوری قواعد نافذہ کی اصلاح میں وہ سب کچھ حکومت کو کرنا پڑا جس کو میں نے پیش کیا تھا۔

اسی سلسلہ میں حکومت کی جانب سے مجھکو زبانی ہدایت فرمائی گئی کہ میں اس قسم کی ترجمانی سے احتراز کروں جس کا جواب ۱۳۴۲ف میں میں نے تحریری دیا کہ اپنے ملک و مالک کے مفاد کے لئے میں بحیثیت وکیل رعایا اور سرکار کے درمیان ترجمانی پر مجبور ہوں۔ تاوقتیکہ میری زبان بندی نہ کر دیجائے ۱۱ آذر ۱۳۴۷ف میں جب کہ سر اکبر حیدری نواز جنگ بہادر صدر اعظم باب حکومت بحین دورہ نظام آباد تشریف فرما ہوئے۔ اور ٹاؤن حال میں اڈریس پیش کئے گئے۔ تو اسی جوش ترجمانی رعایا میں۔ میں نے منجانب رعایا کمبل پوش آزادانہ حالات عرض کرنے کی اجازت سرصدر عہ سے چاہی۔ میری استدعا

کو مسترد کر دینے کیلئے اعلیٰ ارکان حکومت نے (جو جلسہ میں اُسوقت موجود تھے) رائے دی لیکن باوجود ارکان حکومت کی نفی کے صدارت کی اعلیٰ فراست نے مجھکو اجازت عطا فرمائی جس کے بعد میں نے رعایا کمبل پوش کی ترجمانی کا حق ادا کیا۔ اس اڈریس کے جواب میں سر ممدوح نے رعایا کے ہر مطالبہ کو حق بجانب سمجھکر اُن ضرورتوں کی تکمیل کی توقع ذمہ داران سررشتہ جات متعلقہ سے ظاہر فرمائی وٹ

بہمن ۱۳۴۷ ؁ف آندھرا کانفرنس منعقدہ نظام آباد میں بحیثیت ترجمان رعایا میں نے شرکت کی اور اصلاحات قواعد بند و بست کے متعلق رزولیوشن منظور کروایا گیا۔

۱۳۴۷ ؁ف میں جب کہ ڈیسرائے بہادر حیدر آباد آرہے تھے اور معلوم ہوا تھا۔ کہ وفاق کی دستاویز پر مہر شاہی حاصل کرنے کیلئے یہہ دورہ ہے تو منجانب رعایا حیدر آباد دکن (عید الفطر کی مسرتوں کو مسلم طبقہ نے رنج و غم سے بدل کر ایک وفادارانہ محض مسلم رعایا دکن نے) بارگاہ خسروی میں پیش کیا۔ میرے خیال میں اسی قسم کی جسقدر حرکتیں مفاد ملک کے لیے مجھ سے ظاہر ہوئیں۔ وہ تمام ارباب کرسی کی نظروں میں کھٹک گئیں۔ اور ۱۳۴۷ ؁ف میں پیشہ وکالت سے معطل کرا دینے کی تحریک پر بصیغہ راز مہر قصارت ثبت کر دی گئی۔ چونکہ قانون وکلاء کے تحت میرا پوزیشن پاک و صاف تھا۔ اس لئے مجلس وضع قوانین

وٹ نہ معلوم وہ کیا اسباب تھے۔ کہ اس اڈریس کو اور اُس کے جواب کو ملک کے اخبارات میں شایع کرنے سے باز رکھا گیا۔ ملاحظہ ہو۔ اخبار بمبئی کرانیکل اکتوبر ۱۹۳۷ء

نے اس تحریک کو قانوناً بے معنی سمجھا[1]

ان واقعات کی روشنی میں جب میں نے نتائج عطائے داد رسی پر غور کیا تو اپنے موکلین کے حقوق کا تحفظ میرے وجود سے ناممکن نہیں تو مشکل ضرور نظر آیا۔ پس مالی منفعت کے لئے انصاف کا خون میرے ضمیر نے گوارہ نہیں کیا۔ اور بہتر صورت یہ معلوم ہوئی۔ کہ جب حکمائے کرسی کی تمنا پوری نہیں ہوسکتی تو میں خود ہی اُس کی تکمیل کا اقتدار رکھتا ہوں۔ خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ رعایا کے تمام مطالبات حکومت کے زیر غور آچکے تھے۔ اور مجھ سے بہتر کام کرنے والے نوجوان تعلیم یافتہ منتظر عام نظر آرہے تھے۔ اُن کے لئے جگہ خالی کر دینا میرا فرض تھا۔ پس اردی بہشت ۱۳۲۷ف سے فرائض وکالت ملتوی کر کے تصنیف و تالیف کی طرف متوجہ ہوگیا۔ اور تمام مجالس سرکاری و نیم سرکاری کی رکنیت سے بھی مستعفی ہو کر بہترین کام کرنے والے نوجوانوں کے لئے اپنی نشست خالی کر دی[2]۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر چہ از دوست میرسد نیکوست۔

ف[1]۔ صیغہ راز کی کارروائی کے متعلق صحیح علم تو نہیں ہو سکتا۔ ہر وہ شخص جس کے خلاف رپورٹ بصیغہ راز ہونا معلوم ہوتا ہے۔ اُن سب الزامات کو مندرج تصور کرتا ہے جس کے متعلق اس پر تہدید ہوتی رہی ہو (نہ کھٹکنے والے ضمیر کی آواز پر اعتراف جرم جیسا کہ کرسی کا تصور ہوتا ہے) چونکہ مجھکو میرے ضمیر نے اعتراف غلطی کے لئے کبھی ملامت نہیں کی۔ بلکہ آج تک وہ حق و صداقت کے لئے مطمئن ہے۔ مصنف۔ ف[2] بقیہ حاشیہ ملاحظہ ہو صفحہ ۲۱۵ پر۔

میرے اطمینان قلب کے لئے یہ صورت انتہائی مسعود و محمود ثابت ہوئی اسلئے کہ اُس خالق حقیقی تعالیٰ کو بھول کر متفرق خداوندان کرسی کے در مارا مارا پھر رہا تھا۔ پھر ایک مرتبہ اپنے مالک حقیقی کے در پہ پہونچ گیا۔ اور یقین کامل ہو گیا۔ کہ رازق حقیقی کرسی (بینچ) نہیں بلکہ ایک صاحب عرش و کرسی تعالیٰ سبحانہ ہے۔ جو دَابَّۃُ الْاَرْضْ کو بھی رزق عطا فرماتا ہے۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ عَمَّا یُشْرِکُوْنْ ۰ آج تک یَرْزُقُ مَنْ یَّشَاءُ بِغَیْرِ حِسَابْ ۰ پر ایمان کامل ہے۔ خداوند تعالےٰ آخر دم تک استقامت عطا فرمائے فی الحقیقت یہ سب کچھ میرے رب کا فضل ہے۔ ورنہ میں تو ڈگمگا گیا تھا۔ چونکہ میں اپنے عیوب کو فطرت انسانی کے تحت محسوس نہیں کر سکتا۔ اور نہ دلوں کا حال جانتا ہوں لیکن اس قدر ضرور محسوس کرتا ہوں کہ گرداب عیوب میں پھنسا ہوا ہوں۔ پس میرے ساتھ جو کچھ ہوا وہ عین سیاست ہے اسلئے کرسی کی سیاست سے مجھکو ہرگز گلہ نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ اس کرسی پر میں بھی ہوتا تو شاید حکومت کی تمنا میں اس سے کچھ زیادہ

ف ۔ اسمیں شک نہیں کہ یہ میرے قوت فیصلہ کی انتہائی غلطی تھی۔ جس کو میں نے بعد میں محسوس کیا۔ میرا فرض تو یہ تھا کہ میں اپنی جگہ پر کھڑا ہوا حق و صداقت کا اعلان کرتا رہتا۔ لیکن میں نے فتنہ کے مقابل گوشہ نشینی کو ترجیح دی۔ نہ کہ قید و بند سے تخوف ہو کر۔ اگر یہ خوف میرے دل میں ہوتا تو میں اپنے وطن سے یکہزار میل کا سفر طے کر کے بہ سلسلہ تحریک خاکساری لکھنؤ جیل میں داخل ہوتا۔

مصنف

ہی زور آزمائی کرتا۔ ناظرین مجھ پر الزام لگا سکتے ہیں۔ کہ تاریخ میں مصنف کا یہ قصیدہ وہ بھی خودستائی کی صورت میں!! لیکن آنیوالی قوم ان واقعات سے بھلائی یا برائی اخذ کر سکتی ہے۔ چونکہ میرا ضمیر ارشاد باری کی تعمیل کے لیے مجھکو مجبور کر رہا ہے۔

وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ٥

ترجمہ :- جو احسان ہے تیرے رب کا سو بیان کر۔

پس انعامات الٰہی تعالےٰ کا اظہار ان اوراق میں میں نے ضرور سمجھا جو کہ باوجود گوشہ نشینی میرے تمام کام بلا منت کش ارباب متفرق واحد رب العلمین کے رحم و کرم سے جاری و ساری ہیں میں رتی بھر بھی اس میں کمی نہیں پاتا بلکہ انتہائی اطمینان قلب کی زندگی حاصل ہے۔ ھذا من فضل ربی۔ وما توفیقی الا باللہ۔ بس مجھ کو اُمید ہے کہ ناظرین ان صفحات کو بجائے خودستائی کے اظہار احسانات باری تعالیٰ سمجھینگے۔ اور ہر کس و ناکس حق و صداقت کو ظاہر کرنے میں رزق کے لیے خائف نہ رہیگا۔ بہمن ۱۳۴۲ ف میں سررشتہ تعلیمات کی اصلاحات کے لئے ایک رسالہ موسوم بہ "سررشتہ تعلیمات کے لئے صراط مستقیم" شائع کر کے حکومت اور ذمہ داران سررشتہ کے سامنے پیش کیا گیا۔ مہر ۱۳۴۳ ف نظام آباد میں نواب علی نواز جنگ کے استعفار کو نامنظور کرنے کیلئے ایک کامیاب جلسہ منعقد ہوا۔ اور منظورہ رزولیشن بارگاہ خسروی میں گذرانا گیا ف

ف۔ یہ سب سے پہلا سیاسی جلسہ نظام آباد کیلئے تھا۔ اس جلسہ کا اعلان مصنف نے کیا تھا لیکن اسکی صدارت کو بخوف حکومت کسی نے قبول نہیں کیا۔ بالآخر جلسہ عام نے مجبوراً مصنف ہی کو کرسی پہ بٹھلا دیا مصنف

انجمن اتحاد المسلمین نظام آباد

۱۳۴۷ف میں عبدالرؤف صاحب بی۔اے۔ یل یل۔بی وکیل ہائیکورٹ بحیثیت نمائندہ صدر انجمن مرکزی یہاں آئے اور اس انجمن کی بنیاد ڈالی محمد علیخان صاحب بی۔اے یل یل بی وکیل ہائیکورٹ اس انجمن کے معتمد مقرر کئے گئے خان صاحب موصوف بلحاظ اپنی سیاسی قابلیت کے اس کو بڑی حد تک کامیاب بنا رہے ہیں۔ چونکہ انجمن اتحاد عثمانیہ یونیورسٹی کے صدارت پر خانصاحب موصوف کا انتخاب ۱۳۴۵ف میں ہوا تھا۔ جس کو کامیاب طریقہ پر آپ نے ایسے وقت چلایا جبکہ پہلی مرتبہ یونیورسٹی میں سیاسی شعور پیدا ہوا تھا۔ جس کا اعتراف مجلہ عثمانیہ میں بھی کیا گیا ہے۔ لہذا یہ فخر نظام آباد کو حاصل ہے اُس کا سپوت یونیورسٹی میں سب سے پہلے سیاسی شعور کا علمبردار تھا۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ متعدد سیاسی رزولیوشن اصلاحات کے تحت منظور ہوئے۔

جماعت خاکساران

۱۳۴۷ف میں میر ولایت علیصاحب انسپکٹر نظام آباد سالار اکبر دکن کی تحریک و توجہ دہانی پر اس جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ جس میں سید محمد اسحاق صاحب مالک جوبلی رسٹورنٹ نظام آباد نے سب سے پہلے دلچسپی لی۔ اور ضلع کی سالاری کا قرعہ اس ناچیز مصنف کے نام پڑا۔ عرصہ ایکسال میں اس جماعت نے ہر ملت و مذہب میں اپنی انتہائی رواداری اور بے پناہ خدمت خلق سے اعتماد کامل حاصل کر لیا۔ جس کی وجہ سے مسٹر باپو راؤ وکیل نے اس تحریک میں شرکت کی اور راجندر ریڈی صاحب

بھی بحیثیت معاون شریک تحریک ہو گئے رف باوجود موقتی تحریک رضاکاری انجمن اتحاد المسلمین کے خاکساروں کی تعداد اکیسو سے زاید ہو گئی۔ حکومت مقامی نے بھی اس جماعت پر اپنے اعتماد ذاتی کا اظہار فرمایا۔ اِس جماعت کا نشان بلیچہ (پھاوڑا) ہے اور اس تحریک کے چوبیس اصول (۱۴) نکات قابل ذکر ہیں۔

خاکسار کے چوبیس اُصول

(علامہ مشرقی کی زبان قلم سے)

ا۔ کسی مسلمان کے خلاف نہ ہو۔ ۲۔ سب ہمسایہ طاقتوں سے رواداری رکھے۔ ۳۔ مجاہدانہ اور سپاہیانہ قابلیت پیدا کرے۔ ۴۔ اپنے مقرر کردہ سالار کے حکم کو خواہ کتنا ہی تکلیف دہ کیوں نہ ہو، بلا حیل حجت ماننے۔ ۵۔ اللہ اور اسلام کی راہ میں ہر وقت اپنا مال وجان حتیٰ کہ فرزند و زن قربان کرنے طاقت پیدا کرے۔ ۶۔ پابندی وقت کرے۔ ۷۔ خدا کے سوا کسی طاقت سے خوف نہ کھائے۔ ۸۔ روئے زمین کی بادشاہت اور اسلام کا اجتماعی غلبہ پیش نظر ہو۔ ۹۔ روحانی جذبات کو پیدا کرے شیطانی اور نفسانی جذبات کو کچل دے۔ ۱۰۔ خدمت خلق کرے اور اُس خدمت کی اجرت نہ لے۔ ۱۱۔ نماز قائم کرے اور باقی ارکانِ اسلام پر مضبوطی سے جا رہے۔ ۱۲۔ قطار میں کھڑے ہو کر مسلمانوں کی

ف۔ اس تحریک میں ہر وہ شخص شریک ہو سکتا ہے۔ جو اللہ کو ایک جانتا ہے۔ اور جزا و سزا کا قائل ہے۔ خواہ وہ کسی مذہب وملت سے تعلق رکھتا ہو۔

اونچ نیچ کو عملاً برابر کرے۔ ۱۳۔ فوج کی طرح مارچ اور سپاہیانہ قواعد کرے۔ ۱۴۔ تمام عقلتوں اور سستیوں کو دور کرے۔ ۱۵۔ نبی کی سنت سمجھ کر بیلچہ کا اوزار اپنے پاس رکھے۔ ۱۶۔ خاکی وردی بنائے اور اس پر "اخوت" یعنی بھائی چارہ کا سرخ نشان لگائے۔ ۱۷۔ آپس میں جب ملے فوجی سلام کرے۔ ۱۸۔ حتی الوسع خاکسار سے سودا لے۔ ۱۹۔ مسلمان سے مذہبی عقیدوں کے متعلق بحث نہ کرے۔ ۲۰۔ مسلمان سے سیاسی عقیدوں کے متعلق بحث نہ کرے۔ ۲۱۔ ہر مسلمان کو ایک لڑی میں پروئے جانے کی ہر موقعہ پر تبلیغ کرتا رہے۔ ۲۲۔ خاموشی اختیار کرے۔ ۲۳۔ سننے اور کرنے والا ہو اکہنے اور نہ کرنیوالا نہ بنے۔ ۲۴۔ ہر مسلمان کو مرکزی اجتماع میں شامل ہونے کیلئے عملاً تیار کرے۔

خاکسار تحریک کے چودہ نکات

(۱) ہم خاکسار نسل انسانی کے تمام فرقہ دارانہ جذبات اور مذہبی تعصبات کو اپنے نیک اور نفع رساں عمل سے کچل کر (لیکن مذہب کو برقرار رکھ کر) ایک مساوی، غیر متعصبانہ، روادارانہ مگر غالب نظام پیدا کرنیکے درپے ہیں جسمیں سب اقوام سے سچا سلوک اور ان کی بجا پرورش ہو اور جس کی بنیاد نیکی، سعی و عمل اور بے پناہ عدل پر ہو! (۲) قرن اوّل یا قرون اولے کا عملی اسلام ہی صحیح اسلام ہے، خاکسار سپاہی رسول خدا صلعم کے طریق عمل کے سوا کسی شئے کو دین اسلام تسلیم نہیں کرتا۔ (۳) مولوی کا آجکل کا بتایا ہوا راستہ غلط ہے خاکسار سپاہی

اس غلط مذہب کو صفحہ زمین سے مٹانے اور اس کی جگہ نبوی اسلام پھر رائج کرنے کیلئے اُٹھا ہے۔(۴) مولوی کا گروہ قرون اولے میں نہ تھا۔ اس لئے خاکسار سپاہی اُس کی جگہ اماموں کا منظم گروہ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ جو قوم پر شرعی حکومت کرے۔ (مولوی کے لئے مولانا کے القاب کو اسلامی لغت سے نکالدیا جائے۔ کیونکہ اس کے معنی ہمارا خدا ہیں۔ اس کی جگہ شیخ فاضل یا اور القاب استعمال کئے جائیں۔ (۵) خاکسار سپاہی مسلمانوں کے کسی فرقہ کے عقائد کو نہیں چھیڑتا اس اعتقادی آزادی کو ہر مسلمان کا مذہبی حق سمجھتا ہے لیکن سب فرقوں میں اتحاد عمل پیدا کرنے کیلئے کھڑا ہے۔ (۶) خاکسار سپاہی قرآن حکیم یا حدیث شریف کے ہر رائج یا غیر رائج حصے پر نبوی عمل کرنا ہر مسلمان کا مذہبی حق سمجھتا ہے۔ اور ان کو حکومت وقت کی قانونی یا سیاسی گرفت سے آزاد کرانے کے لئے ہر قربانی کرنے کو تیار ہے (۷) خاکسار سپاہی ہر قوم (ہندو مسلم، سکھ، پارسی، عیسائی، یہودی، اچھوت وغیرہ) کے مذہبی اور معاشرتی جذبات کے احترام، اُس کے مخصوص تمدن (کلچر) اور روایات کے قیام اور عام رواداری کے لئے کھڑا ہے اور اس طرز عمل کو ہندوستان میں اسلامی سلطنت کے ایک ہزار سال تک قائم رہنے کا راز یقین کرتا ہے۔ (۸) خاکسار سپاہی ہر قوم کو اُس کے جائز شہری حقوق دلاتا اور ان کے داخلی اور خارجی مفاد کی حفاظت کرنا اپنی تنظیم کا پہلا فرض سمجھتا ہے۔ خاکسار سپاہی تالیف قلوب کو مدنظر رکھکر ہر قوم کو اپنا حلیف اور رفیق تسلیم کرنے کیلئے تیار ہے۔

اور اُن کو ایسا بننے کی دعوت دیتا ہے۔ ۹۔ خاکسار سپاہی کا نصب العین روئے زمین کی بادشاہت اور اپنے نیک عمل کے ذریعے سے قوم کا اجتماعی اور سیاسی غلبہ ہے۔ ۱۰۔ خاکسار سپاہی کا نصب العین ہندوستان میں صرف ایک بیت المال کا قیام ہے جو ادارہ علیہ ہندیہ نے قائم کر دیا ہے تمام علیحدہ علیحدہ بیت المالوں کے قیام کی بہ زور مخالفت ہے۔ خواہ اس میں کتنی ہی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے۔ اس بیت المال کا مقصد آئندہ کئی برس تک صرف روپیہ جمع کرنا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرنا نہیں (۱۱) خاکسار سپاہی کا یقین ہے کہ وہ دنیا میں صرف اپنے ہر قوم اور ہر شخص سے نیک سلوک اور صاف معاملات سے غالب آسکتا ہے کسی اور طریقے سے نہیں یہ اخلاقی بزرگیاں کم و بیش ہر مذہبی کتاب میں مشترک طور پر موجود ہیں۔ (۱۲) خاکسار سپاہی قوم کی اقتصادی حالت کو درست کرنے کیلئے ہر خاکسار کی تجارت کو بڑھانا اپنا فرض سمجھتا ہے۔ خواہ اس میں کتنی ہی تکلیف کیوں نہ کرنی پڑے۔ وہ یقین کرتا ہے کہ اس کے بغیر منزل تک نہیں پہنچ سکتا۔ ۱۳۔ معاون خاکسار کی تعریف آج سے یہ ہے کہ ایکماہ میں چھ پیسے یا ایکسال میں ایک روپیہ کے حساب سے ادارہ علیہ ہندیہ کے بیت المال میں ہمیشہ براہ راست بھیجتا رہے اور جب ادارہ علیہ تمام معاونین کو کوئی عام حکم دے۔ تو اُس پر پورا عمل کرے خواہ اِس وقت اس میں کتنی ہی قربانی کیوں نہ کرنی پڑے۔ خاکسار سپاہی کو یقین ہے کہ اس سے کم کام کرنے والا تحریک کو غلبے کی منزل تک نہیں پہنچا سکتا۔ اور نہ

اُس کا معاون ہونا مفید ہے (۱۴) ہم لیڈروں دشمن کے تنخواہ داروں خلاف قوم ایڈیٹروں اور اخباروں، غلط پروپیگنڈا کرنے والے شخصوں دشمن سے ملے ہوئے منافقوں، ہندوستان کی مختلف یا مسلمانوں کی مختلف فرقوں یا انجمنوں یا گروہوں میں منافرت پھیلانے والے شریر کے خواہ وہ کسی قوم اور مذہب سے ہوں جانی دشمن ہیں اور اُن سے انتہائی انتقام لینے کے لئے کھڑے ہیں خواہ اس میں ہمیں انتہائی قربانی کرنی پڑے

اچھرہ۔ لاہور۔ اعلان نمبر ۲۲۶ — **عنایت اللہ خان المشرقی**
۱۵ اکتوبر ۱۹۲۶ء بوقت ۱۲ بجے دوپہر — بہ حیثیت اِدارہ علیہ ہندیہ

نوٹ:۔ خاکسار تحریک کی مکمل تشریح کے لئے قول فیصل قیمتی ۲ روپیہ دستور العمل قیمتی ۱ روپیہ بالا سے طلب کیا جاسکتا ہے۔

جماعت رضا کاران۔ تحت انجمن اتحاد المسلمین ایک جماعت رضا کاران ۱۳۴۲ف کے آخیر میں قائم ہوئی۔ جو نتیجہ تھا اسد علی صاحب جوہر و محمد برہان صاحب تاجر کے حسن سعی کا جسکے سالار قاضی لطف العین صاحب نیفا ہیں

جماعت حزب اللہ۔ ایک مختصر سی جماعت محلہ مسجد اوپر ٹیکری میں قائم ہوئی ہے۔ جس کے سالار عبد الواحد صاحب اور معاون شیخ جھکن صاحب تاجر ہیں۔

اکھاڑہ جات۔ انجمن اسلامیہ کا قدیم اکھاڑہ بحالت کس مپرسی بے عمل ہو چکا تھا۔ جس کو معین الدین صاحب عابد نے باوجود اپنے تعلیمی انہاک کے اچھے طریقہ پر کامیاب بنایا۔ جس میں مختلف فنون سپاہ گری کی تعلیم دیجاتی ہے۔ جو مسجد کوتر علی کے احاطہ میں قائم ہے

جس کا معائنہ قاید ملت نواب بہادر یار جنگ بہادر نے اظہار پسندیدگی سے کیا۔ ۱۳۴۷ف میں ایک بمقام مسجد اوپر ٹیکری حمید الدین صاحب کے سعی عمل سے قائم ہوا ہے۔

ہندو ادارے

ہنومان ویایام شالہ ۔ یہ قدیم اکھاڑہ مسٹر راجیشور راؤ صاحب کا قائم کردہ تھا۔ اور اس کی رجسٹری بھی تحت قواعد ہو چکی تھی۔ بہت دنوں چالو رہا اور پبلک عدم دلچسپی کے باعث عرصہ سے بند ہے۔

سیوا سمیتی ۔ مسٹر کاسی ناتھ راؤ کلپال کر وکیل نے اہل ہنود کے تنظیم کیلئے اس انجمن کی بنیاد ڈالی اور الیتو نت راؤ صاحب دلیکر کو صدر نشین منتخب کرکے خود معتمد منتخب ہوئے۔ اس ادارہ کا مقصد باہمی اتفاق و ارتباط پیدا کرنا تھا جس کی مختلف شاخیں قائم ہیں خصوصاً گنیش اچھاؤ کے زمانہ میں تمام منڈلوں کا اتحاد سنتا چاری مٹھ میں منایا جارہا ہے۔ اس ادارہ کے رضا کار مختلف اوقات میلا کام کرتے نظر آتے ہیں۔ خصوصاً آندھرا کانفرنس میں انہوں نے خوب اچھا کام کیا۔

جنرل گنیش منڈل ۔ نظام آباد میں متعدد منڈل ہیں ۱۳۴۵ف میں کاسی ناتھ راؤ ملکپال کر وکیل کی جوان کوشش اس منڈل کو قائم کرکے (جو رقم چائے پانی میں بیکار صرف ہوتی تھی۔ اس کو مسدود کرتے ہوئے) اصلاحی کام کر رہی ہے۔

کسان سبھا ۔ یہ رضا کاروں کی ایک جماعت ہے جو ۱۳۴۱ف میں قائم ہوئی ہے

مدارس مذہبی ۔ ملاحظہ ہو باب تعلیمات ۔

انجمن وطنداران ۔ ۱۳۴۲ف میں مسٹر کاشی ناتھ راؤ کپیال کر وکیل کے مشورہ سے ملک سرکار عالی کے پٹیل پٹواری اور وطنداروں کے لئے ایک انجمن کی بنیاد ڈالی ۔ جس کے مقاصد وطنداروں کی ہر جہتی ترقی ہے یہ مقامی عہدہ داران وقت سررشتہ مال نے اس انجمن کو اچھی نظر سے نہیں دیکھا ۔ اس لئے یہ اپنے کاروبار کو وسعت نہ دے سکے ۔ اس انجمن کے میر مجلس مسٹر دلیشو ناتھ راؤ دلیپانڈیہ نظام آباد میں

انجمن کاشتکاران ۔ ۱۳۴۳ف میں بمقام موضع ٹھانہ کلاں (علی ساگر) رعایا کاشتکار موضع نے میری تحریک پر لبیک کہکر اس انجمن کو قائم کیا ۔ اور ایکسال میں (۶۲) ممبروں نے نو ہزار کی مالی منفعت حاصل کی جس کو عہدہ داران ملک نے انتہائی تعجب سے بہت ہی غور و تامل کے بعد جانچ کرکے اس کی بہتری کو تسلیم فرمایا ۔ اس انجمن کے معتمد مانک رام اور میر مجلس چینیا صاحبان تھے ۱۳۴۵ف میں باہمی رقابت رعایا سے اس انجمن کو شکست فاش ہوگئی ۔

ہ ۔ ۱۳۴۴ف میں جمعبندی کے موقع پر نظام آباد کے پٹیل پٹواری نے یہ بعض دفتری شکایات کو میرے سامنے پیش کیا تھا ۔ اگلی سال میں نے انکو باہمی تنظیم کے ساتھ رعایا و سرکار کے معاملات میں سچائی و فرض شناسی سے کام کرنے کا مشورہ دیا لیکن وہ اس پر کاربند نہ ہوسکے خدا کرے کہ مسٹر کاشی ناتھ راؤ وکیل کی یہ سعی ملک کے لئے مشکور ہوجائے جس سے وطنداروں اور رعایا ، ہر دو کی اصلاح ممکن ہے ۔

درآن حالیکہ ہر موضع نے اس تحریک کو پسند کیا اور اپنے موضع میں رائج کرنے کے متمنی ہوئے۔ چنانچہ ۱۳۲۴ف میں تعلقہ بودھن کے چار مواضعات میں انجمنیں قائم ہوئیں۔

تنظیم دیہی۔ اس تحریک کی ابتدا سب سے پہلے تعلقہ بودھن کے ایک موضع ایڑپلی میں ہوئی۔ اور نظام آباد میں محسن سعی محمد فرحت اللہ صاحب دوم تعلقدار موضع میٹراج پلی میں بڑی کامیاب طریقہ پر جاری ہوئی اور ہے اس کے بعد مختلف مواضعات میں دیگر عہدہ دار اس کو کامیاب بنانے کو کوشش کر رہے ہیں لیکن تحریک کا اصلی مقصد ہنوز ظاہر نہیں ہوا ہے موضع کلوڑی تعلقہ نظام آباد میں بھی اچھا کام ہو رہا ہے

انجمن ترقی نوجوانان۔ ۱۳۴۷ف میں نوجوانان نظام آباد نے ایک انجمن قائم کی جس کے محرک فریدالدین حسین متعلم مدرسہ فوقانیہ نظام آباد تھے۔ اس انجمن کے صدر محمد علی خانصاحب بی اے۔ ایل ایل بی وکیل اور معتمد فریدالدین صاحب ہیں۔

انجمن ہائے امداد باہمی

اس ضلع میں ([illegible]) انجمنیں زرعی کاروبار امدادی کو ([illegible]) کے سرمایہ سے چلا رہی ہیں۔ ۱۳۴۰ف میں صرف ایک صدر بنک جس کا سرمایہ ([illegible]) تھا۔ اور (۸۸) انجمن زرعی جس کا سرمایہ ([illegible]) جو (۱۷۷۲) اراکین پر مشتمل تھیں اپنے کاروبار جاری رکھے ہیں۔

۱۳۴۷ ف میں اس سررشتہ کی کارگذاری نقشہ ذیل سے ظاہر ہو سکتی ہے

صدر بنک		انجمن ہائے امدادی		انجمن ہائے دفاتر		انجمن ہائے صنعتی		شہری بنک		تجارت پیداوار		تنظیم دیہی	
تعداد	سرمایہ	تعداد	سرمایہ	تعداد	سرمایہ	تعداد	سرمایہ	تعداد	سرمایہ	تعداد	سرمایہ	تعداد	سرمایہ
۲	[illegible]	۵۰	[illegible]	۲	[illegible]	-	[illegible]	۲	[illegible]	۲	[illegible]	۷	۰

مسٹر لچھمی نارائن انسپکٹر انجمن ہائے امداد باہمی کو ان انجمنوں کے قیام سے کافی دلچسپی رہی۔ کیونکہ مسٹر موصوف نے تقریباً بارہ سال نظام آباد میں فرائض منصبی کی انجام دہی میں گذارے ہیں۔ اس لئے رعایا نظام آباد ان سے بہت ہی مانوس رہی۔

دفتر مددگار ناظم - ۲۶ خورداد ۱۳۴۱ ف کو یہاں پر دفتر سمت کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے قبل مولوی عبدالوہاب صاحب مددگار ناظم سمت اطراف بلدہ کے تحت یہ ضلع تھا۔ اس ضلع پر مددگار صاحبان کا سلسلہ حسب ذیل رہا۔

سلسلہ نشان	نام	عہدہ	زمانہ کارگذاری
۱	قدوس حسین صاحب بی جی بی ایس	مددگار ناظم سمت نظام آباد	۳ تیر ۱۳۴۳ ف لغایۃ شہریور ۱۳۴۳ ف
۲	ریاض الدین صاحب	"	۱۲ شہریور ۱۳۴۳ ف " ۱۵ تیر ۱۳۴۴ ف

۳	غوث الدین صاحب ۔ بی سی نیس	"	۱۶ اردی بہشت سنہ ۱۳۴۴ف لغایۃ ۱۱ اردی سنہ ۱۳۴۵ف
۴	محمد سمیع صاحب ۔ " " " ٹ	"	۱۲ اردی سنہ ۱۳۴۵ف سے کارگذار ہیں ۔

باب ۱۸

عمارات عامہ

<u>قلعہ</u> ۔ گو فی الوقت یہ کوئی پبلک عمارت نہیں ہے لیکن تاریخی حیثیت سے اس کا تعلق عوام سے ضرور ہے اسلئے اس کا ذکر اس باب میں بے موقع نہیں

نظام آباد کی جانب مغرب ایک بلند پہاڑی پر جس کی بلندی تقریباً تین سو فٹ ہے ایک خوبصورت عمارت واقع ہے ۔ جس میں داخلہ کیلئے پہلا دروازہ بصورت کمانی سنگ بستہ ہے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدود عمارت کا باب الداخلہ تھا ۔ دوسرا باب الداخلہ مرتفع مقام پر معہ فصیل ہے جس کے اطراف خندق ہے ان دونوں دروازوں کے درمیان ڈیڑھ فرلانگ کا فصل ہوگا ۔ باب داخلہ پر ایک خوبصورت عمارت سنہ ۱۳۰۰ف کے بعد کی تعمیر ہے جس میں سنٹرل جیل کا دفتر تھا ۔ و نیز یہ عمارت گیسٹ ہاوز عہدہ داران پولیس کے کام میں بھی آتی ہے ۔ اس دروازہ سے فصیل کا سلسلہ ہے باب الداخلہ سے ڈھائی تین سو قدم کے بعد پہاڑ کی چڑھائی شروع ہو جاتی ہے ۔ اور عمارات کا سلسلہ بھی آغاز ہوتا ہے ۔ دوسرا دروازہ

نوٹ ۔ محمد سمیع صاحب کے احساس فرائض منصبی صداقت بیانی رعایا کو ہمیشہ پسند رہی ۔ مولف

معہ فصیل دوم کے دوسرا باب الداخلہ ہے۔ اس کے بازو بھی ایک عمارت جیل کے دواخانہ کی جدید تعمیر شدہ ہے۔ یہاں سے سیڑھیوں کے ذریعے تیسرا دروازہ عمارت میں داخلہ کا ہے جس سے گذرنے کے بعد ایک وسیع میدان ہے جس کے جانب جنوب ایک سنگی ستون تقریباً پچاس فیٹ بلند ہے جو برج سے ملا ہوا ہے ستون اندر سے خول ہے۔ کہا جاتا ہے کہ اس میں تیل ڈالکر روشن کر دیا جاتا تھا۔ جس کی روشنی میلوں سے نظر آتی تھی۔ اس میدان کے جانب شمال و مغرب ایک دروازہ ہے جسکے ہر دو جانب ہاتھی کے دو مجسمہ سنگ سیاہ کے تراشیدہ ہیں جو فن سنگ تراشی قدیم کی داد طلب کرتے ہیں [ف۱] اس دروازہ میں داخل ہونے کے بعد کچھ دشوار گذار راہ طے کرکے ایک وسیع ہال میں داخلہ ہوتا ہے۔ یہ وسیع ہال اس قلعہ کی قدیم عمارت ہے۔ جو نہایت ہوادار و روشن مقام ہے۔ اس عمارت کو دیکھنے کے بعد فوری خیال ہوتا ہے کہ یہ تعمیر مغلیہ فن تعمیر کا عکس ہے۔ ورنہ ہندو ایسی عمارتوں کے بنانے کے عادی ہی نہ تھے۔ چنانچہ اس کے متعلق میری تفصیلی رائے باب دوم میں ظاہر ہو چکی ہے یہاں پر مزید بحث غیر ضروری ہے۔ اس وسیع ہال کے جانب غرب ایک تنگ و تاریک حجرہ ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہی مقام نشست مورتی کا تھا۔ اس کو اصلی مندر یا دربار ہال کا مندر کہا جا سکتا ہے۔ اس حصہ کے سوائے باقی عمارتیں جدید تعمیر کی شہادت دیتی ہیں۔

ف۱۔ اگر یہ عمارت دیول کی ہوتی تو بجائے ہاتھی کے گائے کے مجسمہ ہوتے ہاتھی کے مجسمہ فوجی قوت کے مظہر ہیں۔

جس کو جیل کی ضروریات کے تحت تعمیر کیا گیا ہے۔ البتہ جنوب کا کچھ حصہ بھی قدیم معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جدید ترمیمات نے اُس کو قدیم نہیں رہنے دیا۔ اس قلعہ کے جانب جنوب ایک وسیع تالاب ہے ۱۳۰۹ف میں اس کو آبنوشی کے نل کا خزانہ بنایا گیا تھا۔ (۱۳۴۰ف سے یہ وسیع تالاب نہر کی وجہ چھوٹا ہو گیا ہے۔) اس تالاب میں یک سمادہ بھی ہے۔ قلعہ کے جنوبی بُرج سے مغرب جنوب شمال و نیز نظام آباد کی آبادی کے مناظر قابل دید ہیں یہاں سے ڈچپلی کا مندر اور دارالمجذومین کے عمارات بھی نظر آتے ہیں۔ قلعہ کے اطراف ایک زبردست خندق ہے۔ جس میں رگھوناتھ تالاب سے پانی لیا جاتا ہوگا۔ اسوقت تو یہ خشک ہے۔ باب دوم میں نظام آباد کی عمر کو پانسو سال سے زاید قرار نہ دینے کیلئے واقعات نے مجبور کر دیا ہے۔ اس لئے اِس عمارت کو اس سے زاید عمر کا قرار نہیں دیا جاسکتا۔

اِس قلعہ کی کوئی مستند تاریخ اسوقت تک ہاتھ نہیں آئی ہے۔ چونکہ اس قلعہ کے جانب جنوب ایک وسیع تالاب رگھوناتھ تالاب کے نام سے موسوم ہے اس لئے اکثر یہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے کہ اس تالاب اور عمارت کا بانی رگھوناتھ داس تھا۔ لیکن کوئی اس بات کو نہیں بتلا سکتا کہ رگھوناتھ داس آخیر تھے کون۔ تالاب میں ایک سمادہ (قبر) پختہ سنگ بستہ موجود ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے۔ کہ اس قبر کا تعلق تالاب و قلعہ سے کچھ نہ کچھ ضرور ہے۔ بہر حال اس عمارت پر متفکرانہ نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ یہ عمارت قلعہ کی ہے۔

گو بحالت موجودہ اِس میں ہکو شاہی محلات کے نشان نظر نہیں آتے لیکن عمارت میں فوجی اغراض کی تکمیل کے اسباب ضرور مہیا ہیں۔ جو مندر کے لئے نہیں ہوا کرتے البتہ یہ ہوسکتا ہے کہ کسی وقت اس عمارت سے مندر کا کام بھی لیا گیا ہو۔ چنانچہ ۱۲۰۲ء تک اس مندر میں مورتیاں موجود تھیں۔ جس کو بوقت فراری زمیندارہ سرنا پلی اپنے ساتھ سرنا پلی لے گئیں۔ اور اس وقت اندلوائی کے مندر میں وہ موجود ہیں۔ (دیکھو باب دوم آرمور) رام مندر کی تاریخ تین سو سال کی مل رہی ہے۔ تعجب ہے کہ سمرتھ داس کے واقعات میں بھی اس قلعہ کا ذکر کہیں نہیں ملتا۔ افسوس ہے کہ کوئی کتبہ اس وقت تک اِس عمارت کے متعلق دستیاب نہ ہوسکا۔ تاکہ اس عظیم الشان عمارت کے تعمیر کنندہ کا نام آج روشن ہوتا۔

۱۲۷۵ ف کے بعد ہی ضلعبندی میں اِس عمارت کو سنٹرل جیل کیلئے مختص کیا گیا اور اس کی تعمیر و ترمیم کیگئی۔ آج تک اس کا سلسلہ برابر جاری ہے۔ ۱۳۲۷ ف میں جب کہ سنٹرل جیل شکست کیا جاکر اس کو سب جیل قرار دیا گیا۔ تو اس پر ویرانی چھا گئی۔ کیونکہ فوج باقاعدہ کی آبادی جو اندرون قلعہ تھی۔ برخاست ہوگئی۔ اور عملہ و عہدہ داروں کے برخاست ہونیکی وجہ مکانات رہائش خالی رہ گئے۔ دینر ایکہزار قیدیوں کے بجائے صرف چالیس پچاس قیدی یہاں پر رہنے لگے۔ جس سے اس عمارت کی جاروب کشی بھی ممکن نہ تھی۔ ۱۳۲۸ ف سے سیاسی قیدیوں کی کثرت نے پھر اس مقام کو

آباد کر دیا ہے۔ اس مقام کی خوش گوار آب و ہوا کا کیا پوچھنا ہے۔
۱۳۱۶ف میں جبکہ مہاراجہ سر یمین السلطنت کشن پرشاد بہادر صدر المہام وقت بحیثیت دورہ نظام آباد تشریف لائے تھے تو اس مقام کا معائنہ فرمانے کے بعد اپنے اڈریس میں جن خیالات کا اظہار فرمایا اُس کا مطالعہ بلا شبہ صاحبان بصیرت کیلئے باعث عبرت ہے۔

"میں نے محبس ضلع اندور کو دیکھا۔ ایک مرتفع پہاڑی پر ہے"
"یوں تو اگر غایر نظر سے دیکھا جائے تو دنیا کی ہر چیز میں تغیرات و تبدلات"
"کا اثر پایا جاتا ہے۔ لیکن انقلاب زمانہ کا بیّن ثبوت اس محبس سے"
"بھی ملتا ہے۔ جو کسی زمانہ میں مندر تھا۔ پھر قلعہ بنا ف۱۔ اب قیدیوں کا"
"مسکن ہے ف۲۔

زانقلاب زمانہ چہ گویمت اے استاد
کہ ہمچو ماہ بہر ماہ بیش وکم گردد

"اس مقام کے خوشگوار آب و ہوا کا اندازہ اس واقعہ سے ہوتا ہے"
"کہ قیدیوں کے وزن میں اضافہ ہوگیا" اس قلعہ پر چڑھنے کو سیڑھیاں نہ تھیں۔ بڑی دشواری و انتہائی مشقت سے منازل طے کرنا پڑتا تھا۔ ۱۳۲۵ف میں مسٹر ہنکن صدر ناظم پولیس اضلاع کی توجہ سے سیڑھیوں کی تعمیر ہوئی۔ جس کی وجہ سے چڑھائی میں سہولت ہوگئی

جامع مسجد قدیم بودھن - ملاحظہ ہو باب دوم

ف۱ - اس سے ہمکو اختلاف ہے پہلے مندر تھا۔ بعد قلعہ بنا۔ بلکہ ہم قلعہ کو مقدم قرار دیتے ہیں۔ مصنف

ف۲ - ۱۳۴۸ف میں جو تھی تبدیلی سیاسی قیدیوں کے مسکن کی بھی ہوئی ہے

ڈبول ڈیچیلی - ملاحظہ ہو باب دوم۔
دواخانہ تجدد فیمن - ملاحظہ ہو باب ۲۱ طبابت۔
مذہبی عمارات ضلع - ملاحظہ ہو باب ۱۶ معابد و مقابر۔
عمارات سرکاری - ملاحظہ ہوں ابواب سررشتہ جات متعلقہ۔
کلاک ٹاور - ۱۳۱۴ف میں چیپم جا بکا بائی انجہانی والیہ سرنا پلی نے بارہ ہزار کے صرفہ سے بمقام محبوب گنج اس کی تعمیر کروائی۔ جس سے آجتک عوام الناس استفادہ حاصل کرتے ہیں۔ اسپر جا بکا بائی کلاک ٹاور لکھا ہوا تھا۔ جس کو مٹا دیا گیا۔
دار البلد (ٹاون ہال) - محمد علی صاحب صفوی مددگار مال نے ۱۳۲۱ف میں امتحان عمال دیہی کے موقع پر مجھ سے تبادلہ خیال فرمایا کہ بچت فیس امتحان سے ہم ایک ٹاون ہال کیوں نہ تعمیر کرادیں جس میں سررشتہ تعلیمات بھی اپنے امتحانی ضروریات کی تکمیل کرسکے۔ اور لوکلفنڈ بھی میں نے اس کی تائید ان الفاظ میں کی کہ نواب تقی یار جنگ تعلقدار وقت نے بھی ایک وقت خیال ظاہر فرمایا تھا کہ باغ عام میں ایک ٹاون ہال بنانا چاہئے "کیا عجیب کہ یہ کام آپ کے ہاتھوں پورا ہوجائے۔ اس کے بعد ہی صاحب موصوف نے مرزا محمد بیگ صاحب تعلقدار کے سامنے تحریک پیش کی مرزا صاحب موصوف نے مالی نقطہ نظر سے اس تحریک کو در خور التفات نہ سمجھا۔ لیکن صفوی صاحب کے مستقل ارادہ نے انتہائی کوشش سے اس کو کامیاب بنا ہی لیا۔ سررشتہ تعلیمات سے رقم کی منظوری حاصل کی۔ لوکلفنڈ سے کچھ بچت نکالی۔

اور ایکسال کے اندر ہی مرزا احمد بیگ صاحب کے ہاتھوں ۱۹ اردی بہشت ۱۳۴۲ ف
اس عمارت کا سنگ بنیاد باغ عام میں رکھوا دیا۔ صفوی صاحب کا اسکیم
اس عمارت کو ٹین کے شیڈ سے بنانے کا تھا۔ لیکن سید دلدار حسین صاحب
اکز کیٹو انجنیر کی ہمت و دلچسپی بھلا اس کو کیسے پسند کرتی۔ سید صاحب
موصوف نے اپنی ذاتی دلچسپیوں کو اس عمارت کا شریک حال بنا دیا
جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ سوائے حیدرآباد فرخندہ بنیاد کے جنوبی ہند کے
کسی ضلع میں اس قدر وسیع و خوبصورت ٹاون ہال نظر نہیں آتا۔
اس کا نقشہ بالکل ہوائی جہاز کا سا ہے۔ وسعت کا یہ حال ہے۔
پانسو کرسیاں رکھی جا سکتی ہیں۔ نشست ایک ہزار سے زاید کیلئے
کفایت کرتی ہے۔ اس کا فرش مکمل تیار کروایا گیا ہے۔ اور کئی ددین
کرسیاں و دیگر فرنیچر سے آراستہ ہے۔ اس عمارت کا پیش ہال مسٹر
دین شاہ جی متاجر آبکاری نظام آباد کا رہین منت ہے۔ جہاں
پر بطور یادگار فوٹو بھی لگا دیا گیا ہے۔ بہرحال محرک کے خلوص نیت
اور سید صاحب و مرزا صاحب کی دلچسپیوں نے اس عمارت کو مکمل کر دیا
بتاریخ ۱۲۔ دی ۱۳۴۴ ف بوقت چار ساعت شام حضرت والا شان
ولی عہد بہادر پرنس آف برار نے اپنے مبارک ہاتھوں اس کا افتتاح
فرمایا۔ اور اس ناچیز نے سپاس گذاری کا فرض ادا کیا۔
(نوٹ) بہمن ۱۳۴۲ ف میں اس ہال کو کرم ہال سے موسوم کرنے
کے لئے بارگاہ خسروی میں میں نے بحیثیت رکن معروضہ گذرانا تھا۔
مسافر خانہ ۔ قاضی معز یار جنگ مرحوم نے ۱۳۱۴ ف میں قریب اسٹیشن

ایک عظیم الشان عمارت رفاہ عام کیلئے بنائی ہے اس عمارت میں
کئی حجرہ ہیں۔ اور وسیع کمپونڈ ورانڈے۔ جس میں تقریباً پانسو سے
زاید مسافر ٹھیر سکتے ہیں۔ لیکن فی زمانہ اس عمارت کا انتظام بلدیہ کے
سپرد ہے۔ فی کمرہ یومیہ ۲؍ کرایہ لیا جاتا ہے وراانڈے کیلئے کوئی کرایہ نہیں ہے۔

مارکٹ ۔ نظام آباد میں مارکٹ گوشت و سبزی و مچھلی وغیرہ کی تعمیر زمانہ
برز و جنگ آنجہانی ولیاقت جنگ مرحوم اُس مقام پر ہوئی تھی۔ جہاں
اسوقت بودھن روڈ و اعظم جاہی روڈ کا چورا ہا ہے۔ مرزا احمد بیگ
تعلقدار وقت نے سابقہ مارکٹوں کو موجودہ آبادی کے لحاظ سے غیر
موزوں و ناکافی سمجھتے ہوئے مغربی آبادی کیلئے برکت پورہ میں اور
مشرقی آبادی کیلئے بازار جمعرات عقب دواخانہ ۱۳۴۴ف میں
نہایت سلیقہ سے جدید مارکٹ تیار کروالی۔ دی ۱۳۴۵ف سے
اِن مارکٹوں میں کاروبار جاری ہوئے۔ جس کا افتتاح محمد بہادر
صاحب ناظم عدالت کے ہاتھوں ہوا۔ سابقہ مارکٹ کو شکست کردیا گیا
صرف ایک سبزی مارکٹ کو ہراج کیا گیا۔ جہاں پر اس وقت ملگیات
جدید تعمیر ہوئے ہیں۔ جس کا نام احمدی بازار ہے۔

کتب خانہ ۔ ملاحظہ ہو باب تعلیمات

دہرم سالہ ۔ ملاحظہ ہو باب معابد

پُل ۔ ملاحظہ ہو باب تعمیرات

آبنوشی ۔ ملاحظہ ہو باب طبابت وحفظان صحت۔

قوت خانہ برقی ۔ نظام ساگر کے بند کا کام ختم ہونے کے بعد وہاں

کے قوت برقی کے انجن بیکار ہو چکے تھے ۔ سررشتہ آبپاشی اُس کو فروخت کرنے کی فکر میں تھا۔ ۱۳۴۲ف میں مرزا محمد بیگ صاحب تعلقدار وقت نے نظام آباد میں برقی قوت کی ضرورت کو محسوس کرکے مجلس لوکلفنڈ میں تحریک پیش کی ۔ اور کئی نشستوں میں اس مسئلہ پر مباحث ہونیکے بعد یہ تحریک منظور ہوئی کیونکہ نظام آباد کی مختصر آبادی اور عوام کی قلاکت کے مدنظر خریداران برق کی تعداد یاس انگیز تھی ۔ انتہائی سعی وممکنہ کوشش کرنی پڑی ۔ مولف کو بھی بحیثیت رکن کمیٹی لوکلفنڈ ذمہ دار گردانا گیا تھا ۔ دوسو خریدار فراہم کئے گئے ۔ خطیب محمد حسین صاحب ناظم برقی اضلاع کی انتہائی کوشش اور دلچسپی نے دیکھتے ہی دیکھتے چھ ماہ کے عرصہ میں اس قوت خانہ کو مکمل کردیا ۔ اور ۱۴؍ فروردی ۱۳۴۳ف کو حضرت ولی عہد بہادر پرنس و پرنسس آف برار نے مکرم جاہ بہادر کو آغوش میں لئے ہوئے اپنے مبارک ہاتھوں نظام آباد کی تاریک شب کو منور کردیا ۔ خدمت مہتممی برقی پر حسب ذیل حضرات کارگذار رہے ۔ کے ہم تنا ۔ مخدوم حسینی صاحب افضل علیصاحب ۔ ضیاء الدین صاحب ۔ حبیب عثمان صاحب ۔ روشنی کیلئے مقررہ نرخ (سیے) فی یونیٹ ۶ ؍۶ ر رہے اور گرنیوں کیلئے ار یونیٹ تک لیا جاتا ہے ۔

مستقر نظام آباد کی سڑکیں ۔ اسٹیشن کی سڑک اور گنج کی سڑک نواب برز وجنگ آنجہانی کے زمانہ میں تعمیر ہوئی ۔ بازار جمعرات کی مغربی سڑک جو شمال سے جنوب کو جاتی ہے ۔ نواب سہراب نواز جنگ کے

زمانہ میں بنائی گئی۔ اور اس جانب کی جدید آبادی بھی آپ ہی کے زمانہ میں قائم ہوئی۔ ونیز پہولانگ کنٹنیر روڈ بھی آپ کے ہی زمانہ میں تیار ہوئی۔ جمعرات بازار کی سڑک اور بازار نواب احمد نواز جنگ کے زمانہ میں تعمیر ہوئے۔ اور سڑک خلیل پورہ بھی آپ ہی کے زمانہ کی ہے سڑک ندی پہولانگ تا دفاتر کی تعمیر نواب تقی یار جنگ بہادر کے زمانہ کی ہے۔ لیکن اس کو مسٹر ایرچ شاہ کے زمانہ میں پختہ کیا گیا۔ قلعہ بودھن کی سڑک کی تعمیر نواب تقی یار جنگ مرحوم کے زمانہ میں ہوئی۔ مرزا محمد بیگ صاحب تعلقدار کے زمانہ میں کوٹ کی عقبی سڑک اور درلی کی سڑک ونیز اسٹیشن کی سڑکوں کی شل اندازی ہوئی۔

کوٹ کی عقبی سڑک کا افتتاح فردی سنہ ۱۳۴۴ ف میں عبدالغنی خانصاحب صوبہ دار کے ہاتھوں ہوا۔ کوٹ کی خندق بھی اسی زمانہ میں بھروادی گئی۔ محلہ پہولانگ کے چوراہے کی توسیع کیلئے مرزا محمد بیگ صاحب تعلقدار کے زمانہ میں منظوری ہو چکی تھی قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار و محمد طاہر صاحب معتمد بلدیہ کے حسن سلیقہ نے اس کو سنہ ۱۳۴۳ ف میں بیحد خوشنما بنا دیا گنج سے بڑے بازار کو ایک وسیع سڑک کی ضرورت عرصہ سے محسوس کیجا رہی تھی محلہ اسلامیہ کے موجودہ سڑک کو وسیع کرنے کا خیال تھا۔ مہر سنہ ۱۳۴۴ ف میں مصنف نے ٹپہ خانہ سے راست سڑک قائم کرنیکی تحریک کی۔ اولاً مرزا محمد بیگ صاحب نے اس کی مخالفت کی بالآخر رخ کو بدلکر اس کا نقشہ بنایا گیا۔ جو منظور ہو چکا۔ اور قریب تھا کہ کام آغاز ہو۔ مجلس بلدیہ نے منظورہ

نقشہ پر نظرثانی کی اور اس کے پیچ وخم کو بدوضع خیال کر کے راہ مستقیم کو پسند کیا۔ (جس کی تحریک سب سے پہلے مولف نے کی تھی وہی پیش نظر آئی) اوائل ۱۳۴۲ف میں اس سڑک کا کام نہایت ہی تیزی کے ساتھ اراکین بلدیہ کی انتھک تفہیم وترغیب سے انتہائی کفایت میں مکمل ہوا محمد طاہر صاحب معتمد بلدیہ کی دلچسپیوں نے اس سڑک کے نقشہ کو بہتر سے بہترین بنا دیا۔ اور اس سڑک کو حضرت والاشان ولی عہد بہادر کے اسم گرامی سے موسوم کیا جاکر "سڑک اعظم جاہی اعظم روڈ" نام منظور کیا گیا نہ صرف نظام آباد کی سڑکوں میں یہ سڑک شاہ راہ بن گئی بلکہ اس کی وجہ سے زمانہ قریب میں نظام آباد کا بازار عام اضلاع پر فوقیت لے جائے گا۔

مرزا محمد بیگ صاحب نے اس سڑک کو دیکھکر یہ الفاظ کہے کہ "اس قدر کم صرفہ، اور آسانی سے قاضی صاحب ومجلس بلدیہ نے جس طرح اس سڑک کو بنالیا مجھ سے ناممکن تھا"۔

جدید آبادی۔ اسٹیشن کی جانب سیول آبادی نواب برز جنگ کے زمانہ کی ہے۔ قدیم آبادی سے اسٹیشن روڈ کی دوطرفہ آبادی اور پھولانگ کنٹنر روڈ کی آبادی نواب سہراب نواز جنگ کے زمانہ کی ہے۔ خلیل پورہ۔ او جمعرات بازار کی آبادی بزمانہ احمد نواز جنگ قائم ہوئی کنٹنر کی آبادی کا آغاز مسٹر ایرج شاہ چینائی کے زمانہ میں ہوا۔ محلہ برکت پورہ ۱۳۴۲ف سعید پورہ ۱۳۴۳ف میں مردور پورہ ۱۳۴۲ف محلہ میں بزمانہ تعلقداری مرزا محمد بیگ صاحب آباد ہوئے۔

عہ حاشیہ صفحہ ۲۳۷ ملاحظہ ہو۔

مزدور پورہ تمام گنج و دیگر گرنیوں کے مزدور پیشہ کی آبادی کے لیے آباد کیا گیا۔ تاکہ پاک صاف آب و ہوا میں اُن کی صحت اچھی رہے اور گنج و گرنیوں سے اُن کو قربت حاصل ہو۔ اس مقام کی نشاندہی شیخ محمد صاحب وکیل نے کی۔ اور اپنے پٹہ کی زمین بھی اس غرض کیلئے دی تمام ڈیولپمنٹ کے کام انتہائی مستعدی و جفاکشی سے زیر اہتمام عبدالملک صاحب مہتمم لوکل فنڈ حسب ہدایات مرزا محمد بیگ صاحب انجام پائے۔

باب ۱۹

تفریح گاہیں

یوں تو سرزمین نظام آباد نظام ساگر کی وجہ سے ہر طرف سرسبز و شاداب نظر آتی ہے۔ لیکن بطور خاص نظام آباد کے مقامات نظام ساگر۔ علی ساگر۔ منجیرہ۔ ماسانی اور خلاص پور کے تالاب قابل ذکر ہیں۔

ـــ مستعد پورہ کی وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ حصہ زمین مختلف اشخاص کے قبضہ میں انتہائی بے ترتیبی کے ساتھ تھا۔ مرزا محمد بیگ صاحب نے اس جانب توجہ کی مگر کوئی کامیابی نہ ہوئی مجھے بحیثیت رکن کمیٹی صاحب موصوف نے خواہش ظاہر کی میری فہمائش پر تمام قابض اراضی نے رضامندی کا اظہار کر لیا میرے مرتبہ پلاٹس اور نقشہ جات کو میر مجلس صاحب و قابضین نے منظور کر لیا۔ بوقت سنگ بنیاد میں نے مرزا صاحب سے اس محلہ کا نام متحد پورہ رکھنے کی خواہش کی۔ لیکن قابضین کی مستعدی کو دیکھکر مستعد پورہ تجویز کیا۔ اور اُسکے ساتھ برکت پورہ بھی نامزد کر دیا گیا۔

نظام ساگر بہ حیثیت تفریح گاہ

نظام آباد سے ۱۵ میل کے فاصلہ پر نظام ساگر واقع ہوا ہے۔ جہاں ریلوے موٹر بس روزانہ دوڑتی ہے۔ بند کے مشرقی کنارے پر خوبصورت گلگشت ہے ساگر کا سماں بڑا ہی جاذب نظر ہے۔ اس کے متعلق خواجہ معین الدین صاحب عابد کا ایک شاعرانہ مضمون یہاں پر نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ تاکہ ناظرین اس سے محظوظ ہوں۔ ساگر کے مسحور کن منظر سے لطف انداز ہوتی ہوئی ہوائیں گنگناتی ہوئی وجد کرتی ہوئی رقص کرتی ہوئی پانی کی موجوں پر سے گذرنے لگتی ہیں۔ آئینہ کی طرح شفاف، پارہ کی طرح بے تاب اور چلبلی موجیں ان ہواؤں کو چھو لینے کی فکر میں اوپر اٹھ اٹھ کر گرتی ہیں۔ ان کی اس ناکامی پر گلگشت کے کنارے ڈالیوں پر جھولتی ہوئی کلیاں کھل کھلا کر ہنس پڑتی ہیں۔ کنارے سے دور۔ بہت دور۔ تالاب کے درمیان میں ایک جزیرہ ہے پرندوں کا پر امن اور پر سکون مسکن۔ دنیاوی گندگیوں سے پاک انسانی باغرض قدموں سے بے لوث۔ جہاں پر نورانی صبح کو آسمانی فرشتے روحانیت کی بارش برساتے خداوند قدوس کی حمد کے آسمانی نغمے گاتے آتے ہیں۔ اور معصوم پرندوں کی علی الصباح تسبیح میں شریک ہو جاتے ہیں۔ جہاں ہر شام کو جبکہ ساگر کا پانی سورج کی زرد زرد شعاعوں کے سبب پگھلا ہوا سونا معلوم ہوتا ہے۔ حوریں گاتی ہوئی۔ اشنان کو آتی ہیں۔ کتنا پیارا ہے۔ حوروں کا پنگھٹ!! نظام ساگر کا جزیرہ!! بند کے مغربی کنارے پر ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے جس کی خوبصورت

چوٹی پر ایک خوشنما عمارت تعمیر کی گئی ہے۔ جس کی اونچی چھت پر کھڑے
ہوکر جدھر نظر ڈالو ادھر مانجرا کا سندر بیٹا نظام ساگر طویل باہیں پھیلائے
ہوئے دیو قامت پہاڑوں کی آغوش میں مچلتا ہوا نظر آئے گا۔
ہیڈ سلوس (یعنی نظام ساگر کا وہ مقام جہاں سے نہر نکلتی ہے)
اپنے شور مچاتے۔ سر پٹکتے اور منہ سے بخارات کا دھواں چھوڑتے
ہوئے آبشاروں کی وجہ سے خاص کیفیات کا حامل ہے۔

علی ساگر۔ ۱۳۴۲ف میں اس کا سنگ بنیاد سید دلدار حسین صاحب
اکزکٹو انجنیر نے اپنی دماغی کاوشوں سے رکھا۔ مرزا محمد بیگ صاحب
کے اتحاد عمل سے علی ساگر باشندگان نظام آباد کیلئے ایک بہترین تفریح گاہ
بن گیا۔ تالاب میں ایک موٹر بوٹ بھی ڈالی گئی ہے۔ ۱۴ اردی
کو پرنس آف برار، حضرت شہزادی درشہوار معہ مکرم جاہ بہادر کے یہاں
رونق افروز ہوئے تھے۔ اور پسندیدگی کا اظہار فرمایا تھا۔
آذر ۴۷ف میں سر صدر اعظم بہادر کی آمد کے موقع پر بنگلہ سے
جانب چمن تین سو سیڑھیاں پندرہ روز میں تیار کروائی گئیں۔ یہ
مقام نظام آباد سے (۹) میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور بہترین سڑک
موٹر رانی کیلئے بنادی گئی ہے سیکل پر بھی نہر کے راستہ سے پہنچ سکتے
ہیں علی ساگر کے متعلق جشن نوروز ۴۸ف کے موقع پر مشاعرہ میں
خواجہ معین الدین صاحب عابد نظام آبادی نے اپنی طبع زاد نظم
سے سامعین کو مسحور کر لیا تھا۔ ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے
یہاں پر اس کو درج کیا جاتا ہے۔

علی ساگر

لے لو وہ آ گیا دیکھو علی ساگر اپنا
مے عرفاں سے لبالب ہے یہ ساغر اپنا
کتنا دلکش ہے یہ ننھا سا سمندر اپنا
بن گیا رشک ارم آج علی ساگر اپنا

دیکھئے دیکھئے کیا لطف ہے کیا منظر ہے
جشن نوروز ہے گلگشت علی ساگر ہے

منظر دلکش ساگر سے زباں ہے قاصر
اس کی توصیف مرے حد بیاں سے باہر
نہر تالاب چمن پھول پہاڑی منظر
حوض فوارے یہ بنگلہ وہ جزیرہ طاہر

واہ وا واہ یہ کیا لطف ہے کیا منظر ہے
جشن نوروز ہے گلگشت علی ساگر ہے

کیاریاں پھول پرندے یہ سہانا گلشن
چار جانب وہ پہاڑوں کا نشیبی دامن
وہ جزیرہ وہ پرندوں کا نیارا مامن
مادرِ فطرت معصوم کا ٹھنڈا دامن

واہ وا واہ یہ کیا لطف ہے کیا منظر ہے
جشن نوروز ہے گلگشت علی ساگر ہے

رقص کرتی ہوئی موجیں جو بہی جاتی ہیں
گنگناتی ہوئی کہسار سے ٹکراتی ہیں
صبح کو ننھی سی چڑیاں ہی نہیں گاتی ہیں
حوریں گاتی ہوئی اشنان کو یاں آتی ہیں

واہ وا واہ یہ کیا لطف ہے کیا منظر ہے
جشن نوروز ہے گلگشت علی ساگر ہے

جھوم کر شاخ پہ وہ بلبل شیدا بولا
زمزمہ کرتے ہوئے حسن کا قصہ بولا
لو سنو آم کی ڈالی پہ پپیہا بولا
کچھ سنا تم نے وہ آشفتہ نوا کیا بولا

پی کہاں پی کہاں کیا لطف ہے کیا منظر ہے
جشن نو روز ہے گلگشت علی ساگر ہے

دن گیا رات ہوئی چاند کیا ہے ہالا
بزم انجم کو بڑے غور سے دیکھا بھالا
آدم آباد کی جانب جو وہ نظریں ڈالا
رابع مسکونِ فلک پر یہ خبر دوڑا آیا

ہاں چلو دوستو کیا لطف ہے کیا منظر ہے
جشن نو روز ہے گلگشت علی ساگر ہے

یہ خبر سنتے ہی افلاک کے تارے دوڑے
کہکشاں اور ثریا کے ستارے دوڑے
ٹوٹ کر چرخ سے وہ شوق کے مارے دوڑے
گنگناتے ہوئے یہ شعر ستارے دوڑے

ہاں چلو دوستو کیا لطف ہے کیا منظر ہے
نیچے جنت ہے کہ گلگشت علی ساگر ہے

اس سے بہتر کوئی ساگر کہیں دیکھے تم نے
آب میں نقرئی اژدر کہیں دیکھے تم نے
اس سے بہتر کوئی منظر کہیں دیکھے تم نے
غسل کرتے ہوئے اختر کہیں دیکھے تم نے

واہ وا واہ یہ کیا لطف ہے کیا منظر ہے
جشن نو روز ہے گلگشت علی ساگر ہے

عابد نظام آبادی

مختصر یہ کہ چمن علی ساگر کی ابتداء مسٹر بالا پرشاد مددگار انجنیر کے ہاتھوں ہوئی۔ اور موجودہ باغبان مسٹر مرزا احمد علی کی محنت و دلچسپی اور مسٹر پاپیا اکزیکیٹو انجنیر کی توجہ سے اس کی بہار باقی ہے۔

منجیرہ۔ نظام ساگر سے پہلے نظام آباد کے بہترین مقامات تفریح میں یہ مقام تھا۔ موسم بارش میں اُس کا منظر قابل دید ہوتا ہے۔ صحرائی مقام پر تالاب کے کنارے، اونچی پہاڑی پر بنگلہ بنایا گیا ہے یہاں کے قدرتی سادے مناظر اپنے اصلی رنگ میں دلوں پر ایک خاص رنگ جماتے ہیں حضرت ولی عہد بہادر پرنس آف برار ۴۶ف میں بغرض سیر و شکار رونق افروز ہوئے تھے۔ یہ مقام نظام آباد سے ۹ میل فاصلہ پر ہے یہاں پر روزانہ ریلوے موٹر بس دوڑتی ہے۔ اس مقام کو فرقہ مہدویہ کے دو بزرگوں کے مدفون کی وجہ خاص اہمیت ہے۔ حضرت سید علیصاحب قدس سرہٗ موضع میدک پلی میں مدفون ہیں (یہ موضع منجیرہ روڈ کے ۶ میل کے فاصلہ پر ہے) اور حضرت شاہ نور محمد صاحب قدس سرہٗ تالاب منجیرہ کے جانب مشرق مدفون ہیں۔ جہاں پر فرقہ مہدویہ کے اکثر زایرین آیا کرتے ہیں۔

ماسانی۔ نظام آباد سے ڈیڑھ میل فاصلہ پر یہ ایک وسیع تالاب واقع ہے اس کی الٹنگ کے دروازوں سے پانی گر کر چادر کی شکل میں بہنے کا منظر قابل دید ہے جو عموماً بارش میں نظر آتا ہے۔

چمن برقی۔ آبادی ہی میں ہے۔ خوبصورت چمن کے زوردار فواروں پر قوت والی برقی روشنی پڑنے سے قطرہائے آب گوہر آبدار معلوم ہوتے ہیں۔

باغ عام۔ نظام آباد میں سب سے پہلے میرامیر علیصاحب تعلقدار نے ۱۳۱۲ء ہجری محبوب باغ کی بنیاد ڈالی اور اسی میں ایک مکان محبوب گلشن کے نام سے بنایا۔ جہاں عہدہ داران ضلع کیلئے بطور کلب تفریح کا سامان مہیا تھا

بزمانہ تعلقداری مسٹر برزوجی سنہ ۱۳۱۰ف میں اس مکان و باغ کو ہراج کر دیا گیا[1] اور اسٹیشن سے قریب ایک بہترین اراضی پر باغ عام کی بنیاد قائم کی گئی۔ اور بنگلہ تعلقداری میں آفیسرز کلب قائم کیا گیا۔ بلرڈ ٹیبل محبوب گلشن سے یہاں منتقل کیا گیا جو آج تک ہے۔

باغ عام کی حالت سنہ ۱۳۲۴ف تک اچھی رہی۔ اس کے بعد بوجہ مسدودی نالہ ماسانی خراب ہوگئی۔ سنہ ۱۳۴۱ف سے اس کو مٹا دینے کا خیال ہو رہا تھا۔ جسکی مخالفت مصنف نے سختی سے کی۔ اور مرزا محمد بیگ صاحب باوجود اختلاف رائے کے مجھسے متفق ہوگئے[2] اس عرصہ میں ٹاون ہال بھی تیار ہوگیا۔ سنہ ۱۳۴۳ف سے اس پر بہار آگئی تھی۔ لیکن پھر اس پر خزان کا رنگ غالب ہوتا نظر آرہا ہے۔ حالات نظام آباد میں مورخ نے اس باغ کے متعلق لکھا ہے کہ "ناریل۔ سنترہ۔ موز۔ جام وغیرہ کے درخت ہیں۔ انگریزی ترکاریاں بھی بوئی جاتی ہیں۔ صاحب موصوف کے قیام تک ترقی جاری تھی۔ اب کس مپرسی کی حالت میں ہے۔ اس سے ظاہر ہوسکتا ہے کہ ہمارے ملک میں کام زیادہ ترشخصی حیثیت سے چلتے ہیں اور جب اس کا اثر اٹھ جاتا ہے۔ تو اس کام پر برا اثر پڑتا ہے بخلاف متمدن ممالک کے جہاں پر ہر پیشرو کے کام کو اس کا جانشین ترقی دینا

---

[1] - یہ عمارت اور باغ معز یار جنگ قاضی صاحب نظام آباد نے خرید لیا۔ اس وقت انہی کے قبضہ میں ہے۔ باغ گنج کے مغرب میں واقع ہے اس عمارت پر ایک کتبہ بھی یہ ہے "اتفاق عہدہ داراں سے بنا یہ خوش مکان۔ یادگار دل کشا و جان گزیں پڈنگ رقم" ۱۳۱۲ھ

[2] - ملاحظہ ہو شل دکلفنڈ ۱۲/۱۲ ۱۳۴۲ف نظام آباد۔

اپنا فرض عین سمجھتا ہے"۔ مولف نے بھی اپنی آنکھوں سے اس کی شادابی وسرسبزی کو دیکھا ہے کہ پردہ نشین عورتیں اس میں تفریح کرتیں۔ اور درخت اون کے پردہ دار ہوتے۔ چونکہ اب پردہ کی ضرورت ہی غیرضروری ہوتی جارہی ہے۔ اسلئے قدامت پسند درختوں کا خون خشک ہوگیا۔ اور وہ جلکر فنا ہوگئے۔ نظام آباد کی بڑھتی ہوئی آبادی اور ترقی تمدن ومعاشرت کے پیش نظر یہاں پر قریب ترین حصہ میں ایک پرفضا، عام تفریح گاہ کی شدید ضرورت ہے۔ میرے خیال میں رگھوناتھ تالاب کے تحت اور اس سے بہترین مقام نہر نظام ساگر کے (۶۱) میل کا تمام تر حصہ اس کے لئے اس قدر موزوں اور دلفریب ہے۔ کہ نظام آباد کا کوئی حصہ اس سے زیادہ دلچسپ اور آبپاشی و قدرتی مناظر کی سہولتوں سے مکمل نہیں ہوسکتا۔ اور پھر آبادی سے ملا ہوا۔ کیا عجیب کہ کوئی کسی زمانہ میں اس مقام کو منتخب کرے جو نظام آباد کے لئے ایک بہترین تفریح گاہ کا مرکز ہوگا۔

لطیفہ۔ ایک مرتبہ چند گاؤ میش چمن میں چر رہے تھے۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ وہ ایک عہدہ دار کے ہیں۔ میں نے بذریعہ تحریر معتمد لوکلفنڈ سے خواہش ظاہر کی کہ میرے جانور ٹاؤن ہال میں باندھنے کی اجازت دی جائے۔ اس لئے کہ چراگاہ کے سامنے کوٹھا ہوا کرتا ہے۔ جب باغ میں جانور چر سکتے ہیں تو مجھ کو بھی بہ حیثیت ایک رکن لوکلفنڈ اپنے جانوروں کیلئے کوٹھا استعمال کرنے کا حق ہے۔ اس کا علم جب مالک مویشی کو ہوا تو اپنے ملازمین خانگی کی شرارت معلوم کرکے تنبیہ کی گئی

اور جانوروں کی چرائی موقوف ہوگئی۔

کلب۔ وقار کلب[1] بنگلہ اول تعلقداری میں بزمانہ برزدجی انجہانی قائم ہوا۔ نواب لیاقت جنگ و سہراب نواز جنگ نے اس سے دلچسپی لی۔ مسٹر ایر۔ ج شاہ تعلقدار کے زمانہ میں اس کا نام نظام آباد کلب کر دیا گیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کلب کافی ترقی کر گیا۔ لیکن نہ معلوم پھر کیوں اس کا نام بدل دیا گیا کہ عام دلچسپی میں کمی ہوگئی۔ باوجود اس کے عہدہ داران و وکلاء کی تفریح طبع کا وہ مرکز ہے۔

یونین کلب نظام آباد۔ یہ کلب عوام کیلئے عبدالواسع صاحب کورٹ انسپکٹر حال وظیفہ یاب و عبدالستار صاحب عامل ٹپہ و شمس الدین صاحب ناظر ٹپہ و تاج الدین محمد صاحب خزانہ دار وغیرہ کی کوششوں سے ۱۳۱۸ف میں قائم ہوا۔ اور ایک عرصہ تک بڑی کامیابی سے چلتا رہا۔ اس کلب میں ایک کتب خانہ ۱۳۲۲ ف میں قائم ہوا تھا۔ جو بانیان کلب کے تبادلہ کی وجہ سے بحالت کس مپرسی پڑا رہا۔ بالآخر اس کا فرنیچر و کتب جا جو کچھ باقی تھا۔ وہ انجمن اسلامیہ کے حوالہ کیا گیا۔ عثمانیہ جوبلی کتب خانہ نظام آباد میں اس کی کتابیں محفوظ ہیں۔ اور کہا جاسکتا ہے کہ عثمانیہ جوبلی کتب خانہ اسی بنیاد کی ایک مستحکم عمارت علمی ہے۔

زنانہ کلب۔ مسز یم۔ بی۔ دادر جو سیول سرجن نظام آباد کی بیگم تھیں۔ سب سے پہلے ٹاؤن ہال میں زنانہ کلب کی ابتدا کی۔ اور بیگمات کے

---

[1] نواب وقار الملک کے نام سے یہ موسوم کیا گیا تھا۔ لیاقت جنگ کے زمانہ میں آفیسرز کلب سے موسوم ہوا۔

اشتراک عمل نے اپنی انتہائی دلچسپیوں کے ساتھ اس کو کامیاب بنایا۔
بیگم قاضی زین العابدین صاحب اول تعلقدار کی تحریک پر جشن سیمین
کی یادگار میں ایک مختصر سی عمارت وسط آبادی میں تیار ہوئی ہے۔ اگر
یہ کلب مسز داور کی یادگار ہے تو عمارت بھی منت کش بیگم قاضی ضرور ہے
اس کلب کا افتتاح بیگم سر اکبر کے ہاتھوں ہونے والا تھا۔ اُن کے نہ
آنے کی وجہ سے ۲۱ر آذر ۱۳۴۷ف کو بیگم کرافٹن معتمد مال کے ہاتھوں
افتتاح ہوا۔ اس جلسہ میں بیگم قاضی و بیگم داور نے سپاسنامے پیش کئے
جس میں خواتین نظام آباد مدعو تھیں۔

ریلوے کلب۔ مسٹر لیس لکشمن اسٹیشن ماسٹر کی دلچسپیوں نے حدود
ریلوے میں ایک کلب جولائی ۱۹۳۳ء میں قائم کیا۔ جس کا افتتاح مسٹر
ولیمس افسر اعلیٰ ریلوے نے کیا۔ یہ کلب کامیاب ثابت ہو رہا ہے خصوصاً
مسٹر لکشمن کے حسن اخلاق نے بیرون حدود ریلوے پبلک کو بھی اسکا
گرویدہ بنا لیا ہے۔

سال نو۔ ۱۳۴۳ف سے پہلے ملک سرکار عالی میں مالیہ کا سال نو[۱]
بہ سرپرستی مرزا محمد بیگ صاحب تعلقدار وقت علی ساگر میں منایا گیا جسکے

۱۔ ہر آزاد خود مختار ملک اپنے مالیہ کے سال نو کا خیر مقدم انتہائی مسرتوں سے کرتا ہے
اسی اصول کے پیش نظر ۱۳۴۱ف سے یہ ناچیز مورخ اخبارات میں مضامین کے ذریعہ عوام
کو اور انفرادی کارڈ ہائے تہنیتی مطبوعہ سے عہدہ داران حکومت کو توجہ دلاتا رہا۔ خدا کا شکر ہے کہ
مبارک عہد عثمانی میں ۱۳۴۳ف سے یکم آذر کو تعطیل عام کا اعلان فرمایا گیا۔ ۱۳۴۳ف میں زیر قیادت
غلام محمد خان صاحب رکن بلدیہ نہایت آب و تاب کے ساتھ سال نو منایا گیا۔ جس کا اثر تمام ملک نے قبول کیا۔

جس کے بعد سے ہر سال منایا جارہا ہے۔ اور اب تو یہ تحریک ۱۳۴۸ف میں مملکت دکن کے طول و عرض میں پھیل چکی ہے۔

تعلقات کے کلب گھر۔ مستقر کا ماریڈی مستقر آرمور۔ بانسواڑہ ان مقامات پر بھی کلب قائم ہیں۔ جہاں پر عہدہ دار و کلا اور خوش باش روزانہ ٹینس۔ بیاڈمنٹن اور گھریلو کھیل و نیز اخبار بینی میں شام کا وقت گذارتے ہیں

تعیشات

سینما۔ ۱۳۴۱ف میں مسٹر راما گوڑ نرسا گوڑ نے کرشنا ٹاکیز کے نام سے پہلا سینما قائم کیا۔ جو انتہائی کامیابی کے ساتھ چلا۔ ۱۳۴۲ف سے حکومت مقامی کے شدید احکام نے اس کو قریب قریب بند کرا دیا۔ ماہ تیر ۱۳۴۸ف میں مسٹر فیروز شاہ منیجر امتا جر آبکاری نظام آباد نے اس کو خرید لیا۔ اور اس کو نظام آباد پیالس ٹاکیز سے موسوم کرکے اس کا افتتاح قاضی زین العابدین صاحب تعلقدار کے ہاتھوں کروایا۔ جو کامیابی سے چل رہا ہے۔

طوائف۔ نظام آباد کے متعلق عام طور پر مشہور ہے کہ یہاں پر نو سو گھر مرلیوں کے آباد ہیں۔ یہہ صریح غلط ہے نہ معلوم یہ کس زمانہ کی خبر ہے۔ اس وقت سو پچاس ایسی عورتیں ضرور ہیں۔ یہہ تعداد بائیس ہزار کی آبادی میں غیر معمولی نہیں کہی جا سکتی۔ مبارک عہد عثمانی میں مرلی گری کے طریقہ کو قانوناً مسدود کر دیا گیا ہے۔ جس کی وجہ سے یہ تعداد بھی ممکن ہے کہ باقی نہ رہے نظام آباد میں شائستہ و خود دار طوائف جس کے حسن و جمال کا ایک زمانہ میں شہرہ تھا مسماۃ یہ لچھا تائی تھی

اس کا انتقال ۱۳۲۹ف میں ہوگیا۔ اب اُس کی پروردہ کملا ثانی اس وقت موجود ہے دینیز دوسری نیکاثانی طوالف بھی ہے۔ جو زیادہ رقص و سرود کے لئے تقاریب میں بلوائے جاتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ دنیا میں سب ہی قسم کے انسان ہیں۔ جن انسانوں کی طینت ناپاک زنا پسند واقع ہوئی ہے اُن کے لئے تو اس طبقہ کا موجود از بس ضروری ہے (درآں حالیکہ حد شرعی جاری نہیں ہے)۔ تاکہ شریف و باعصمت عورتوں کی طرف ان ذریات شیطان کا رخ نہ ہو۔ ورنہ ان کی ریشہ دوانیاں نہ معلوم کیا کریں۔

زنخے۔ سب سے پہلے گلاب جی نامی ایک شخص تھا۔ دس پندرہ سال ہوئے کہ وہ یہاں سے چلا گیا ایک ہندو زنخہ ہے۔ کچھ عرصہ سے چند نیک صورت شیاطین سیرت قوم لوط کی پارٹیاں بھی ہیں جو شریف لڑکوں کو دھوکہ دیکر خفیہ اڈوں میں لیجاتی اور جبراً برباد کرتی ہیں۔ اور غریب مارے شرم وحیا کے اُس کے متعلق دادرسی نہیں چاہتے۔

مے خانے۔ اس کے تفصیل کی ضرورت ہی نہیں۔ سررشتہ آبکاری کا ایک مستقل محکمہ منجانب حکومت کارفرما ہے۔ جس کی آمدنی سالانہ ساڑھے چار لاکھ روپیہ ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ روپیہ رعایا کی گاڑھی کمائی۔ اور اُن کے بیوی بچوں کا حق برباد کرکے ہی آتا ہوگا۔ گو ترک مسکرات کی کمیٹیاں ہوتی ہیں۔ اور ہر قسم کا پروپگنڈا کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ سب کچھ ایک مضحکہ خیز حقیقت ہے۔ بس اس سے زیادہ کچھ نہیں کہ۔

درمیانِ قعرِ دریا تختہ بندم کردہٗ ❖ بازمی گوئی کہ دامن تر مکن ہشیار باش

کاش اس ام الخبائث کو حکومت ہماری اس اسلامی سلطنت سے باہر نکال دیتی اور کم از کم کانگریس و امریکہ ہی کی تقلید کر لیتی تو کیا اچھا ہوتا۔

قمار خانہ۔ پست طبقہ کے لئے تو کوئی گنجائش نہیں اسلئے یہاں پر اسکا وجود نہیں ہے۔ لیکن ہر سوسائٹی میں برج کا کھیل بیٹ سے کھیلا جاسکتا ہے خصوصاً کلب گھر یعنی شب میں اور شنا یقین برج کے دیوان خانے رات رات بھر آباد رہتے ہیں۔ کھیلنے والوں میں ہمارے بھائیوں کا تناسب بمقابلہ ہر اور اقوام کچھ زیادہ ہی نظر آتا ہے بعض حضرات کو اپنے اعلیٰ کھیل پر دعویٰ بھی ہے۔ عبرت حاصل کر وائے صاحبان بصیرت۔

باب ۲

مشاہیر

قاضی محمد محسن مرحوم

آپ کی شہرت نظام آباد میں آپ کے علم و فضل اور تمول و تجارت کی وجہ سے خاص تھی۔ آپ کا زمانہ ۱۱۶۲ھ کا ہے لکھی تھے۔ آپکے والد کا نام شیخ محی الدین عرف حاجی میران تھا۔ جو شیخ محمد ابن شاہ ملک المخاطب قاضی آصف بن خواجہ شیخ برہان الدین کے فرزند تھے۔ برہان الدین کا سلسلہ گیارہویں پشت میں خواجہ شیخ فرید الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ سے ملتا ہے

عہ ۱۱۷۲ھ کی ایک سند جو فصیح الدین صاحب تعلقدار کے پاس ہے اس کی مصدق ہے۔ مکمل شجرہ محمد علے صاحب کے پاس سے لیکر میں نے دیکھا ہے۔

ایک سند بارہ برجی عطیہ شاہ عالمگیر سنہ ۲۴ جلوس مطابق ۱۱۰۲ھ بشرط خدمت احتساب وقضارت در وجہ مدد معاش شیخ محی الدین کے نام کی فصیح الدین صاحب انعامدار کے پاس موجود ہے صاحب سند کے فرزند محمد محسن مرحوم تھے جنکے دو فرزند محمد عباس عرف غلام قادری کلاں اور محمد جعفر عرف غلام جیلانی خرد سے بزمانہ نواب ناصر الدولہ بہادر معاش قضارت پر محمد آصف اور معاش افتا عبد الرزاق کو۔ معاش احتساب محمد عباس بنیرگان محمد محسن کو عطا رہوی تھی۔

عبد الرزاق محمد جعفر کے پوتے اپنے علم وفضل میں کامل اور عہدہ تعلقداری اورنگ آباد پر بھی فائز تھے۔ بعد سبکدوشی ملازمت و فراغت حج بیت اللہ حیدر آباد میں سکونت اختیار کی۔ اور مبارک الدولہ (جو برادر نواب ناصر الدولہ آصفجاہ تھے۔) کے ہم جلیس سے اس زمانہ میں وہابیت کا مقابلہ تھا۔ کچھ سیاسی الجھنوں میں علماء کے ساتھ یہ بھی قید وبند میں گرفتار ہوگئے۔ اور معاش بھی ضبط ہوگی سے نواب معز زیار جنگ اسی خاندان سے تھے۔ جن کا رسوخ تھا۔ نواب صاحب مرحوم نے اپنی ذاتی کوشش سے اس خاندان کی تمام معاشوں کو جدداً حاصل کرلیا۔ اور دیگر معاش جو بعنوان مدد معاش تھی وہ دوسری شاخوں میں بحال رہی۔ اس خاندان کے اکثر افراد اعلیٰ خدمات پر رہے

سے۔ تاریخ مشاہیر قندھار میں محمد جعفر کا سلسلہ متروک ہوگیا ہے۔

سے۔ زمانہ قید میں اُن کی بعض کرامات کا ذکر جوش عقیدت کے تحت اُن کے نبیرہ محمد محسن کی تحریر محمد علی صاحب انعامدار کے پاس محفوظ ہے۔

خود عبدالرحمٰن صاحب نواب شمس الامرا امیر کبیر مرحوم کے مصاحب خاص تھے جب کبھی نظام آباد آتے تو آپکی سربراہی کے احکام مدارالمہامی سے صادر ہوتے۔

اس خاندان کے سلسلہ کلاں سے معزز یار جنگ وفیروز یار جنگ (جنکی دیوڑھی جیلہ پورہ حیدر آباد میں آج بھی موجود ہے) و نیز عمادالدین تحصیلدار وظیفہ یاب ہیں۔ اور فرزند خرد کے سلسلہ سے شجاع الدین صاحب فصیح الدین صاحب و عبدالمجید صاحب و نیز صاحب منتخب محمد محسن کے فرزند محمد عیلے صاحب انعامداران موجود ہیں۔ محمد محسن مرحوم کے قول کا اندازہ اُن کھنڈروں سے آج بھی ہوتا ہے جو انکی حویلی کے نام سے موسوم ہیں فصیح الدین صاحب و محمد عیلے صاحب کا بیان ہے کہ عیدگاہ کی گنبد شاہ ملک مرحوم کی ہم نے سُنی ہے۔ اس بیان کی تائید میں ایک دستاویز ۱۱۸۶ھ کی مجھکو بتلائی گئی۔ جس کی عبارت یہ ہے۔

"برائے تیاری مقبرہ وغیرہ احاطہ درگاہ حضرت مرحوم" کہا جاتا ہے کہ گنبد احاطہ قبرستان عیدگاہ کی طرف اشارہ ہے۔ لیکن میں اس بیان کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں۔ کیونکہ اس گنبد سے کسی نے آجتک اپنا تعلق نہیں تبلایا۔ بلکہ وہ مختص قبرستان (جو اس خاندان کا ہے۔) جس میں ایک بڑے پختہ چبوترے پر قبر ہے۔ اور ایک مسجد شکستہ بھی ہے وہی اس خاندان سے متعلق ہے۔ یہ کہنا کہ لفظ درگاہ دستاویز سے کیا مطلب ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ کاتب نے اپنے جد اعلےٰ کی قبر کو تعظیماً درگاہ لکھا اور عام قبروں کو مقبرہ۔ اس سے زیادہ کوئی اصلیت اسکی معلوم نہیں ہوئی

---

*نقل مدارالمہام ۲۴ ۱۲۸۶ھ محمد عیلے صاحب انعامدار کے پاس موجود ہے۔

اس خاندانی مقبرہ کے متعلق افسوس ہے کہ کسی فرد خاندان کو خبر نہیں کہ درحقیقت یہاں پر کون مدفون ہے۔ میرا قیاس غالب یہ ہے کہ اس خاندانی مقبرہ کے چبوترہ پر قاضی محمد محسن اول مدفون ہیں عہ شاہ ملک مرحوم غالباً بنولہ کے نواح میں مدفون ہیں۔ کیونکہ بعض اسناد سے اس خاندان کا تعلق بنولہ سے ہی معلوم ہوتا ہے اصل حقیقت اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

رانی چیلم جانکا بائی انجہانی

جانکا بائی لنگاریڈی وطندار اٹیلم تعلقہ یلاریڈی کی دختر تھیں۔ جن کی شادی ۱۲۹۱ھ میں چیلم پرتاب ریڈی فرزند متبنیٰ رگھوپت ریڈی سے ہوئی۔ جو سرناپلی کے دیشمکھ و مقطعہ دار و زمیندار تھے ان کے جد چیلم چینا ریڈی دیشمکھ کو قبل ضلعبندی پرگنہ اندور (نظام آباد) انتظاماً دیا گیا تھا۔ چیلم پرتاب ریڈی شوہر چیلم جانکا بائی کا انتقال ۱۲۹۴ھ میں ہوگیا اور دربار آصفی سے خلعت ماتم پرسی جانکا بائی کو سرفراز ہوا۔ ۱۲۹۴ھ سے آپ نے اسٹیٹ سرناپلی کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیا۔ اور سلیقہ و دانشمندی سے پندرہ ہزار رعایا کو سنبھالا کہ اس کی مثال مشکل سے مل سکتی ہے۔ فن تعمیر ذرائع آبپاشی میں ان کا دماغ خاص تھا۔ جس کی وجہ یہ علاقہ ہمیشہ سیر سبز و شاداب رہا۔ ان کی داد و دہش تمام ملک سرکار عالی میں مشہور تھی۔ بڑی سخی تھیں اور بڑی ہی خود دار۔

عہ۔ عید گاہ کے گنبد کے متعلق باب معابد و مقابر میں نستابی بی کی سرخی کو ملاحظہ کیجئے مصنف

ہر مفاد ملک و مالک کے معاملہ میں سب سے پہلے ہاتھ دراز ہوتا۔ اپنے علاقہ میں اور خالصہ میں اُنکی سرفرازیاں برابر جاری رہیں ہر ایک سے بکشادہ پیشانی ملتیں۔ مہمان نوازی اپنے شایان شان کرتیں۔ نظام آباد میں آب رسانی کے لئے آپ نے ۱۳۰۹ف میں پچیس ۲۵ ہزار کا گرانقدر عطیہ دیا۔ اور ایک گنٹھ گھر گنج میں بارہ ہزار کے صرفہ سے بنوا دیا۔ ان کی نیک نامی کا اندازہ اِس قصہ سے ہوتا ہے کہ ان کے انتقال کے بعد یہہ بات مشہور ہو گئی تھی کہ ان کا سیدھا ہاتھ بوجہ سخاوت بجنسہ باقی تھا۔ اور تمام جسم خاک ہو گیا تھا۔ مصنف بھی ایک مرتبہ رانی صاحبہ سے مل چکا ہے۔ قدیم وضع کی پابند تھیں۔ ایک چھوٹے سے تخت پر بیٹھا کرتیں ہمیشہ گفتگو میں مذکر کی ضمیر اپنے لئے استعمال کرتیں۔ تعصب سے کوسوں دور اپنے مذہب کی سختی سے پابند نعتیہ کلام کی بڑی شائق تھیں۔ (۴۷) سال اس نیک بخت رانی نے اس علاقہ پر حکومت نہیں بلکہ (۱۵) ہزار رعایا کی سچی خدمت کی۔

۸ ار شہریور ۱۳۲۹ف کو انتقال ہوا۔ رعایا، علاقہ و خالصہ نے انتہائی ماتم کیا آپ کے جانشین مسٹر چیلم رام لنگا ریڈی صاحب ہوئے جو رانی صاحبہ کے بنیرہ ہوتے ہیں۔ کیونکہ رانی صاحبہ نے چیلم رگھوپت ریڈی کو تبنیٰ لیا تھا۔ جو رانی صاحبہ کے بھائی تھے۔ اُن کی شادی چیلم منگما صاحبہ سے ہوئی۔ نوجوان رگھوپت ریڈی نے داعی اجل کو دو سال کے اندر ہی لبیک کہا۔ اس کے بعد ۱۳۱۶ف میں منگما صاحبہ نے موجودہ جانشین کو متبنیٰ لیا۔ رانی صاحبہ کے حین حیات منگما صاحبہ کا

بھی انتقال ہوگیا۔ ۱۳۲۹ف میں رعایا اور والی علاقہ میں اختلاف ہوگیا۔ جس میں مصنف نے بحیثیت وکیل کام کیا۔ اس سلسلہ میں تمام علاقہ کے دورہ کا موقع ملا تھا۔ اس دورہ میں ہر کس و ناکس کو رانی صاحبہ کی اولوالعزمی و سخاوت اور رعایا پروری کے لئے یا وکتان پایا۔ یہاں تک کہ رانی صاحبہ کے ہاتھوں جس شخص نے نقصان اٹھایا تھا۔ اس کو بھی سچے دل سے مداح پایا رعایا کی رفع شکایت کیلئے ایک منتظم (جس کو اختیارات تحصیلداری دیئے گئے) منتخبہ علاقہ بعد توثیق سرکار مقرر فرمادیا۔ اور علاقہ کے بندوبست کا حکم بھی دیدیا یہ ہی انتظام فی الوقت ہے

حضرت سید عباس صاحب مرحوم

مولوی سید عباس صاحب بمقام قصبہ کاٹنگ تعلقہ وضلع مردان صوبہ پشاور ۱۲۳۳ھ پیدا ہوئے۔ ان کے والد سید شجاع الدین اپنے قبیلہ کے سربرآوردہ ہستی تھے۔ سید عباس صاحب کے علاوہ اور تین بھائی تھے۔ چونکہ صاحب ثروت تھے۔ اور ماں باپ کے لاڈ و پیار میں پلے تھے۔ اس لئے ۲۲ سال تک کچھ نہ پڑھا نہ لکھا ایک مرتبہ خط پڑھانے منشی صاحب کے پاس گئے تو اُس نے جھڑک دیا کہ اتنی بڑی عمر ہوچکی ہے خط نہیں پڑھ سکتے۔ اس پر خیال ہوا۔ اور حاجی صاحب کلابٹ (مصنف نورالانوار) کی خدمت میں رجوع ہوکر تحصیل علم کیا اور عربی و فارسی کے منتہی ہوگئے۔ اور مخلوق خدا کو پند نصائح سے مشرف کرنے لگے۔ جس کے بعد مشائخین و علمار سُو نے آپ کے خلاف عوام کو اکساتا شروع کیا

جب تکلیف رسانی کی راہیں زیادہ ہوگئیں۔ تو والدہ سے اجازت لیکر دکن آئے اور قصبہ بھینسہ ضلع ناندیڑ میں جاگزیں ہوئے۔ اور آپ کے ساتھ آپ کے خالہ زاد بھائی اور شاگرد رشید ہاشم علیخان بھی تھے۔ جو نارائن کھیڑ میں مقیم ہوئے۔ حضرت عباس صاحب بسلسلۂ تبلیغ نظام آباد ۱۲۷۰ف میں تشریف لائے۔ حسن اتفاق سے قاضی آصف ثانی کے تین دختر تھیں جس میں سے بڑی لڑکی آپ کے عقد نکاح میں آگئیں یہ بڑی نیک بخت بیوی تھیں ۱۳۲۹ف میں بمقام نظام آباد اس خاتون کا انتقال ہوا۔ (۶۰) سال تک وہ رفاقت دین مرحوم نے یکے بعد دیگرے سات عقد کئے آپ بڑے ہی تہجد گذار اور باخدا انسان تھے۔ حق و صداقت کو بیان کرتے ہیں۔ ذرا بھی پس و پیش نہ کرتے خواہ دنیا مخالف ہی کیوں نہ ہو جائے۔ محلہ پھولانگ میں آپ کی سکونت تھی۔ سیکڑوں آپ کی تعلیم سے فیض یاب ہوئے۔ دنیا آپ کو وہابی کہا کرتی لیکن آپ مذہب کے سچے احکام بتلانے سے نہیں ڈرتے۔ آپ کے مریدین ناندیڑ۔ و نظام آباد اور گلبرگہ و سگر شاہ پور اور حیدرآباد میں بہت ہیں۔ سلسلہ نقشبندیہ کے طریقہ پر بیعت لیتے۔ اور پابندی ارکان اسلامی کی سختی سے تاکید فرماتے۔ مصنف نے آپ کے مریدین کو اکثر و بیشتر پابند ارکان اسلام دیکھا ہے۔ اور آپ کی ملاقات کا شرف حاصل کرچکا ہے۔ مرحوم نے کئی حج کئے۔ ۱۳۲۱ف میں ہجرت کے خیال سے گئے۔ لیکن اپنے نوجوان اولاد کی انتقال کی اطلاع پر آ گئے چونکہ تمنا دلی مدینہ میں موت کی تھی۔ خدا نے قبول کرلی۔ ۱۳۴۱ف میں حج

کیلئے گئے۔ اور بعد فراغت حج و زیارت دو روزہ علالت میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ اور حضرت سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پہلو میں آپ کو جگہ ملی۔

حضرت کریم اللہ شاہ صاحب مرحوم عرف موٹے مولوی صاحب

حضرت کریم اللہ شاہ صاحب نظام آباد کے خاص بزرگوں میں شمار کئے جاتے تھے۔ آپ پنجاب کے سکھ خاندان میں پیدا ہوئے تھے۔ بعد میں اسلام کے فرزند بن گئے۔ یعنی بہار علاقہ پنجاب میں کسی درویش کے آپ معتقد ہو گئے جنکے ایماء پر آپ نے دہلی میں علوم دینی میں فراغت حاصل کی۔ اس کے بعد آپ سیاحت کیطرف مشغول ہو گئے۔ اور اسی سلسلہ میں حج سے فراغت پائی باوجود اس کے آپ کی حالت ظاہری دیکھکر آپ کو کوئی عالم نہیں سمجھتا تھا۔ ۱۳۰۶ف میں آپ اورنگ آباد میں مقیم ہوکر کبھی کبھی نظام آباد تشریف لاتے اور اللہ بخش خان گتہ دار کے یہاں مقیم رہتے ۱۳۱۹ف میں آپ نے نظام آباد کی سکونت مستقل اختیار کی۔ جامع مسجد میں مقیم ہوئے اور حافظ اصغر علی خان گتہ دار کے پاس کھانے کا انتظام تھا۔ آپ غرباء و محتاج کے ماوا الملجا تھے۔ کسی سائل کا سوال رد نہ فرماتے بڑے بڑے علما و امرا۔ دولت مند آپ کے معتقد تھے۔ جب کسی حاجت مند کو کسی عہدہ دار کے پاس سفارش کی ضرورت ہوتی۔ تو آپ کے پاس پہنچ جاتا اس کی انتہائی سفارش کیلئے آپ ہر وقت تیار رہتے تعجب تو یہہ ہوتا تھا۔ کہ جس سے آپ کی صاحب سلامت بھی نہ ہوتی

آپ کی سفارش کو قبول کرتا۔ شب بیدار صوم و صلوٰۃ کے پابند بہترین اوقات کے حامل تھے۔ آپ کی سب سے بڑی صفت یہ تھی کہ جھوٹ اور غیبت سے انتہائی نفرت تھی۔ کسی نے بھول کر آپ کے سامنے کبھی غیبت کردی یا کسی کو بُرا کہدیا تو آپ کو غصہ آجاتا۔ کان پکڑ کر بیٹھک کرواتے اور آئندہ غیبت نہ کرنے کا اُس سے عہد لیتے زمانہ حیات میں آپ کے ساتھ چوبیس گھنٹہ رہنے والوں سے بھی کسی نے نہیں سُنا کہ آپ نے کسی بد سے بدتر انسان کو بُرا کہا ہو۔ یہاں تک کہ کوئی آپ کو گالی بھی دیتا تو اُس کو بھی آپ ہنس کر کہتے کہ یہ کہتا ہے بڑا اچھا آدمی ہے " آپ کا دسترخوان وسیع تھا۔ اور اللہ والوں کی خوراک وغذا کا آئینہ آپ کے معتقد حیدرآباد اور مالے گاؤں میں بہت سے ہیں آپ کا انتقال اسفندار ۱۳۶۴ف مطابق ۱۴ شوال ۱۳۵۳ھ بعمر نو دسال بمقام نظام آباد ہوا۔ آپ کے معتقدین جامع مسجد کے سامنے آپ کو دفن کرنا چاہتے تھے۔ بڑی کوشش سے اجازت حاصل کرلی گئی۔ لیکن وہاں پر پتھر نکل آیا۔ اس لئے مسجد گنج میں کچھ لوں نے دفن کرنا چاہا۔ غور ہی کیا جارہا تھا۔ کہ سرور خان صاحب گتہ دار پہونچ گئے اور مرحوم کی وصیت کے بموجب عام قبرستان میں (عقب عیدگاہ جانب جنوب) سپرد لحد کردیا گیا۔ کیونکہ سرور خان صاحب کو آپ نے وصیت کی تھی کہ عام قبرستان میں دفن کیا جائے اور قبر کو مٹی کا ڈھیر رکھا جائے چنانچہ آپ کی قبر بالکل سادہ ہے۔ آپ کے اوصاف حمیدہ وفضائل پسندیدہ کے اظہار کیلئے ایک ضخیم کتاب کی ضرورت ہے اس ناچیز

مصنف کو حضرت موصوف سے خاص نیاز حاصل تھا۔

عزیز علیشاہ صاحب عرف ہتائی مولوی صاحب

۱۳۲۵ھ ف میں حضرت عزیز علیشاہ صاحب اچانک نظام آباد پہونچے اور محلہ ہتائی کی ایک تنگ و تاریک مسجد میں (جو عزیز آباد اور کمبس کی باولی کا پانی نہایت کڑوا تھا) مقیم ہوگئے۔ محلہ والے آپ کو کبھی کھانا لا دیتے اتفاقاً دوسرے سال بشدت طاعون نظام آباد میں رونما ہوا۔ تمام آبادی کو تخلیہ کردینا پڑا۔ لیکن آپ مسجد ہی میں مقیم رہے اسلئے کہ آپ کے مرشد حضرت حبیب علی شاہ صاحب کا حکم تھا کہ تاحکم ثانی مسجد سے باہر قدم نہ نکالا جائے۔ اس لئے آپ نے اس تلخ پانی کو پی کر اور سوجنے کے پتوں کو چبا کر کئی دن گذار دئے۔ کبھی شیخ حسین عرب آپ کو کھانا کھلا جاتے تھے۔ آپ کے اس صبر و تحمل نے آپ کو نظام آباد میں روشناس کرادیا۔ اور نہ صرف نظام آباد بلکہ حیدرآباد تک آپ مشہور ہوگئے۔ بڑے بڑے عہدہ دار و صاحبان علم آپ کے معتقد تھے۔ ۱۳۴۳ھ میں آپ کی علالت کی وجہ آپریشن کی ضرورت محسوس ہوئی۔ کامل بیس سال کے بعد اپنے مرشد کے حکم سے مسجد کے باہر قدم نکالا۔ اس طرح آپ کو اعتکاف کی قید و بند سے آزادی ملی۔ اس کے بعد حیدرآباد میں آپ مقیم رہے اور خورداد ۱۳۴۶ف میں داعی اجل کو لبیک کہا۔ احاطہ یوسف صاحب شریف صاحب کے دروازہ مشرقی مقام حیدرآباد میں آپ کو سپرد خاک کیا گیا۔ بوقت انتقال آپ کا

قیام نواب قدرت نواز جنگ بہادر کے بنگلہ پر تھا۔ آپ پہلے مہتمم جیل علاقہ انگریزی تھے۔ انگریزی تعلیم یافتہ تھے۔ زمانہ اعتکاف کے سات آٹھ سال کے بعد محبوب علیخان صاحب انسپکٹر ریلوے پولیس آپ کے بڑے فرزند نظام آباد پہونچے۔ اور آپ کو ساتھ چلنے کے لئے کہا۔ جس پر آپ نے خفا ہو کر انکار کر دیا۔ اور وہ مایوس ہو کر بادیدہ پرنم چلے گئے۔ آپ کے کے فرزند علاقہ انگریزی میں بر سر خدمت ہیں آپ کا وطن شاہجہاں پور تھا۔

آپکی طبیعت بڑی جلالی واقع ہوئی تھی۔ بعض لوگ آپ کے پاس جاتے ہوئے خائف ہوتے تھے۔ آپ کے معلومات اسقدر وسیع تھے۔ لوگوں کو حیرت ہوتی تھی کہ اس مسجد کی چار دیواری میں تمام دکن کی خبریں آپ کو کیسے معلوم ہو جاتی ہیں۔ آپ کے مریدین کی تعداد بہت کم ہے لیکن آپ کے مرشد کا دائرہ مریدین بہت ہی وسیع ہے۔ آپ کا سلسلہ صابری تھا۔ عثمانی کی مسجد سنہ ۱۳۴۶ ف میں آپ کے توجہ دہانی سے جدید پختہ عمارت کی صورت اختیار کر لی ورنہ یہ سفال پوش تھی۔ اس ناچیز مولف کو آپ سے نیاز حاصل تھا۔ بڑی شفقت و محبت سے پیش آتے اور اکثر مذاق بھی فرماتے۔

مسٹر نرسا گوڑ

آپ کے والد کا نام لنکا گوڑ تھا۔ جو پیشہ ذاتی ساہوکاری کرتے تھے آپ کے نانا بھیما گوڑ ساکن سرنا پلی تھے۔

سنہ ۱۲۷۴ف میں نرساگوڑ نظام آباد میں پیدا ہوئے والد کے انتقال کے بعد تمام بھائیوں نے کاروبار کو برباد کر دیا۔ ہزارہا روپیہ کا قرض اپنی ذات سے ادا کیا اور خاندان کو تقسیم کرالیا۔ اس کے بعد اپنی ذاتی قابلیت سے ساہوکاری کے علاوہ مستاجری کے پیشہ کو انجام دیتے ہوئے سرمایہ داری حاصل کی۔ ابتداء سے آپ کی طبیعت فیاض رہی۔ اور بلا لحاظ مذہب و ملت آپ کا روپیہ ہر معابد و مقدس کام کیلئے ہمیشہ وقف رہا۔ چالیس سال میں آپ نے ڈیڑھ لاکھ روپیہ مدات ذیل میں صرف کیا۔

(۱) ابتدائی آبرسانی کیلئے سنہ ۱۳۱۲ف میں عـــہ (۹) گوردوارہ ۔ اـــ،،
(۲) گرجا کنیٹشر اـــہ (۱۰) رام مٹھ ۔ صمـــ،،،
(۳) دارالجذو میں ڈچپلی ۔ ـــ،،، (۱۱) گاڈسالہ ۔ عـــ،،
(۴) بھورگا حضرت بیابانی صاحب قدس سرہٗ اـــ،، (۱۲) ٹاون ہال ۔ مالصـــ
(۵) ،، حضرت بابن صاحب قدس سرہٗ ۔ اـــ،، (۱۳) حصار قبرستان گتہ دارا صماء
(۶) مساجد قلعہ و ریلوے اسٹیشن } اللعہ (۱۴) زچگی خانہ ۔ عـــ،،،
برائے بیرونی بیوتات (۱۵) نندی گٹہ ۔ اـــ،،
(۷) دیول کنیٹشر ۔ صـــ،، (۱۶) دیول شنبو گڑی ۔ صمـــ،،،
(۸) دیول سارنگ پور ۔ عـــہ (۱۷) مدرسہ نسوان اردو ۔ صمـــ،،،

زمانہ جشن سیمین میں آپ نے زچگی خانہ و مدرسہ نسوان کی عمارتیں بطور یادگار تعمیر کیں۔ اس کے علاوہ نہ معلوم کسقدر روپیہ اس مخیر ہستی نے صرف کر دیا۔

عـــہ ۔ آن دان کو دیگر مدات پر آپ نے ہمیشہ ترجیح دی مصنف آپ سے ہمیشہ لڑتا رہا کہ مفاد ملک کے مقابلہ میں یہ کوئی چیز نہیں اور اکثر آپ نے میرے مشورہ کو قبول فرمایا۔

جس کی ایک معمولی مثال اندھرا کانفرنس میں مسٹر رنگا ریڈی ساہو گنج کو ساتھ لیکر (۵) ہزار شرکا کانفرنس کو پانچ روز تک کھانا کھلایا۔ دراں حالیکہ اس زمانہ میں آپ کو ساجری کے معاملہ میں لاکھوں کا نقصان برداشت کرنا پڑا تھا۔ صاحب موصوف کے متعلق بعض مسلمان متعصب ہونے کا خیال رکھتے ہیں۔ لیکن میرا (۲۵) سالہ ذاتی تجربہ یہ ہے کہ یہ ایک بے تعصب نیکی کا طالب خدمت خلق کا شیدائی۔ اپنے مذہب کا سخت پابند شخص ہے۔ ان کی زندگی بلا لحاظ مذہب وملت خدمت غریب بندگان خدا کے لئے اکثر حساس رہی ہے۔ مسٹر نرساگوڑ نے اپنی زندگی نہایت عزت کے ساتھ گزاری ہر زمانہ میں تعلقداران وقت اور اعلیٰ عہدہ داران حکومت نے بھی اُن کی عزت کو لحوظ رکھا۔

چنانچہ جشن سیمین کے موقع پر اُن کی عقیدت مندیوں کے صلہ میں سلطنت آصفی کا نشان امتیازی بصورت تمغہ سرا کبر نواب حیدر نواز جنگ صدر اعظم بہادر نے ۲۱ آذر ۴۷ ف کو بمقام ٹاون ہال جلسہ عام میں اپنے ہاتھوں زیب سینہ فرما کر خاص الفاظ میں ان کے خدمات کو سراہا قدرت کی کرشمہ سازی کو دیکھئے کہ یہ لاولد ہیں اس وقت اُن کے وارث مسٹر راما گوڑ برادر زادہ آپ کے زیر پرورش ہیں۔ جو ایک تعلیم یافتہ نوجوان ہیں جن کو مسٹر نرساگوڑ نے اپنی کل جائداد کا مالک قرار دیا ہے۔

شیخ محمد صاحب وکیل

شیخ محمد صاحب ولد حاجی شیخ داؤد صاحب نرساپور کے متوطن ہیں

آپ کی پیدائش ۱۲۷۲ء فصلی میں ہوئی۔ نظام آباد ۱۲۹۴ء ف میں آئے اور ۱۲۹۶ء ف میں سند وکالت درجہ سوم حاصل کرنے کے بعد یہاں وکالت شروع کی۔ آپ نے رفاہ عام کاموں میں اپنا قدم سب سے پہلے رکھا۔ یعنی ۱۲۹۶ء ف میں بزمانہ تعلقداری میرا میر علیصاحب اول تعلقدار رکن کمیٹی مقرر ہوئے جو آجتک ملک سرکار عالی میں آپ کا یہ ریکارڈ رکنیت ہے۔ آپ کی رکنیت کمیٹی ہمیشہ مخالفت کا پہلو لئے ہوئے رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا رہا ہے کہ کمیٹی کو راہ راست سے ہٹنے کا بہت کم موقع ملا۔ آپ کی صداقت عامتہ الناس کو ہمیشہ کڑوی معلوم ہوئی یہ ہی آپ کی حق گوئی کا ثبوت ہے۔

آپ کی سادہ زندگی قرون اولی کی زندگی کو ہمیشہ مثالاً پیش کرتی رہی کہ ہم نے آپ کو ہمیشہ اپنا کام اپنے ہاتھوں کرتے دیکھا۔ اور کشت کاری و خانہ داری ہر دو امور میں آپ مصروف عمل نظر آئے وکالت بھی عرصہ تک کامیاب طریقہ پر کی۔ مذہبی معاملات میں آپ ہمیشہ پیش پیش رہے خصوصاً جامع مسجد کی تعمیر و انتظامات میں تو آپ کی خاص توجہ اول سے آخر تک برابر جاری ہے۔ ایک مرتبہ ایک عہدہ دار پولیس اپنی والدہ کو جامع مسجد کے سامنے دفن کرنا چاہتے تھے۔ بدیں خیال کہ مسجد کا احاطہ تنگ ہو جائے گا۔ آپ قبر میں لیٹ گئے۔ اور میت کو دفن ہونے نہ دیا۔ آپ مذہب کے شیدائی ضمیر کی آواز بلند کرنے میں بےخوف انسان ہیں۔ اگر کوئی نظام آباد کے حالات سے بہترین واقفیت رکھتا ہے تو وہ آپ کی ذات ہے۔

ڈھونڈے خانصاحب ۔ شمالی ہند سے گتہ داری کیلئے ۱۳۰۵ف میں نظام آباد آئے ۔ اور یہاں کے متوطن ہو گئے ۔ ۱۳۲۹ف میں انتقال کیا ۔ خیر انسان تھے ۔ جامع مسجد کی تعمیر میں آپ نے خاص دلچسپی لی ۔ اور پانسو روپیہ چندہ بھی دیا و نیز ذاتی توجہ تعمیر پر صرف کی ۔

سرور خانصاحب ۔ ۱۳۱۲ف میں نظام آباد آئے ۔ یہ افغانی النسل ناغڑ ہیں ۔ آپ کے والد ممتاز محمد خان تھے ۔ سرور خانصاحب اسلامی ضروریات پر مالی امداد میں سب سے پہلے اپنا ہاتھ بڑھاتے ہیں ۔ زمانہ طالب العلمی میں گلستاں پڑھتے وقت حضرت سعدی شیرازی کے متعلق خیال ہوا کہ اگر میں روپیہ کمانے لگوں تو انکی قبر بنوا دوں ۔ جب اللہ نے نوازا تو اس خیال کی تکمیل کرنی چاہی ۔ علماء نے اس پر اختلاف کیا کہ قبر بنوانا شرعاً ممنوع ہے ۔ اس لئے آپ نے دیوبند کے مدرسہ میں گلستاں کی تعلیم کے لئے ایک عمارت (.....) کے صرف سے بنوادی ۔ ایک باغ آپ نے (.....) ہزار میں خرید اتھا اور مجھ سے کہا تھا کہ (.....) دیوبند کو امداد نہ کر دوں تو یہ باغ ان کی کفالت میں رہے گا ۔ میرے ورثاء ادا کریں ۔ خدا کا شکر ہے کہ آپ ہی نے اس رقم کو ادا کر دیا ۔ عمرش دراز باد ۔ جامعہ کیلئے بھی (.....) ہزار روپیہ کے عطیہ کا وعدہ میرے اصرار پر کیا گیا ہے ۔ جو عنقریب ادا ہو گا ۔ انشاء اللہ تعالیٰ جنگ طرابلس و بلقان کے موقع پر بھی دل کھول کر امداد کی ۔ بہرحال ہر معاملہ میں جو آپ کی گتہ داری کا ہوتا ہے اللہ کے مخلوق کا حق ضرور ہوتا ہے ۔ دو طالب العلم کو آپ نے

ذاتی خرچہ سے دیوبند تعلیم کے لئے روانہ کیا گیا ہے۔ جو قریب میں فارغ التحصیل ہونگے۔ آپ کے کاروبار ورنگل کریم نگر وغیرہ اضلاع میں ہیں آپ کے گتہ داری کے فرائض انجام دینے میں بڑی خوبی یہ ہے کہ معاملہ کے بڑے ہی پاک ہیں

سیّد عبدالقیوم صاحب۔ آپ کے والد سید عبدالعزیز صاحب مرحوم دہلی کے رہنے والے تھے۔ ٹمبر کا کام کرتے۔ مجھکو مرحوم سے نیاز حاصل تھا۔ بڑی متقی ہستی تھی۔ عمر بھر اپنی گاڑھی محنت سے کھایا۔ سید صاحب کے کئی فرزند تھے۔ منجملہ اُن کے عبدالقیوم صاحب ایک منچلے جوان تھے۔ والد کے انتقال کے بعد بھی اِن کا یہ ہی حال رہا۔ مقلب القلوب نے آپ کو ہدایت کا راستہ بتلا دیا۔ اب ان کی زندگی پر رشک ہوتا ہے اُن کا ردیہ اسلام کے ٹھوس مقاصد کیلئے وقف ہے دارالاقامہ کی امداد مدرسہ حفاظ کے حافظ بلال صاحب کی خدمت گذاری مسجد جامع کی ضرورت کی تکمیل یتیم وغربا کا خیال آپ کو ہر وقت رہتا ہے۔ اس کا نتیجہ دارین میں آپ کیلئے مختص ہوچکا ہے۔ ماشاءاللہ پانچ لڑکے حافظ قرآن ہوچکے ہیں۔ بڑا لڑکا حافظ عبدالغفور کاروبار میں ممد و معاون ہے تجارت لکڑی و برگ آبنوس وغیرہ اندلوائی و نظام آباد میں کامیاب طریقہ پر ہے خدا برکت دے۔

ہادی حسین صاحب متخلص بہ ہادی

ہادی حسین صاحب عدالت ضلع کے صیغہ دار ۱۳۲۶ ف میں نظام آباد آئے یہ حضرت شاعر ہیں اور ایسے شاعر کہ جن کو پیدائشی شاعر کہا جائے۔

تو حق بجانب ہوگا اگر کسی سے خوش ہوں تو ہزاروں شعر تعریف میں کہدیں خدا جانئے اسکو کیا سے کیا بنادیں۔ اگر بگڑ جائیں تو اللہ ہی پناہ میں رکھے اتنی ہجو کریں کہ وہ رو دے۔

بہر حال خداداد بات ہے کہ برجستہ شعر کہتے ہیں ۱۳۲۸ف میں جہاراجہ یمین السلطنت سر کشن پرشاد بہادر صدر اعظم نے آپ کی طبع آزمائی سے مسرور ہوکر خلعت سرفراز فرمایا۔ نظام آباد کا ہر شخص حضرت ہادی سے واقف ہے۔ اور خائف بھی۔

معروف اشخاص سید حبیب صاحب عرف توڑا ڈلو (چونکہ یہ سود میں سیر دہان بھی لیا کرتے تھے۔ اسلئے یہ عرفیت ہوگئی)۔ **محمد حسین** صاحب گنتی نشان ساڑھے تین یہ ایک لفظ لکھ پڑھ نہیں سکتے تھے۔ لیکن حافظہ بلا کا تھا۔ تمام گشتیات یاد رکھتے جریدہ منگواتے اور دوسروں سے پڑھا کر سن لیتے۔ یاد ہوجاتا۔ پیروی مقدمات کرتے۔ اس لئے اس نام سے معروف ہوگئے۔ **بلال لمبیا** صاحب یہ انتہا سخت دل ساہوکار تھے۔ بخل اور شدت میں انکی مثال بیجا نہیں۔

شیخ امیر خاکروب۔ یہ مولف کا ہمسایہ تھا۔ اس کا ایک شاندار خوبصورت دو منزلہ مکان تھا۔ جو راہ رو اس بات کو معلوم کرتا کہ یہ مہتر کا مکان ہے۔ اس کی حیرت کی کوئی انتہا نہ ہوتی۔ چونکہ بیحد سلیقہ مند و خود دار انسان تھا۔ اور عامل بھی مشہور تھا اس لئے اس کی شہرت عام تھی۔ اس کا ہمول لوگوں کو حیران کرتا۔ باوجود اس کے ذاتی پیشہ انجام دینے میں عار نہ تھا۔ مکان کی تعمیر کے

زمانہ میں مجھ سے ہمیشہ کہتا تھا کہ میری یادگار رہیگی۔ لیکن قدرت نے عجیب صورت پیدا کر دی ادہر مکان مکمل ہوا۔ اُدہر اولاد کی دیرینہ آرزو پوری ہوئی کہ لڑکا پیدا ہوا۔ عین چھلّے کے روز مکان سے میت برآمد ہوئی۔ مکان بھی نہ رہا۔ جدید سڑک نے اُسکو فنا کر دیا (عبرت حاصل کر دائے صاحبان بصیرت) میں نے اس کی آمدنی وخرچ کا حساب کیا تھا۔ ماہانہ (ماصہ) کی خالص بچت تھی تاریخ انتقال شوال سنہ ۱۳۵۰ھ

ضلع کے معمر انسان

فتح محمد صاحب پولیس پٹیل بودہن کی ایک مشہور و معروف شخصیت ہے۔ یہ اپنی پیدائش ربیع الاول سنہ ۱۲۴۵ھ کی بتلاتے ہیں۔ اس لحاظ سے اُن کی عمر (۱۱۳) ایکسو تیرہ سال کی ہے۔ اُن کے والد کا نام عثمان جی تھا۔ جو قصبہ بودہن کے وطندار تھے اس وقت فتح محمد صاحب بلا عینک کے بلا تکلف پڑھ سکتے ہیں تین سال ہوئے کہ اُن کے دانتوں نے جواب دیدیا۔ لیکن قوائے جسمانی اب بھی اچھے ہیں۔ جب تک یہ خود کارگذار رہے اِن کی حکومت ایسی تھی۔ کہ تمام عہدہ داران سرکاری ان سے تعاون چاہتے تھے۔ سنہ ۱۳۳۰ ف تک ان کی حکومت مصنف نے خود دیکھی ہے۔ سنہ ۱۳۳۰ ف میں جب مصنف پیشکار تحصیل بودہن تھا اُس وقت اِن کے زوال کا زمانہ آگیا تھا باوجود اس کے تحصیلدار و امین پولیس ان کے تعاون کے محتاج تھے۔

عنفران مکان نے ذریعہ فرمان ان کو خدمت پر بحالی کا ارشاد

فرمایا تھا۔ ان کے استبداد و سرمایہ داری کے قصص آج تک زبان زد خاص و عام ہیں یہ اپنی جوانی میں بیحد دلیر و جبری تھے۔ اس عمر میں بھی جرائت و ہمت موجود ہے۔

علی خانصاحب ولد احمد خان۔ وظیفہ یاب جمعدار پولیس نظام آباد ۱۲۵۶ھ میں پیدا ہوئے۔ وظیفہ حسن خدمت مبلغ (صہ) بہمن ۱۳۲۰ف سے برابر پارہے ہیں۔ تیس سال سے وظیفہ پا رہے ہیں۔ بعد وظیفہ تا تا پلی موضع بے چراغ کو بطور مقطعہ حاصل کرکے وہاں یہ اپنی سکونت اختیار کی اور کاروبار زراعت کرتے ہیں۔

اس مقام کی عرفیت علی خان کا مقطعہ ہے جو بودھن روڈ کے ساتویں میل پر واقع ہے۔ اس وقت ان کی عمر (۱۰۲) سال کی ہے۔ ان کے والد رامپور اسٹیٹ کے رہنے والے تھے جو یہاں آن کر بس گئے۔

مشہور اشخاص۔ یوں تو بہت سی ہستیاں گزری ہوں گی و موجودہ اس سرخی کے تحت آسکتی ہیں۔ لیکن اس کے لئے گنجائش نہیں۔ اسلئے اختصار سے کام لیا جاتا ہے۔

میر امیر علی مرحوم جمعدار اول تعلقداری ضلع ایک قابل ذکر جمعدار گذرے ہیں جن کا انتقال ۱۳۲۷ف میں ہوا۔ **شیخ احمد صاحب** سررشتہ دار وظیفہ یاب برزد جنگ کے زمانہ کے معروف ہستی ہیں۔

وینکا گوڑ برادر نرسا گوڑ۔ زمانہ حیات میں کامیاب زندگی بسر کی۔

امیر علی برادران۔ نظام آباد کے مشہور انعامداروں میں ہیں۔

وغیرہم

ہمارے پیارے جلالت الملک شاہ عثمان کی تصویر۔ خدا ہمارے شاہ کو تادیر سلامت

متعلق صفحہ ۳۰

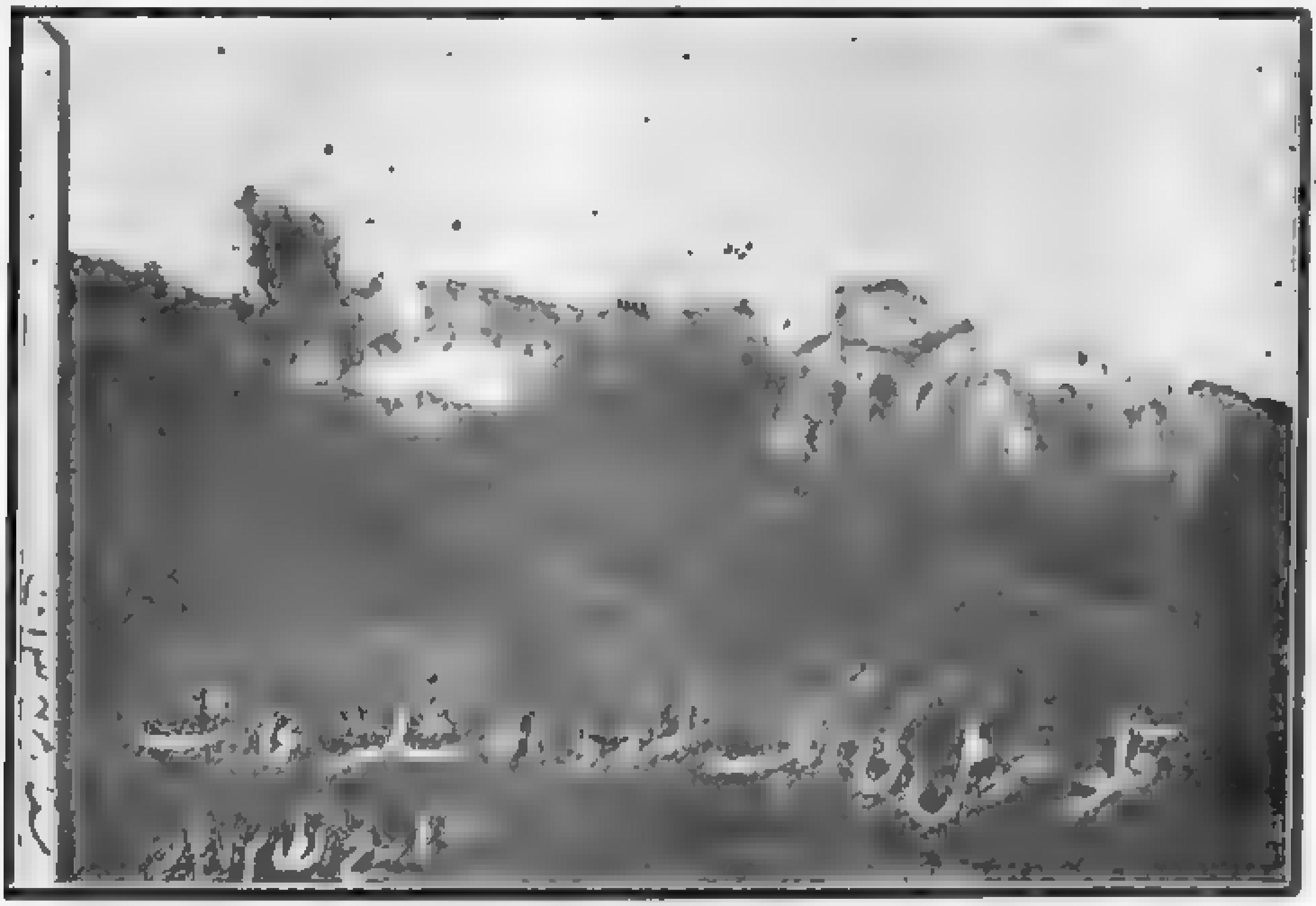

متعلق صفحہ ۲۳

متعلق صفحہ ۲۳

ناٹلہ چھنانڈلو ساہو بانسواڑہ

میر امیر علی اوّل تعلقدار ضلع نظام آباد

سنہ ۱۳۲۳ف | نواب سہراب نواز جنگ اول تعلقدار | تاریخ نظام آباد

نواب رفعت یار جنگ اول تعلقدار

تاریخ نظام آباد

۱۹) محی الدین احمد - تاریخ نظام آباد

متعلق صفحہ ۱۱۴

ایرج شاه سینائی
اول حلقه‌دار
۱۳۲۵

مرزا محمد بیگ

تاریخ نظام آباد

قاضی زین العابدین اول تعلقدار

تاریخ

نظام آباد

شیخ محمد یوسف ۔ بی اے جی مددگار ناظم زراعت

۱۳۲۵ ف

سید شمس الدین وکیل

نظام آباد

متعلق صفحہ ۲۶۱

محمد فرحت اللہ

سید دلدار حسین اگزیکٹیو انجینیر

تاریخ نظام آباد

ڈاکٹر ایم۔ بی داور۔ ایم۔ بی۔ بی۔ ایس۔ ڈی۔ پی۔ ایچ۔ انگلینڈ سیول سرجن بلند شہر

ڈاکٹر مس فیانسی کا ۱۳۴۰ ف ڈاکٹر ایم یس گنیش

نواب غازی یار جنگ بہادر

جدید قواعد آبرسانی کے تحت جامع مسجد نظام آباد کا نل
(بوجہ عدم گنجایش صادر) بند کرنے کا نوٹس وصول ہو چکا تھا -
حسن اتفاق سے نواب صاحب بحیثیت انسپکٹنگ افسر عدالت سنہ ۱۳۴۷
ف میں دورہ پر تشریف لائے تھے - نماز جمعہ جامع مسجد میں ادا کی -
جب مصلیان مسجد سے محصل آب کے چندہ کی اپیل کیگئی - تو
اوسی وقت آپنے محاصل آب کا انتظام فرمادیا - و نیز جنابہ بیگم صاحبہ
نواب لطف الدولہ مرحوم کو توجہ دلاکر دوامی محاصل سالانہ بطور ثواب
جاریہ نواب صاحب مرحوم - اسٹیٹ سے مقرر کروا دیا - جسکا نتیجہ یہ
ہوا کہ ہزاروں بندگان خدا بعد طہارت اپنے خالق تعالے کے آگے سر
بسجود ہوا کرتے ہیں -

مصنف

متعلق صفحه ۲۳۵

سمرتھہ رام داس سوامی

موجودہ مہنت سمرتھہ داس
تاریخ نظام آباد

جلیل احمد
معتمد
عبدالرحمن صدیقی
صدر مجلس
محمد علی
نائب معتمد

سالار اکبر صوبه دکن

محمد علی مددگار رمال تاریخ
نظام آباد

متعلق صفحہ ۱۵۴

والاشان حضرت ولی عہد بہادر سلطنت آصفیہ

۱۳۲۵ — رانی جیلم جانکا بائی — تاریخ نظام آباد

متعلق صفحہ ۲۲۶

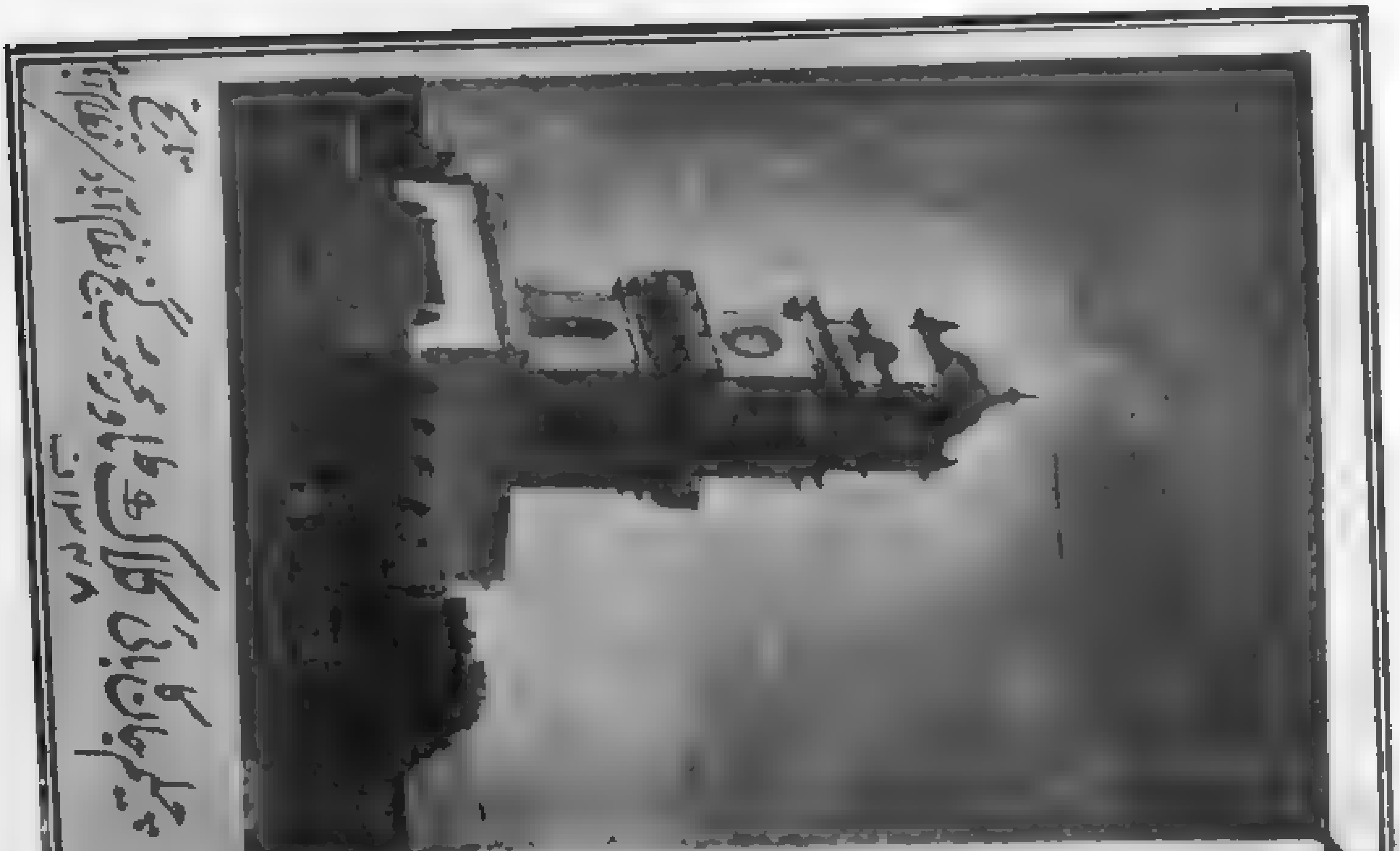

متعلق صفحہ ۲۳۱

متعلق صفحه ۱۹۹

سنہ ۱۲ ف / محمد سرور خان گتہ دار / تاریخ نظام آباد

www.taemeernews.com

متعلق صفحہ ۱۸۹

متعلق صفحہ ۱۲-۱۹۴

www.taemeernews.com

جس کتاب پر مصنف کی دستخط نہ ہو

وہ مسروقہ سمجھی جائے گی

مصنف

www.taemeernews.com

فہرست کتب مولفہ غلام احمد صاحب وکیل

	اصلی قیمت	رعایتی قیمت
۱) مفتاح العطیات جلد دوم یعنی ڈایجسٹ عطیات	(۶) چھہ روپیہ	چار روپیہ
۲) کلید اوطان یعنی ڈایجسٹ اوطان	(۷) سات روپیہ	ندارد
۳) تلنگم کنبی	(۸) آٹھہ آنہ	ندارد

۴) سہولت نصاب [امتحان عہدہ داران دیہی گیا راہ کتب مکمل ست مع فرہنگ]

اردو	مرھٹی یا تلنگی
تین روپیہ تین آنہ	چار روپیہ آٹھہ آنہ

۵) ہم ـ تم عرف پریم	چار آنہ

ملنے کا پتہ

منتظم دارالاشاعت

(کاشانہ)

نظام آباد

www.taemeernews.com